اسلامی خلفاء و ملوک اور تاریخِ اسلام
سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

www.KitaboSunnat.com

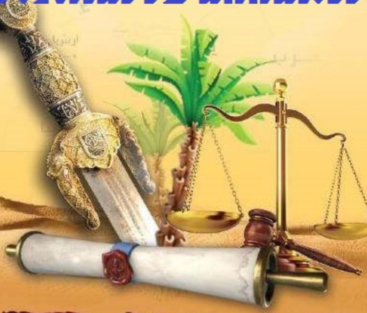

رشحاتِ قلم

محقق العصر حافظ صلاح الدین یوسفؒ — مولانا عبدالعلی فاروقی — مولانا مطلوب الرحمٰن ندوی نگرامیؒ

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ — مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹیؒ — محمد فہد حارث

ترتیب وتدوین محمد فہد حارث

حارث پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

اسلامی خلفاء وملوک اور تاریخ اسلامی سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

رشحات قلم:

حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ
مولانا عبدالعلی فاروقی حفظہ اللہ
مولانا مطلوب الرحمٰن ندوی نگرامی رحمہ اللہ
مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
مولانا عبدالغفور سیالکوٹی رحمہ اللہ
محمد فہد حارث

ترتیب وتدوین:
محمد فہد حارث

حارث پبلی کیشنز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حارث پبلی کیشنز

جملہ حقوق اشاعت برائے حارث پبلی کیشنز محفوظ ہیں

اسلامی خلفاء وملوک اور تاریخ اسلامی سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

ترتیب وتدوین: ------------------------------ محمد فہد حارث

اشاعت اول: ------------------------------ دسمبر 2020ء

تعداد کتاب: ------------------------------ 1100

قیمت: ------------------------------ ———

کمپوزنگ: ------------------------------ شہباز عالم انصاری

+91-8707626608

ملنے کا پتہ: ------------------------------ حارث پبلی کیشنز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتساب

وکیلِ دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم قاضی محمد طاہر علی الہاشمی رحمہ اللہ کے نام جنہوں نے اپنی پوری زندگی ایک مجاہد کی طرح دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے محاذ پر صرف کر دی اور صرف اپنے قلم و علم سے ہی نہیں بلکہ اپنی عملی جدوجہد سے بھی اس محاذ پر دادِ شجاعت دی اور کورٹ کچہری اور مقدمات تک سے نہ گھبرائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر
❁مقدمہ:	11-39
از: محمد فہد حارث	
* خلافت اسلامی کی تعریف ومقصود	12
* خلیفۂ راشد کی صفات	14
* انعقادِ خلافت کے طریقے	15
* مارماڈیوک پکتھال اور خلافت بنوامیہ و بنوعباس	27
* اموی دورِ حکومت کا تاریخی تجزیہ، مولانا عبیداللہ سندھی کے قلم سے	28
* کچھ زیرِ نظر کتاب کے بارے میں	29
❁اسلامی خلفاء وملوک اور تاریخ اسلام سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ:	41-101
از: حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ	
* ذہنی مرعوبیت کی انتہا	41
* اسلامی ریاست کی تشکیل کا صحیح طریقہ	42
* موجودہ مسلمان مملکتوں کے حکمرانوں کا طرزِ عمل	43
* آمدم برسرِ مطلب	47
* بعض مفکرین کی خامیاں اور کوتاہیاں	47

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

* خلافت وملوکیت 49

* قیصریت وکسرویت 55

* خلافت راشدہ اور مابعد کی حکومتوں میں فرق 63

* مطلوب اور نامطلوب کی بحث 66

* ہمارا نقطۂ نظر اور اس کے ثمراتِ حسنہ 72

* دورِ حاضر کے مفکرین کا نقطۂ نظر اور اس کے خطرناک نتائج 75

* بگاڑ کے اسباب 78

* دورِ فاروقی میں 83

* دورِ عثمانی میں 83

* دورِ علی رضی اللہ عنہ میں 83

* دورِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں 84

* موجودہ حالات میں کیا جمہوریت ہمارے لیے موزوں ہے؟ 88

* موجودہ ملکی حالات سے متعلق چند باتیں 94

* بحیثیت مجموعی قوم اپنا رُخ بدلے 100

❁ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید رحمہ اللہ کی ولی عہدی: 103-119

از: مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

❁ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید رحمہ اللہ کی ولی عہدی: 121-134

از: مولانا عبدالعلی فاروقی حفظہ اللہ

* یزید کی ولی عہدی 122

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کی بنیاد کیا تھی؟ 137-171

از: مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی رحمہ اللہ

✻ ضمیمہ 159

✻ ایک اہم تنبیہ 164

✻ ایک کٹ حجتی اور اس کا جواب 166

❁ یزید رحمہ اللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا فسق وفجور: 172-240

از: مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی رحمہ اللہ

✻ خط بنام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رح 173

❁ تصویر کا دوسرا رُخ: 243-263

از: مولانا مطلوب الرحمٰن ندوی نگرامی رحمہ اللہ

✻ قرآن کریم کی خدمت 259

✻ حدیث وفقہ کی خدمت 260

✻ علمِ تاریخ، مغازی وسیر کی خدمت 261

✻ علم نحو وصرف کی خدمت 261

✻ شعر وادب کی خدمت 262

❁ مضامین محمد فہد حارث: 265-347

❁ کیا بنو امیہ ابتداءً موروثی خلافت پر مصر تھے؟ 265

❁ سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما 278

✻ آلِ علی رضی اللہ عنہم اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے باہمی تعلقات 287

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

* کیا سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے اہلِ بیت پر لعنت کی؟ 291

* سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اور خطبۂ عید کو صلوٰۃ العید پر مقدم کرنا 297

امیر عبدالملک رحمہ اللہ بن مروان رضی اللہ عنہ 304

* خلیفہ عبدالملک رحمہ اللہ کا پُر آشوب دورِ خلافت 312

امیر ولید بن عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ 323

ہشام بن عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ 330

* ہشام بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہما کے دور میں زید بن علی رحمہ اللہ کا خروج اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حمایت 332

بنوامیہ پر بنوعباس کے بہیمانہ مظالم 340

ہمارے خلفاء اور فقہی مذاہب 344

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

ازقلم: محمد فہد حارث

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

جب سے ذہن میں یہ مجموعۂ مضامین ترتیب دینے کا خیال آیا، اس وقت سے بس یہی ایک فکر تھی کہ اتنے جلیل القدر اہلِ علم کے قلم سے نکلے ان وقیع مضامین پر میں احقر بھلا کیا مقدمہ لکھ سکوں گا۔ ابھی اسی پریشاں فکری میں غلطاں تھا کہ ڈاکٹر پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی تلمیذِ رشید مفکرِ اسلام علامہ اسحٰق صدیقی سندیلوی کی کتاب ''خلافتِ اموی خلافتِ راشدہ کے پس منظر'' کی طرف دھیان گیا۔ اس دھیان جانے کا سبب فضیلۃ الشیخ حافظ شاہد رفیق حفظہ اللہ کی مورخہ ۱۸ نومبر ۲۰۲۰ء کی وہ فیس بک پوسٹ بنی جس میں انہوں نے شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا یہ سماعی بیان نقل کیا تھا کہ

> ''یٰسین مظہر صدیقی کی دو کتابیں: ''خلافتِ اموی خلافتِ راشدہ کے پس منظر میں'' اور ''بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات'' بڑی باکمال اور منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔''

اگرچہ راقم نے یہ کتابیں عرصۂ دراز پہلے مطالعہ کر رکھی تھیں لیکن شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے اس بیان کے بعد ان میں سے کی پہلی کتاب یعنی ''خلافتِ اموی خلافتِ راشدہ کے پس منظر میں'' سرسری نظر ڈالنے کو دوبارہ لائبریری سے نکال کر سرہانے رکھ لی۔ فہرست پر نظر ڈالی تو ''حسنِ اختتام'' کی سرخی نظر آئی اور فوراً ذہن کے نہاں خانوں میں اس وقیع اختتامیہ کی یاد تازہ ہوگئی۔ پس اسی وقت یہ ارادہ باندھ لیا کہ اپنی اس ترتیب کردہ کتاب ''اسلامی خلفاء وملوک اور تاریخِ اسلام سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ'' کے مقدمہ میں پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی مرحوم کے اس مضمون سے قارئین کو ضرور روشناس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرواؤں گا اور یہی مضمون میری ترتیب کردہ اس کتاب کی تمہید و مقدمہ بن جائے گا کیونکہ مرتب کردہ اس کتاب اور پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی مرحوم کے مضمون دونوں کا مرکزی خیال و مدعا ایک ہی ہے یعنی اسلامی خلفاء و ملوک اور تاریخِ اسلام سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ۔ اپنی کتاب ''خلافتِ اموی خلافتِ راشدہ کے پس منظر میں'' کے صفحہ ۲۵۲ پر ''حسنِ اختتام'' کی سرخی قائم کر کے پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی مرحوم لکھتے ہیں:

خلافتِ اسلامی کی تعریف و مقصود:

اسلامی خلافت کی تعریف، تفہیم اور تشریح و تعبیر میں دو بنیادی نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں:

ایک معاصر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعبیر و تشریح اور تفہیم تھی اور دوسری متاخر علماء، فقہاء اور ماہرین سیاسیات کی ہے۔ ان دونوں اصولی تقسیمات کی پھر ذیلی اور ضمنی تقسیمیں بھی ملتی ہیں جن میں فروعی اور تفصیلی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفہیم و تعبیرِ خلافت ہو یا بعد کے علماء و اصولیین کی' ان میں ایک نقطۂ اتحاد بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ خلافتِ اسلامی کتاب و سنت کے مطابق ہو اور اس کے لیے بالعموم علی منہاج النبوۃ کی اصطلاح بعد میں رائج ہوگئی جس کا سراغ بہرحال تعلیماتِ نبوت اور اصل خلافتِ الٰہی کے سُنن و طُرُق میں ملتا ہے۔ علی منہاج النبوۃ کی تعریف و تعبیر پر بھی اختلافِ اقوال اور تنوعِ آراء مل سکتا ہے اور درحقیقت ملتا بھی ہے۔ مگر وہ تفصیل کا اختلاف یا تعبیر کا تنوع ہے۔ ان کا لب لِباب واحد ہے اور اس پر سب کا اتفاق بھی ہے یہ لب لِباب اور مغزِ خلافت کیا ہے؟ اس کو ایک فقرہ میں بھی بیان کیا جا سکتا ہے اور طول طویل دفتروں میں بھی۔

خلافتِ اسلامی دراصل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا نام ہے اور مقصد اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نفاذِ شریعت ہے یہ وہ مختصر اور لب لباب تعریف ہے جس پر سب کا اتفاق و اجماع ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور متاخر علماء اسلام دونوں متفق ہیں۔ امامِ فلسفۂ تاریخِ اسلامی حضرت ابن خلدون رحمہ اللہ نے ''ملکِ دنیا'' اور خلافت کا فرق بیان کرنے کے بعد موخر الذکر کی تعریف کی ہے کہ خلافتِ اسلامی انسانوں کی اُخروی اور دنیاوی مصالح کے باب میں شرعی نظر سے رعایت کے مطابق حکمرانی کا نام ہے۔ کیوں کہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام احوالِ دنیا کا اعتبار و رعایت مصالحِ آخرت کے لحاظ سے ہوتا ہے، لہٰذا خلافت حقیقت میں دین کی حفاظت اور اس کے ذریعہ دنیا کی سیاست کرنے کا نام ہے جو صاحبِ شرع کی نیابت میں ہو:

''والخلافة هي حمل الكافة علي مقتضي النظر الشرعي في مصالحهم الأخروية والدنيوية الراجعة إليها، إذ أحوال الدنيا ترجع كلها عند الشارع إلي اعتبارها بمصالح الآخرة، فهي في الحقيقة خلافة عن صاحب الشرع في حراسة الدين وسياسة الدنيا به...''①

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے فکر و فلسفۂ امامِ تاریخ ہی کو دوسرے اور نسبتاً مفصل انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ (خلافت) علومِ دین کے احیاء، ارکانِ اسلام کی اقامت، جہاد اور اس سے متعلق معاملات کی تنظیم، قضاء اور عدل و انصاف کے قیام، حدود

① ابن خلدون، مقدمہ ۱۹۱، نیز مابعد کے مباحث: ''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فلسفۂ تاریخ'' ۸۔۹ وغیرہ، آگے اس کی بہت خوبصورت وضاحت کی ہے: ''وإنه نيابة عن صاحب الشريعة في حفظ الدين وسياسة الدنيا به تسمي خلافة وإمامة، والقائم به خليفة وإماما، فأما تسميته إماما فتشبها بإمام الصلاة في اتباعه والإقتداء به، ولهذا يقال: الإمامة الكبري، وأما تسميته خليفة فلكونه يخلف النبي ﷺ في أمته فيقال خليفة بإطلاق وخليفة رسول الله ﷺ''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اقامت واجراء، مظالم کے خاتمہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقاصد سے نبی ﷺ کی نیابت میں ریاست عامہ کا نام ہے۔اس میں بنیادی فقرہ اقامتِ دین ہے:

”ھي الرياسة العامة في التصدي لإقامة الدين بإحياء العلوم الدينية، وإقامة أركان الإسلام، والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة وإعطاؤهم من الفئ ، والقيام بالقضاء، وإقامة الحدود ورفع المظالم،والأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر، نيابة عن النبيﷺ ...“ ①

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے ”اقامتِ دین“ کی جامع ومانع اصطلاح ایسی چلائی کہ وہ سکہ رائج الوقت بن گئی۔ وہ امام ابن خلدون کی تعبیرِ خلافت ”حراستِ دین اور دین کے ذریعہ سیاستِ دنیا“ کی بھی جامع ہے اور اس سے ماخوذ بھی،مولانا شبلی وسید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہما نے تاسیسِ حکومتِ الٰہی کی اصطلاح بھی اسی طرح متقدمین کے زیرِ اثر وضع کی تھی،اصطلاح وتعبیر کی تاریخ اور زمانی وفکری ارتقاء سے اس وقت بحث نہیں ہے کہ وہ کسی اور تحقیق کا موضوع ہے۔مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ خلافتِ اسلامی کو اقامتِ دین کی سعِ بلیغ کہا جائے یا تاسیسِ حکومتِ الٰہی، متاخر علماء اسلام اور مفکرینِ اسلام سب کے سب اس سے یہی مراد لیتے ہیں اور بعض بعض مفکرینِ جدید نے تو اس کو اپنی تعبیر واصطلاح قرار دینے کی کوشش کی ہے یا کم از کم یہی تاثر دیا ہے اصلی ماخذ کا حوالہ نہ دے کر۔

خلیفہ راشد کی صفات:

تمام اسلامی قدیم وجدید مفکرین نے خلیفہ/خلیفہ اسلام اور خلیفہ راشد کی شرائط بھی بیان کی ہیں۔ان میں شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی بیان کردہ شروط/صفاتِ خلیفہ سب سے

① ازالۃ الخفاء، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، غیر مورخہ مع اردو ترجمہ از عبدالشکور فاروقی واشتیاق احمد دیوبندی ۱/ ۱۳، حجۃ اللہ البالغۃ ۱/ ۱۵۰، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فلسفۂ تاریخ ۱۶ وغیرہ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

زیادہ واضح اور مفصل و مدلل ہیں۔ حضرت شاہ رحمہ اللہ نے دنیاوی خلافت یا عام حکمرانوں کے لیے متفقہ اوصاف میں خلیفہ کے عاقل، بالغ، مرد، آزاد، صحتمند، شجاع، صاحبِ شرف وغیرہ ہونے کو بیان کیا ہے جن پر تمام بشری علتوں کا اتفاق و اجتماع پایا جاتا ہے۔ پھر خلافتِ اسلامی کے حامل خلیفہ اور نائبِ رسول اکرم ﷺ حکمراں کے لیے خاص اوصاف وشروط کا اضافہ کیا ہے: وہ ہیں: ۱-اسلام ۲-علم ۳-عدالت ۴-قریشی ہونا، ۵-جلالت حسب ونسب ۶-صاحب شرف وسیادت ہونا اور ۷-خلیفہ کی قوم کا طاقتوروں (اقویاء) کا مجموعہ ہونا۔ یہ حجۃ اللہ البالغہ کی بحث کی تلخیص ہے۔ ازالۃ الخفاء میں بعض اور شروط کا اضافہ یا تفصیل ہے: وہ صاحبِ عدل ومروت ہو، محکم مزاج رکھتا ہو، مجتہد ہو خواہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی مانند مجتہدِ مطلق نہ ہو لیکن وہ اقوالِ سلف جانتا ہو اور ان میں ترجیح دے سکتا ہو اور اس کے لیے پانچ علومِ دینی- قراءت وتفسیر قرآن، علمِ حدیث، علمِ فقہ، عربی زبان ولغت اور فنِ کتابت سے واقفیت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ حضرت شاہ ان شروط کے حامل کو مستحقِ خلافت بھی مانتے ہیں اور خلیفۂ راشد بھی۔ ①

انعقادِ خلافت کے طریقے:

تعریف وشروطِ خلافتِ اسلامی اور اوصافِ خلیفۂ راشد کے بعد اگلا مرحلہ انعقادِ خلافت کا ہے۔ حضرت شاہ رحمہ اللہ اور دوسرے تمام متقدمین واکابر علماءِ اسلام و ماہرینِ سیاسیات کا اسی پر اتفاق ملتا ہے۔ انعقادِ خلافت کے چار طریقے ہیں:

۱- علماء ورؤساء اور امراءِ باخبر ومخلصین پر مشتمل اہلِ حل وعقد کی بیعت ہو جیسے بیعتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منعقد ہوئی تھی۔ اس سے مراد دار الخلافہ کے اہلِ حل وعقد ہیں مگر ان کا اجماع مراد نہیں ہے۔

۲- دوسری شرطِ انعقاد یہ ہے کہ حکمراں خلیفہ اپنے بعد کسی کو جانشین نامزد کر دے

① بحث مفصل کے لیے: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فلسفۂ تاریخ، ۱۸-۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اسے ولی عہدِ خلافت بنا دے، جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا تھا۔ نامزدگی کے لیے دو شرطیں بھی عائد کی ہیں: اول وہ امتِ اسلامی کی فلاح و بہبود کے لیے نامزد کرے اور دوم استحقاقِ خلافت کی شرطیں پوری کرنے والے چیدہ اشخاص میں سے کسی ایک کو منتخب کرے اور لوگوں کو جمع کر کے ولی عہد کی اطاعت کا ان کو پابند بنا دے۔

۳- تیسرا طریقہ شوریٰ کا ہے مگر وہ محدود و مقید ہے کیونکہ حضرت شاہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ وہ مستحقینِ خلافت میں سے ایک چیدہ جماعت میں خلافت کا انعقاد اور خلیفہ کے انتخاب کو محدود کر دے جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی تھی۔

۴- چوتھا طریقہ استیلاء کا ہے کہ کوئی شخص سابق خلیفہ کی ولی عہدی و وصیت اور اہلِ حل و عقد کی بیعت کے بغیر لوگوں کو ہموار کر کے خلیفہ بن جائے بشرطیکہ وہ موافقِ شریعت احکام نافذ کرے، وہ بھی خلیفہ سمجھا جائے گا۔①

فکرِ ولی اللّٰہی ہو یا فلسفۂ ابن خلدون یا دوسرے مفکرینِ اسلام کے سیاسی و خلافتی نظریات، ان سب کے یہی اصول و شروطِ خلافت اور اوصافِ خلیفہ ہیں، اگر فرق ہے تو صرف تفصیل کا یا تعبیر کا۔ ان اصول و شرائط کے ''اطلاق'' کا مشکل ترین مرحلہ اور صبر آزما بلکہ دین و نظر آزما معاملہ اس کے بعد آتا ہے۔ ''خلافتِ نبوت'' یعنی خلافتِ اربعہ، جس کو عام اصطلاح میں خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے، کے بعد دوسرے خلفاءِ اموی و عباسی پر ان اصول و شروط اور اوصاف کا اطلاق اپنے اپنے فکری اور مسلکی رجحان یا تاریخِ اسلامی کی تفہیم کے مطابق کیا جاتا ہے۔ یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نظریۂ خلافتِ اسلامی کا امتیاز واضح ہوتا ہے، اور بعد کے نظریات سازوں اور اطلاق نوازوں کا طریقہ بھی اجاگر ہوتا ہے اور اس کا جوہری اختلاف بھی۔

① شاہ ولی اللہ دہلوی کا فلسفۂ تاریخ، ۲۲-۲۶ و مابعد: بحوالہ ازالۃ الخفاء ۱/ ۲۵-۲۶؛ حجۃ اللہ ۲/ ۱۵۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غالب اکثریت اور تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی عددی قوت اور اکابرِ اسلام کی اجماعی طاقت نے اولین خلفاءِ ثلاثہ- حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم - کی خلافتِ راشدہ کو بہ اتفاق و اجماع تسلیم کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ چہارم پر وہ اجماع و اتفاقِ امت بوجوہ نہیں ہوسکا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کئی ''جماعات'' نے اس کو تسلیم نہیں کیا یا اس کی بیعت نہیں کی یا اس سے محترز رہے باوجودیکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافتِ راشدہ کی تمام صفات و شروط پوری کرتے تھے۔ اس کی بنیادی وجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خونِ ناحق کا قصاص نہ لینے کی واقعیت تھی۔ اس کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلینِ خلیفۂ سوم کے گھیرے میں تھے اور اختیارِ خلیفہ کے استعمال سے قاصر۔ اس کا اعترافِ حق حضرت موصوف کو بھی تھا اور اسی کا شکوہ گریزاں، جانبدار اور مخالف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طبقات کو تھا۔ قصاصِ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے نازک مسئلہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امتِ اسلامی کی وحدت منقسم ہوگئی تھی اور وہ منقسم رہی تا آنکہ اگلا مرحلۂ خلافت آیا۔ شہادتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خلافتِ حسن رضی اللہ عنہ کا دور اسی فتنۂ امت کا دور ہے۔

تاریخی واقعیت اور مطلق تاریخی ارتقاء کا معاملہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دو دو خلیفہ بیک وقت ریاستِ اسلامی میں متمکن ہوگئے: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ۔ ان دونوں کا انتخاب ہوا تھا جو ان دونوں کے حامی اکابر اور طرفدار اربابِ حل و عقد نے کیا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان کے دار الخلافہ -کوفہ- کے اکابر- ''شیعانِ علی'' - نے خلیفہ مقرر و منتخب کیا اور وہ ولایاتِ مشرقی میں تسلیم کیے گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے دار الخلافہ - بیت المقدس - میں ان کے ''شیعانِ معاویہ'' نے خلیفہ منتخب کیا تھا۔ ان دونوں کا انتخاب و تقرر دو دو مراکزِ قوت کے اربابِ حل و عقد نے کیا تھا۔ جس میں اصول کے ساتھ پسند بھی کارفرما تھی، بلا شبہ ان دونوں ''انتخابات'' یا تقرریوں میں کسی قسم کا استیلاء شامل نہ تھا جیسا کہ ثابت کیا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلافتِ اسلامی کا دوسرا مرحلۂ اجتماعیت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری سے آیا۔ موخرالذکر نے پورے خلوص اور اطمینانِ قلب اور شرحِ صدر سے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے چھوڑ دی۔ اس میں کسی شک وشبہ کی ذرا بھی گنجائش نہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مستحقِ خلافت سمجھتے تھے اور خلافتِ اسلامی کی شروط وصفات کا حامل بھی، ورنہ حضرت موصوف پر نا اہل کی طرفداری کا الزام آئے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اقدامِ دستبرداری اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مسندِ خلافت پر سرفرازی کا ثبوت حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں یا جماعتوں میں صلح واتفاق کرانے کی بنا پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سید فرمایا تھا۔ اسی میں خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحت، راشدیت، اسلامیت، اور خلافتِ اسلامی کی تسلسل کی حقیقت بھی مضمر ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بحیثیتِ مجموعی اور امتِ اسلامی نے بیک زبان و دل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کرلی تھی۔ لہٰذا ان کی خلافت مسلمہ ومتفقہ ہی نہیں تھی بلکہ خالص اسلامی، راشد اور خلافتِ صحابی تھی۔

خلافتِ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح متفقہ، اجماعی، اسلامی اور متحدہ ومجتمعہ خلافت تھی جس طرح ان کے پیشروؤں کی خلافت تھی اور اس خلافت سے قبل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ان کی ولی عہدی استصوابِ عامہ کی عظیم ترین مثال ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دو مختلف مراحلِ بیعت میں اس کا اظہار کیا تھا: خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں ولی عہدی کی بیعت پر اجماع کیا تھا۔ اولین تحفظات اور دو اکابر کی خاموشی کے باوجود وہ اجماع تھا۔ اسی طرح مسندِ خلافت پر ان کی سرفرازی اور انعقادِ خلافت بھی اجماعی، متفقہ اور اسلامی تھی، اس کی سب سے عظیم گواہی اور شہادت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع واتفاق اور ان کا اور تمام امت کا بیعت کرنا تھا۔ بعد کے تمام اموی خلفاء میں بیعت وانعقادِ خلافت میں ولی عہدی، نامزدگی، استصواب اور شوریٰ سب ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شامل رہے تھے۔

خلافت کے انعقاد اور خلیفہ کے تقرر کے باب میں نظریات سازوں نے ایک عظیم حقیقتِ خلافت بھلا دی۔ اکابرِ اربابِ حل وعقد کا اجماع ہو یا تمام امتِ اسلامی کا اتفاق، نامزدگی اور ولی عہدی کا معاملہ ہو یا ایک مجلسِ شوریٰ میں تحدیدِ خلافت کا واقعہ، یہ تینوں طرقِ انعقادِ خلافت مجموعی طور سے اموی خلافت میں پائے جاتے ہیں۔ تمام اموی خلفاء کرام کی نامزدگی کا حق حکمراں خلیفہ نے استعمال کیا۔ ان کی نامزدگی سے قبل اپنے اصحابِ شوریٰ سے مشورہ کیا، خلافت اور ولی عہدیٔ یزید سے قبل نہ صرف دارالخلافہ- دمشق- کے اکابر و اربابِ حل وعقد کی رائے لی بلکہ ''علماءِ مدینہ'' اور فقہاءِ مکہ سے بھی استصواب کیا۔ اور معمولی طریقۂ انعقاد کے اختلاف کی تمام شروط پوری کیں، اس باب میں یہ حقیقت یاد رکھنے کی ہے کہ انعقادِ خلافت کے مرکزِ قوت نے مدینہ منورہ کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اربابِ حل وعقد اشراف تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ فتنہ میں اشرافِ دمشق و شام تھے۔ خالص اجماعی و متفقہ خلافتِ اسلامی اموی میں شوریٰ، استصواب، اور انتخاب و ولی عہدی کا مرکز اب دمشق تھا۔

نظریات سازی سے قطع نظر، اموی خلافت کے معاصرین بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدول جماعت کا وطیرہ ثابت کرتا ہے کہ تمام اموی خلفاء کرام ''اقامتِ دین اور سیاستِ دنیا و حراستِ دین'' کے عہدہ سے بخوبی واقف بھی تھے اور اس فریضہ کو ادا کرنے والے بھی ثابت ہوئے۔ ان کے دور میں شریعت کا کلی نفاذ ہوا تھا۔ علومِ اسلامی اور فنونِ دینی کا بنیادی ارتقاء اسی دورِ خلافت میں ہوا۔ ان میں تفسیر و حدیث و فقہ کے اصل علوم شامل ہیں۔ تمام ارکانِ اسلام ہی نہیں اس کے سنن و نوافل بھی اس دور میں جاری و ساری اور قائم و دائم رہے۔ جہادِ اسلامی اپنی تمام تر رعنائی اور برنائی کے ساتھ خلافتِ اموی میں بالخصوص اس کے دورِ زریں میں اپنی معراج کو پہنچ گیا۔ بحری جہاد کی بشارتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبوی ﷺ اور قسطنطنیہ- مدینۃ قیصر- پر اولین اسلامی کار روائی اور غزوۂ خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ ویزیدکو زبان رسالت مآب ﷺ سے اسلامی خلافت و ملک اسی اولین دورِ اموی میں واقعہ بنی۔ قضا اور عدل و انصاف کا نفاذ اور حدود وتعزیرات کا اجراء، مظالم کا دور کرنا بلکہ اس کا سدِ باب کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا توأم فریضہ ادا کرنا اسی دور میں خلافتِ راشدہ کی طرح جاری وساری رہا۔ اموی خلفاءِ کرام اپنے عظیم ترین پیشروؤں کے مانند نائبینِ رسول اکرم ﷺ ہونے کے سبب امامِ نماز بھی رہے اور امراءِ حج بھی۔ وہ امام بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ اور خلیفۂ ثانی کے رائج کردہ خطاب ''امیر المومنین'' کے مستحق ومخاطب بھی۔ خلافتِ راشدہ کی وہ تمام واقعی صفات وشروط خلافتِ اموی میں موجود ومشترک تھیں جن کا ذکر کتاب وسنت میں اور تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ملتا ہے حتی کہ نظریات سازوں نے جو شروط وصفات ایجاد کی ہیں وہ بھی اس دور میں موجود تھیں، اسی طرح سیاسی، سماجی، اقتصادی اور دینی وتہذیبی ادارے بھی سب کے سب اموی خلافت میں موجود تھے۔ اور نہ صرف موجود تھے بلکہ ارتقاء پذیر تھے۔ یہی ادارے بعد میں ماڈل بنے جس طرح خلافتِ فاروقی وعثمانی کے سنن خلفاءِ اموی کے لیے مشعلِ راہ اور سنگ میلِ خلافت بنے تھے۔

پوری تاریخِ خلافت میں انتخابی اور شوروی خلافت کا اصول وقاعدہ کارفرما نظر آتا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکمرانی خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نامزدگی اور خلیفۂ سوم کے انتخاب کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک مجلسِ خلافت میں خلافت کی تحدید اور صرف چھ اکابرِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں خلیفہ کے انتخاب کی تحدید اور اس سے زیادہ ان ہی چھ اصحابِ خیر کے انتخاب کرنے کی تحدید نے دستورِ تقرری وطریقِ انتخاب میں بنیادی تغیر پیدا کیا تھا، مگر ان تمام طریقوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسلامی تسلیم کیا اور بعد کے ماہرین علماء نے بھی، اب رہا اختلافِ فکر ونظر کا معاملہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کے طریق پر حضرت طلحہ بن عبید اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیمی رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کا نقد واعتراض موجود ہے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اچانک ایک جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ انتخاب پر معاصر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنقید موجود ہے۔لیکن ان اختلافی آراء پر کسی نے بھی دھیان نہیں دیا کیونکہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق واجماع سے کالعدم ہوگیا تھا۔جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تقرری میں حضرت عبدالرحمن بن عوف زہری رضی اللہ عنہ کے طریقۂ کار اور طرزِ عمل کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور بعد کے ماہرینِ اسلامیات نے تسلیم کیا تھا اور اختلافی آراء کو مسترد کردیا تھا۔خلافتِ راشدہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتخاب پر امت اور صحابہ رضی اللہ عنہم دونوں کا سب سے زیادہ وسیع اور ہمہ گیر اختلاف رہا۔حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ جیسے عبقری مفکرین وعلماء نے خلافتِ چہارم کو غیر منتظمہ اور غیر مجتمعہ تک قرار دے دیا، مگر امتِ اسلامی نے ان کو بالاتفاق چوتھا خلیفۂ راشد تسلیم کیا اور خلافتِ نبوت کا آخری دور بھی سمجھا۔اصل اختلاف حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دو الگ الگ منطقوں میں خلیفہ مقرر ہونے سے پیدا ہوا اور اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی طرح بحیثیت جماعت تسلیم نہیں کیا تا آنکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری اختیار کرلی اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کردی۔تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور پوری امت اسلامی نے اس کو صحیح خلافت مان لیا۔

بعد کے بعض مفکرینِ اسلام اپنے خاص نظریات اور مخصوص شیعی رجحانات کی بنا پر طریقۂ کار کے اختلاف اور بعض دوسری نئی چیزوں کے انتخاب میں روشناس کیے جانے پر اموی خلفاء کے انتخاب کو غیر شوروی، غیر جمہوری اور غیر اسلامی قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے بیانات کے لیے صرف اختلافی آراء کا سہارا لیتے ہیں۔اسی طرح وہ اولین خلفاءِ ثلاثہ یا خلفاءِ اربعہ کے مختلف انتخابی طریقوں کو مثالی اور ناقابلِ تبدیل قرار دیتے ہیں۔ان کی فکر، استدلال، استنباط اور تمام فکری اور نظری کاوشیں بظاہر جاذبِ فکر ونظر ہیں مگر درحقیقت ہیں نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اموی خلفاء نے ایک خاص طریقۂ انتخاب کا استعمال مصالحِ امت کے تحت اور خالص فکرِ اسلامی کے مطابق کیا تھا۔ مصالحِ امت میں سب سے اہم یہ تھا کہ شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جیسی انتشاری کیفیت نہ پیدا ہو، ان کے طریقۂ انتخاب نے ایک عظیم نتیجہ یہ پیدا کیا کہ پھر کسی خلیفۂ وقت کے قتلِ ناحق کا ناشائستہ معاملہ پیش نہیں آیا۔ اس باب میں تمام باغی عناصر کی تمام ممکنہ تدابیر کا سدِ باب کر دیا گیا اور پھر کسی نے جرأتِ بغاوت ہی نہ کی۔ بنوامیہ میں خلافتِ اسلامی کا انحصار خاص حالات واحوال اور عناصر کی بنا پر ہوا تھا جن کی طرف دھیان نہیں دیا گیا، اول بنوامیہ قریش کے عظیم ترین اور طاقتور ترین خانوادے کی حیثیت رکھتے تھے اور وہ قریشی قوت کے ہی مظہر تھے۔ دوم بنوامیہ کو بہر حال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبتِ قرابت حاصل تھی، جو دوسرے خاندان ہائے خلافت کو رہی تھی۔ وہ بنوعبد مناف کے بزرگ تر خاندان کے اہم ترین طبقہ تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ مرکزِ طاقت بن چکے تھے جس کو امام ابن خلدون رحمہ اللہ قومی عصبیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کے سوا کسی اور کو یارائے خلافت ہی نہیں رہا تھا۔ اسی بنا پر حکمراں خلیفہ اپنے عہدِ خلافت ہی میں اپنے ولی عہد کو اور مروانی خلفاء نے بیک وقت دو دو ولی عہد کو نامزد کرنا شروع کر دیا تھا اور اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صحیح طریقۂ انتخاب اور صحیح طریقۂ تقرریٔ خلیفہ قرار دے کر سب کی بیعت کی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی رحمہ اللہ جیسے خلیفہ راشد نے اپنے پیشرو خلیفہ سلمان بن عبدالملک کے نامزد دوسرے ولی عہد یزید بن عبدالملک کی نامزدگی اور ولی عہدی بدلنے کو اسلامی دستور کے خلاف سمجھا تھا اور اپنا خاص ولی عہد مقرر کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

خلفاءِ اموی کے طرزِ زندگی، طرزِ حکومت اور طرزِ شریعت کے بارے میں بعض اختلافی آراء و بیانات کا سہارا لیا جاتا ہے اور اسی طرح شوریٰ کے اصول، مجلس شوریٰ اور اس کی تشکیل اور کارکردگی پر حرف گیری کی جاتی ہے، بیت المال، حقِ آزادی اور حقوقِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی اور نفاذِ شریعت کے بارے میں بھی ایک متنازعہ بحث کی جاتی ہے۔ ان سب کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ عہدِ اموی میں خلافتِ اسلامی نے ملوکیت وقیصریت کا چولا پہن لیا تھا۔ ان تمام مسائل ومعاملات پر بحث کی جاچکی ہے اور مزید تحقیق کر کے ان کے شیعی فکر کے تار و پود کو بکھیرا جاسکتا ہے۔ سرِ دست اس کا موقعہ نہیں ہے۔ صرف چند اصولی مباحث اور واقعاتی دلائل پیش کیے جاتے ہیں کہ اس اختتامیہ میں صرف ان ہی کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعتِ خیر ان تمام مسائل کی گتھی سلجھاتی ہے کہ وہ ہی کلیدِ شریعت واسلامیت تھی۔ متعدد خلفاء اموی کا طرزِ زندگی اور طرزِ حکومت خالص اسلامی تھا اور بعض نے تو سادگی اور عظمت کا امتزاج پیش کیا ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالملک رحمہ اللہ، حضرت ولید رحمہ اللہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور حضرت ہشام رحمہ اللہ کا نام پیش کیا جاسکتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت اپنی نصف دولت بیت المال کو دے دی تھی۔ ①

ان سب کی مجلسِ شوریٰ تھی اور وہ ان کے اپنے مشیرانِ برحق تھے اور کسی نے بھی استبدادی طریقہ اختیار نہیں کیا، بیت المال کو ہمیشہ ان اموی خلفاء نے مال اللہ ہی تسلیم کیا اور تمام تر نے نہ سہی بیشتر نے ایک حبہ اس سے نہ لیا۔ مسلمانوں کو عطایا اور قطائع (زمینی/آراضی کے عطیات) کا سلسلہ بھی سابق خلفاء کی مانند اسلامی ہی رہا، حقوقِ اسلامی اور نفاذِ شریعت میں ایک رتی برابر قصور نہیں کیا گیا۔ فکری، فقہی اور نظری اختلافات کا معاملہ دوسرا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بحیثیت جماعت ان کے تمام سیاسی، معاشی، تمدنی، تہذیبی اور اسلامی معاملات کی تصدیق کی اور خود خلفاء نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکابر کی آراء اور فیصلوں کی رعایت کی اور اپنے امراء کو ان کا پابند بنایا تھا۔

① ابن اثیر ۴/۸: دوسرے خلفاء کا طریقہ بھی یہی ملتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی نظامِ خلافت وحکومت دراصل خاص اصول اور بنیادی احکامِ شریعت پر استوار ہے، ان میں فروع، طریقۂ کار، طرزِ حکومت، تشکیلِ شوریٰ، انتظامِ مالیات، اور نفاذِ شریعت کے طریقے فروع ہیں، اولین خلافتِ راشدہ میں بھی اصول و احکام سے فروع وطُرق کا اختلاف و امتیاز واضح طور سے ملتا ہے، لہٰذا ہر دورِ خلافت میں وہ مختلف رہے اور اسی طرح اموی خلافت میں بھی ان کے طُرق وفروع کا اختلاف ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصول واحکام اور فروع وطُرق کے فرق کو سمجھتے تھے، لہٰذا وہ اموی خلافت کے مؤید ہی نہ تھے بلکہ معاون بھی تھے۔

بعد کی اسلامی تاریخِ خلافت سے اس وقت بحث نہیں کہ طولِ کلام اور تکرارِ مطالب ہوگا۔ موجودہ دور میں یا کسی بھی آنے والے زمانے میں خلافت اور حکومت کے احکام و اصول اور فروع وطُرق کا امتیاز رہے گا، اب خلافتِ اسلامی کے انتخاب وتجدید، خلفاءِ اسلامی کے تقرر، ان کی ذاتی زندگی یا اجتماعی زندگی کے نظام وطرز، مالیات وانتظامیہ، عدلیہ ومقننہ اور تمام دوسرے شعبوں کے طریقے بدل جائیں گے اور وہ ملک و وقت کے حالات اور تقاضوں اور مصالحِ امت کے مطابق ہوں گے، حضرات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے طُرقِ انتخاب میں سے کوئی بھی اختیار نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ان جیسی طرزِ زندگی اور طرزِ حکومت اختیار کی جاسکتی ہے۔ خلافت وخلیفہ کا انتخاب شوریٰ سے ہوگا کہ وہ اصل وحکم ہے اور انتظامیہ کا ڈھانچہ قوانین کے مطابق مرتب ہوگا کہ قانون کی بالادستی اصل اصول ہے۔ خلیفہ، خلافت اور حکومت کے اختیارات بھی محدود اور پابندِ سلاسل ہوں گے۔ صرف دو بنیادی اصولوں کی کارفرمائی ہوگی: ایک قانونِ الٰہی کے مطابق حکومت کی تشکیل وترتیب اور دوم شریعت کا نفاذ۔ باقی سب طریقے اور فروع ہیں اور وہ دوسری شکل کے ہوں گے۔ یہی اسلامی اور اموی خلافت کے بنیادی معالم تھے جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں اصول اور فروع کا فرق و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امتیاز ثابت کیا تھا۔

اموی خلفاء کی اتباعِ شریعت اور ان کے امراء کی پابندیٔ سنت کے بہت سے واقعات ہیں۔ان کو ان ہی جانبدارانہ اور معاندانہ تاریخوں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے اور حدیث وسنت میں تو ان کا ایک عظیم ذخیرہ ہے ان میں سے اہم روایات واحادیث کو مَیں ایک خاص مضمون میں شائع کر چکا ہوں، ان کا خلاصہ صرف یہاں پیش ہے، نمازوں کی تاخیر یا اماتتِ صلوٰۃ، خطبہ میں تاخیر یا تقدیم، مناسکِ حج کی ادائیگی میں اختلاف، مالِ غنیمت میں سے سونے اور چاندی اور جواہرات کی خمس میں لینے کی روایت، قضا اور فیصلے میں احکام پر نزاع اور ان تمام معاملات میں اموی خلفاء وامراء کا طریقہ تنوع واختلافِ سنن پر مبنی تھا اور وہ اپنی فکر ومسلکِ فقہی کے مطابق کسی نہ کسی سنت وحدیث ہی پر عامل تھے۔ان کا یہ اختلاف یا معاملہ غیر شرعی نہیں تھا بلکہ خالص فقہی اختلافِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مانند تھا۔بہت سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور بعد کے فقہاءِ امت نے ان کے ان اختلافی اور متنوع سنن پر مبنی طریقوں کی تائید کی ہے اور اسے خالص شریعتِ اسلامی پر مبنی بتایا ہے۔ ان میں روگردانی اور انحراف کا شائبہ تک نہ تھا۔اموی مخالف مورخین اور مفکرین اسلام نے چند روایات کا بہانہ بنا کر صورتِ حال کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔یہی کوشش روافض وخوارج نے عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم دونوں کے بارے میں کی ہے اور یہ غیر اسلامی روش ہے۔

اتباعِ شریعت اور نفاذِ قانونِ اسلامی میں کسی خاص فقہی امام یا مسلک کی پیروی ضروری نہیں ہے، وہ قرآن وحدیث اور کتاب وسنت کی کامل پیروی کا نام ہے۔حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور اموی خلفاء اسی پر عامل تھے۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، عبدالملک رحمہ اللہ، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور بعض دوسرے خلفاء اموی کے فتاویٰ اور افکار کو محدثین وفقہاء نے ''سنت'' کا درجہ دیا ہے۔ان میں عظیم امام حدیث وفقہ امام مالک رحمہ اللہ شامل ہیں اور ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی کتاب موطا اس کی شاہد ہے۔ صحیحین بالخصوص بخاری میں بھی اموی خلفاء بلکہ امراء کے اقدامات کو سنت وطریقۂ اسلامی کا درجہ دیا گیا ہے۔ بالخصوص رومی سلطنت کے خلاف اقدامات اور ان سے معاہدوں کے باب میں حضرت مسلمہ بن عبدالملک رحمہ اللہ وغیرہ کے معاہدوں کو اسلامی بین الاقوامی قانون کی حیثیت حاصل ہے۔ خالص دینیات میں بھی متعدد اموی آراء کو آج بھی استناد حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہلِ بیت کے سب وشتم کا بہت شور وغوغا مچایا جاتا ہے لیکن وہ محض پروپیگنڈا ہے، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سب وشتم کا کوئی ذکر کرتا ہے اور نہ حوالہ دیتا ہے۔ سلسلۂ سب وشتم تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شروع کیا گیا تھا۔ خلفاء وامراء اموی اپنے خطباتِ عام اور خطباتِ عیدین و جمعہ وغیرہ میں قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجتے تھے، اور ان کے خلاف لگائے گئے الزامات کی تردید کرتے تھے مگر اس سبّ وشتم عثمانی اور بعد میں امویوں پر لعن طعن کا مکروہ ذکر کوئی نہیں چھیڑتا۔

دشمنِ اسلام طبقات نے اس کو سبّ وشتمِ اہلِ بیت قرار دے کر ایک تیرے سے دو شکار کیے اور امویوں کو بدنام کر گئے اس سب وشتم کی بعض مثالیں بہت دلچسپ ہیں:

ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں کسی اموی امیر پر سب وشتم کا الزام لگایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔ موصوف نے بتایا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کہہ رہے تھے۔ صحابی جلیل نے فرمایا کہ یہ تو ان کے فضل و بزرگی اور محبت کا خطاب ہے، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ مجلسِ خلیفۂ معاویہ رضی اللہ عنہ میں حضرت زید بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر نقد کیا، حضرت زید تیمی رضی اللہ عنہ نے اپنے عصا سے ان کو مار کر زخمی کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے شیخِ قریش اور سیدِ اہل الشام کو زدوکوب کیا اور پھر حضرت بُسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب وشتم کیا اور وہ جناب زید کے نانا ہیں۔ (حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ ان کی ماں تھیں) اور فرزندِ فاروق لوگوں کے سردار ہیں، کیا وہ اس پر صبر کر سکتے تھے؟ اس طرح دونوں کو راضی کر لیا۔ دراصل یہی حلمِ معاویہ رضی اللہ عنہ اور حلمِ خلفاء وسادات تھا جس نے ہمیشہ توازن برقرار رکھا۔ ①

دراصل سماج اور معاشرہ میں بعض سیاسی، سماجی، اقتصادی معاملات حتی کہ بعض دینی/فقہی امور میں اختلاف ہو جاتا تھا جو اختلافِ آراء پر مبنی ہوتا تھا۔ وہ نقد ونظر کا معاملہ تھا۔ محض کسی ذات وشخص کے سب وشتم کا معاملہ نہ تھا۔ اس طرح کی آراء اور نقد ونظر کا سراغ تو تمام اکابر کے خطبات ونگارشات میں لگایا جا سکتا ہے۔ دراصل وہ اختلافِ فکر ونظر تھا، کردار کشی اور بہتان تراشی نہ تھی کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کا دورِ خیر تھا جو دورِ عدالت بھی تھا۔

(خلافتِ اموی خلافتِ راشدہ کے تناظر میں، از پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی رحمہ اللہ ص/252 تا 265)

مارماڈیوک پکتھال اور خلافت بنوامیہ وبنوعباس:

مشہور آسٹریلوی نومسلم اور محقق عالم دین علامہ محمد مارماڈیوک پکتھال بڑے کمال کے عالم گزرے ہیں۔ ان کا انگریزی ترجمہ قرآن مجید مشہور ومعروف ہے، جس میں انہوں نے قرآن کی بہت عمدہ ترجمانی کی ہے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ موصوف تاریخ پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ اپنے ایک خطبے میں انہوں نے بنوامیہ وبنوعباس کی خلافتوں پر بہت ہی جامع اور باریک بیں تبصرہ کیا ہے جو کہ ان کی تاریخ فہمی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے تاریخ کا نہایت دقت نظری سے منصفانہ وغیر جانبدارانہ مطالعہ کر رکھا تھا۔ موصوف اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں:

① ابن اثیر ۴/ ۱۲: امام ابن اثیر کے علاوہ امام ابن کثیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے خلفاء کے سوانحی خاکوں میں ایسی روایات نقل کی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سب وشتم کا ایک سلسلۂ تحریک تھا اور اس میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ ملوث تھے: ابن قتیبہ، کتاب المعارف، ۲۵۷ وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''امر واقع ہے کہ تاریخی طور پر اسلام بنی امیہ کا بہت کچھ مرہون منت ہے۔ بنوامیہ نے اسلام کی سادہ اور معقول و پسندیدہ عربی نوعیت کو برقرار رکھا۔ انہوں نے دمشق میں راعی و رعایا کے درمیان مروت و یگانگت کے وہی تعلقات قائم کیے جو خلافت مدینہ کے طغرائے امتیاز تھے۔''

اسی طرح موصوف خلافت عباسیہ کے بھی کافی مداح ہیں لیکن چونکہ ان کی تحقیق میں غیر جانبداری کا رجحان غالب ہے، اسی لیے خلافت بنوعباس کی کمزوری کی نشاندہی کرتے ہوئے بڑے لطیف نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

''۔۔کہ طالبعلم کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بنوعباس کی خلافت بنوامیہ کی سنیت اور فاطمیوں کی شیعیت کے درمیان ایک مفاہمت کی صورت تھی۔''①

اموی دورِ حکومت کا تاریخی تجزیہ از قلم مولانا عبیداللہ سندھی:

اموی دور سے متعلق اپنے قدیم نظریات سے رجوع کرتے ہوئے مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں:

''علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ ''السابقون الاولون'' کا دورِ اقتدار ختم ہوتا ہے اور اب عربوں کی قومی حکومت شروع ہوتی ہے۔ جب اسلام کی تحریک کی حفاظت عربوں نے اپنا قومی مسئلہ بنالیا تو ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے قریش کے جس خاندان کے ہاتھ میں اقتدار تھا وہ برسرِ عروج ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں کی قومی حکومت کی قیادت بنوامیہ کو ملی۔ خلافتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان عربوں کی قومی حکومت کا بہترین نمونہ تھی اور اس میں شک نہیں کہ وہ مسلمان عربوں کے بہت بڑے آدمی تھے۔ عام عربوں کا رجحان بنوہاشم کے مقابلہ میں امویوں کی طرف زیادہ تھا اور اس کے اپنے اسباب ہیں۔ خلافتِ راشدہ کے بعد امویوں کا اقتدار میں آنا، اموی دورِ اسلام کی بین الاقوامی تحریک کے ارتقاء کی ایک لازمی

① علامہ مارماڈیوک پکتھال، خطبات مدراس۔ مترجم شیخ عطاءاللہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کڑی کا حکم رکھتا ہے۔ ہمارے تاریخ نگاروں نے بنوامیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور بنوامیہ کے سیاسی مخالفوں نے بھی جو بعد میں ان کے تخت وتاج کے وارث بنے انہیں بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ پہلے ہم بھی بنوامیہ کے خلاف اپنے مؤرخوں کی باتیں پڑھ کر متاثر ہوجاتے تھے لیکن اب جو ہم نے دنیا کی انقلابی تحریکوں کا بغور مطالعہ کیا اور ایک انقلابی تحریک کو جن جن مراحل سے گذرنا پڑتا ہے، ان کو جانا تو ہم پر اموی دور کی اصل حقیقت واضح ہوگئی۔

ہم نے بنوامیہ کی غلطیوں کو تو خوب اچھالا لیکن ان کی حکومت کی جو اچھائیاں تھیں ان کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام لیا۔ بے شک امویوں نے اسلامی حکومت کو قومی اور عربی رنگ دیا لیکن انہوں نے اسلام کی بین الاقوامی فکر کو اپنی حکومت کے تابع نہ بنایا۔ چنانچہ عہدِ اموی میں اسلام کا سیاسی مرکز دمشق تھا لیکن ذہنی اور علمی مرکز مدینہ ہی رہا، دوسرے لفظوں میں اسلامی فکر کی بین الاقوامیت بحال رہی۔"①

کچھ زیرِ نظر کتاب کے بارے میں:

اس کتاب میں ہم نے پانچ اہلِ علم کے مضامین کو شامل کیا ہے جن کے نام ترتیب وار کچھ یوں ہیں:

۱۔ حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ

۲۔ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

۳۔ مولانا عبدالعلی فاروقی حفظہ اللہ

۴۔ مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی رحمہ اللہ

۵۔ مولانا مطلوب الرحمن ندوی نگرامی رحمہ اللہ

ساتھ ہی آخر میں چند قریبی احباب کے اصرار پر اپنے کچھ مضامین جو زیرِ نظر کتاب

① بشکریہ ماہنامہ ''دارالعلوم دیوبند'' ستمبر ۹۲ء، ماہنامہ الفرقان (لکھنؤ) ستمبر اکتوبر ۱۹۹۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے موضوع سے مناسبت رکھتے تھے اور مختلف اوقات میں لکھے گئے تھے، تہذیب و ترتیب دے کر ان کو بھی شاملِ کتاب کر دیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے اول جو مضمون شاملِ کتاب کیا گیا ہے وہ محقق العصر حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کا ایک مختصر رسالہ ''اسلامی خلفاء وملوک اور تاریخِ اسلام سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ'' ہے۔ چونکہ درحقیقت اس کتاب کی ترتیب و اشاعت کا محرکِ اوّل حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کا یہی رسالہ بنا تھا، اسی سبب سے اس کتاب کا نام بھی حافظ صاحب کے رسالے کے نام پر رکھا گیا ہے۔ حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کا یہ رسالہ دراصل ان کا ایک مقالہ تھا جو کہ ۱۹۸۰ء کی دہائی کے وسط میں ہمدرد فاؤنڈیشن کے تحت منعقدہ تیسرے مذاکرۂ ملی میں پڑھا گیا تھا جس کو بعد میں دار الدعوۃ السّلفیہ لاہور نے ایک مختصر رسالے کی شکل میں شائع کیا۔ سب سے پہلے تو یہ عرض کر دیں کہ اس رسالے کی پہلی خوبی اس کا اختصار اور جامعیت ہے۔ جن مباحث اور افکار کے لیے ایک ضخیم کتاب درکار ہو سکتی تھی، حافظ صلاح الدین یوسف جیسے صاحب علم نے انتہائی جامعیت کے ساتھ ان کو ۶۶ صفحات پر مشتمل ایک مختصر مقالے میں سمو دیا۔ یہ رسالہ اپنی پہلی سطر سے لے کر آخری سطر تک نہ صرف نہایت دلچسپ ہے بلکہ اسلامی نظامِ حکومت اور اسلامی خلفاء وملوک سے متعلق بہت ہی وقیع معلومات بھی بہم پہنچاتا ہے۔ حافظ صاحب اس مقالے کا آغاز ''اسلامی ریاست کی تشکیل کا صحیح طریقہ'' کی سرخی سے کرتے ہیں جس میں وہ حکومتی سطح پر ایک ایسے ادارے کی تشکیل کا مطالبہ کرتے ہیں جس میں ایک طرف اعلیٰ درجے کے ایسے اہل علم شامل ہوں جنہیں قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کا گہرا درک حاصل ہو تو دوسری طرف اس طور کے جدید تعلیم یافتہ افراد شامل ہوں جو جدید مسائل کا بھرپور ادراک رکھتے ہوں اور قلب و ذہن کے لحاظ سے خالص مسلمان اور ہر طرح کے مغربی افکار کی مرعوبیت سے عاری ہوں، تاکہ ان ہر دو گروہ اہل علم افراد پر مشتمل یہ ادارہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست سے متعلق درست منہج کی طرف عوام کی رہنمائی کر سکے اور ان کو پیش آمدہ جدید مسائل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں حل پیش کر سکے۔ اس تمہید کے ساتھ حافظ صاحب ''موجودہ مسلمان مملکتوں کے حکمرانوں کا طرزِ عمل'' کے عنوان کے تحت ان کی اسلام بیزاری اور اسلام کو نقصان پہنچانے والے اقدامات پر سخت شکوں کناں نظر آتے ہیں۔ اس سرخی کے تحت حافظ صاحب نے جو مقدمہ پیش کیا ہے وہ پڑھنے لائق ہے۔

آگے جا کر حافظ صاحب ''بعض مفکرین کی خامیاں اور کوتاہیاں'' کی سرخی قائم کر کے اسلامی ریاست کے قیام اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنے والے مفکرین کی مساعی کی تہہ دل سے تحسین کرنے اور معترف ہونے کے ساتھ ساتھ پورے احترام کے ساتھ ان سے اختلاف کرتے ہیں کہ موجودہ دور کے جمہوری نظام سے مرعوب ہو کر ان مفکرین نے ملوکیت یا بادشاہت کو نہایت مذموم شے باور کروانے پر اپنی محنتیں صرف کر رکھی ہیں اور ایسا کرتے ہوئے یہ اصحاب خلفائے اربعہ اور امیر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے علاوہ تمام خلفاء وسلاطین سے سخت نالاں نظر آتے ہیں اور ان کا ذکر ناگوار انداز میں کرتے ہوئے ان کے دورِ حکومت کو جاہلی حکومتیں باور کرواتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ صاحب ''خلافت وملوکیت'' کے عنوان سے ایک بھرپور بحث کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ اسلام کا اصل سیاسی نظام مباح ہے۔ شریعت کو اس سے قطعی بحث نہیں کہ نظام سیاسی کی ہیئت ترکیبی کیا ہوگی، سرِ حکومت کیسے برسرِ اقتدار آئے گا اور مختلف النوع معاشروں کو اسلامی برادری کے ایک رشتے میں کیسے منسلک کیا جائے گا۔ اللہ نے مسلمانوں سے جس خلافت کا وعدہ کیا تھا، اس میں یہ نہیں بتایا کہ اس کا دستورِ اساسی کیا ہوگا، وہاں الفاظ ہیں ''کما استخلف الذین من قبلھم '' (جیسے ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی)۔ دنیا میں حکومت کی جتنی اور جیسے بھی صورتیں رائج چلی آ رہی ہوں گی ویسی ہی مسلمانوں کی حکومت بھی ہوگی، فرق صرف اتنا ہوگا کہ اس حکومت کا مقصد دین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برپا کرنا ہوگا اور اس کے قوانین ایسے لچکدار ہوں گے کہ دنیا کی ہر قوم ان کے تحت زندگی بسر کر سکے۔ اگر ملوکیت یا بادشاہت واقعی کوئی مذموم شے ہوتی تو یہ بات کیسی عجیب ہے کہ پوری تیرہ صدیوں میں اسلامی بادشاہتیں قائم رہیں لیکن عہد خیر القرون سمیت کسی دور میں بھی علمائے امت نے اس نظام حکومت کو نشانہ تنقید یا ہدف ملامت نہیں بنایا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں علمائے حق گزرے ہیں، ان کی موجودگی میں بادشاہی نظام قائم رہا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں ایسا ہوا، تابعین و تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں فقہاء و محدثین کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے جنہوں نے مختلف مواقع پر مختلف کاموں پر خلفائے اسلام کو ٹوکا لیکن ان میں سے کسی نے خلیفہ کو اپنے بعد اپنے بیٹے کو نامزد کرنے پر نہیں ٹوکا، کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ نظام حکومت صحیح نہیں ہے۔تو پھر ہمارے موجودہ زمانے کے مفکرین کی یہ خامہ فرسائی کہ ملوکیت و بادشاہت سرتاپا مذموم ہے جس کے بانی ایک جلیل القدر صحابی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھے جن کے عہد حکومت کے اختتام تک اسلامی حکومت کی تمام امتیازی خصوصیات مٹ چکی تھیں، سخت گمراہ کن نظریہ ہے، جس کی تبلیغ و اشاعت سے اسلاف سے بدظنی کے علاوہ اور کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہونا۔ ملوکیت کے مباح ہونے کی تائید میں حافظ صاحب مختلف علماء و مورخین کے تائیدی اقوال بھی ساتھ ساتھ نقل کرتے جاتے ہیں۔

تاہم قاری کو کسی قسم کا التباس نہ ہو کہ شاید حافظ صاحب خلافت راشدہ اور مابعد کی حکومتوں کو بالکل یکساں قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں، حافظ صلاح الدین یوسف صراحت سے بحث کرتے ہیں کہ بلاشبہ خلافت راشدہ میں خلفائے راشدین کا اسلامی کردار جتنا شفاف اور بے غبار تھا، بعد کے خلفاء و ملوک کا کردار بالعموم اس معیار سے فروتر ہی رہا لیکن یہ کہنا بھی سخت غیر درست ہے کہ خلافت راشدہ کے جاتے ہی جو حکومتیں آئیں وہ جاہلیت کی آئینہ دار اور اسلامی خصوصیات سے عاری تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انحطاط کا یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمل دورِ نبوت سے بعد کے ساتھ بتدریج ہوا اور جیسے جیسے بُعد بڑھتا گیا اور زمانہ گزرتا گیا یہ انحطاط بھی بڑھتا گیا لیکن یہ زوال وتنزل صرف نظام سیاست میں ہی نہیں آیا بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں آیا جس میں اخلاق ومعاشرت کو بھی اتنا ہی دخل رہا جتنا سیاست کو۔

آگے جا کر ''مطلوب ونامطلوب'' کی بحث قائم کر کے حافظ صلاح الدین صاحب صراحت سے ثابت کرتے ہیں کہ کوئی بھی نظام حکومت مطلوب یا نامطلوب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا استعمال اس کو مطلوب یا نامطلوب ٹھہراتا ہے۔ اگر ملوکیت کے زیر اثر آنے والا حکمران عمر بن عبدالعزیز جیسا متقی انسان ہو تو یہی ملوکیت مطلوب ٹھہرتی ہے جبکہ اگر خلافت کے شوروی نظام کے تحت آنے والا شخص موجودہ حکمرانوں جیسا کرپٹ نکل جائے تو وہی خلافت مذموم ہو جائے گی۔ نظام حکومت کا مطلوب ونامطلوب ہونا، حکمران مقرر کرنے کے طریقے میں مضمر نہیں، بلکہ اس نظام حکومت کے نتائج میں مضمر ہے۔ ''دورِ حاضر کے مفکرین کا نقطہ نظر اور اس کے خطرناک نتائج'' کی سرخی قائم کرے حافظ صاحب ثابت کرتے ہیں کہ ان اصحاب کا قائم کردہ مقدمہ اس بات پر منتج ہوتا ہے کہ اسلامی نظام حکومت ایک طرح کا ناقابل تنفیذ نظام حکومت ہے جو کہ صرف تیس سال میں ہی غیر پائیدار ثابت ہو گیا اور جو نبی یہ نظام حکومت لایا تھا اس کے اپنے تربیت یافتہ اصحاب نہ صرف اس کو چلانے میں سخت ناکام رہے بلکہ ان کے ہاتھوں ہی یہ نظام حکومت اپنی موت مر کر ملوکیت جیسے ''مذموم'' نظام میں تبدیل ہو گیا۔ اسی منطقی سوچ کا نتیجہ ہے کہ یہ مفکرین پوری بیباکی ودلیری کے ساتھ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہم کے کردار کو مجروح تاریخی روایات کے تحت بری طرح مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔ جبکہ مستشرقین یہ باور کروانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اسلامی نظام قائم نہیں کر سکے تو آج کے یہ داعی بھلا کیا کر سکیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آگے جاکر ''بگاڑ کے اسباب'' کے عنوان کے تحت انتہائی عالمانہ اور منطقی بحث قائم کر کے حافظ صاحب صراحت سے ثابت کرتے ہیں کہ اس بگاڑ کی اصلی وجہ عربی کے اس مقولے میں پنہاں ہے کہ اعمالکم عُمّالکم یعنی جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے حکمران تم پر مسلط ہوں گے۔ دورِ نبوی ﷺ سے دوری کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرے میں بحیثیت مجموعی تنزل و انحطاط واقع ہوتا رہا جس کا دائرہ کار اخلاقیات و معاشرت سے لے کر معاشیات و سیاسیات تک محیط تھا۔ جبکہ ہمارے موجودہ مفکرین کی بنیادی غلطی یہ رہی کہ ان کے نقطہ نظر سے بگاڑ صرف سیاست میں آیا جبکہ بگاڑ ہر شعبہ زندگی میں اپنی تدریجی رفتار سے آیا جس کے اثرات سیاست پر بھی پڑے۔

مزید آگے جاکر حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ اس مضمون کی سب سے دلچسپ بحث بعنوان ''موجودہ حالات میں کیا جمہوریت ہمارے لیے موزوں اور مناسب ہے؟'' قائم کرتے ہیں۔ اس عنوان کی بابت یہاں کچھ عرض کرنا مزا کرکرا کرنے کے مترادف ہی ہوگا۔ قارئین خود یہ بحث پڑھیں اور سر دھنیں کہ کیا ہی عمدہ مبحث قائم کر کے حافظ صلاح الدین یوسف اسلامی نظامِ حکومت کے لیے ایک بہترین لائحہ عمل تجویز کرتے ہیں۔ آخر میں ''موجودہ ملکی حالات سے متعلق چند باتیں'' کے تحت اپنی گزارشات قارئین کے سامنے رکھ کر حافظ صاحب اس نصیحت کے ساتھ مقالے کا اختتام کرتے ہیں کہ اصل ضرورت بحیثیت قوم اپنا رخ بدلنے کی ہے۔ حکمرانوں کو کوسنا، اور ہر غلط چیز کے لیے بیوروکریسی وغیرہ کو موردِ الزام ٹھہرانا کوئی حل نہیں ہے۔ یہ حکمران یہ بیوروکریٹ کوئی آسمان سے نہیں ٹپکے۔ یہ ہم آپ میں سے ہی اوپر اٹھ کر آتے ہیں۔ جب قوموں کا مجموعی مزاج ہی زوال کا شکار ہو تو پھر ان پر عمال و حکمران بھی بداعمال ہی مقرر ہوتے ہیں۔ سو اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ بحیثیت فرد، بحیثیت قوم ہم اسلامی قوانین اور اخلاقی ضابطوں کی پابندی کریں اور اللہ اور رسول ﷺ کی بغاوت کا وہ راستہ چھوڑ دیں جس پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس وقت ہماری پوری قوم گامزن ہے۔

المختصر حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کا یہ مضمون اپنے موضوع پر بہت ہی وقیع و جامع ہے۔جس کا مطالعہ دین کے ہر طالب علم کو لازمی کرنا چاہیے اور اسی خیال کے پیشِ نظر ہم نے اپنے اس مجموعۂ مضامین میں اس مضمون کو سب سے پہلی جگہ پر رکھا ہے۔

دوسرے نمبر پر شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کا مضمون ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کی ولی عہدی'' شاملِ کتاب کیا گیا ہے۔ یہ مضمون مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کی نگارشات پر مشتمل ہے جو ایک سائل کا استفسار کہ ''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل کیا غیر مستحسن نہیں کہ انہوں نے یزید جیسے فاسق و فاجر کو خلافت کے لیے نامزد فرمایا'' کے جواب کے طور پر آپ نے رقم کیا تھا۔ اولاً یہ مضمون مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کے مجموعہ مکتوبات کی جلد اول میں شائع ہو چکا ہے۔تاہم شیخ الحدیث علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے اپنے زیرِ ادارت نکلنے والے مجلّہ ''رحیق'' جون ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں اس مضمون کی افادیت کے پیشِ نظر اس کو مختصر تعلیقات وحواشی کے ساتھ دوبارہ شائع کیا تھا۔اس مضمون پر علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے حواشی نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے اور مضمون کے ساتھ ان حواشی کے مطالعہ سے یزید بن معاویہ کی ولایتِ عہد سے متعلق خارزار و پیچیدہ مبحث نہایت آسانی سے قاری کے ذہن میں پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ کر دیتا ہے۔ پس اسی سبب ہم نے مناسب سمجھا کہ اس مضمون کو جدید کمپیوٹرائز کمپوزنگ کروا کر از سرِ نو شائع کیا جائے تاکہ اس سلسلے میں وارد ہونے والے ہر طرح کے شکوک کا ازالہ ہو سکے جن کو بنیاد بنا کر بعض کم علم و کج فہم حضرات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند جناب یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کی جناب میں سوءِ ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ جیسی علم دوست شخصیت نے بلا امتیازِ مسلک ہر عالم کی تحریروں سے نا صرف استفادہ کیا بلکہ اپنے خرچ پر اہم علمی کاموں کی بازیافت کی سعی بھی کرتے رہے۔مجلہ رحیق بھی ان کی اس علم دوستی کی ایک مثال تھا، جس کا اجراء اکتوبر ۱۹۵۶ء میں کیا گیا۔ جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا مقصد نہ صرف اسلام کی تبلیغ و اشاعت تھی بلکہ اسلام اور اہل اسلام پر حملوں کی علمی اور سنجیدہ طریقوں سے مدافعت بھی اس کے اہم مقاصد میں شامل رہا۔ دینی صحافی حلقوں میں ماہنامہ ''رحیق'' کا بڑا خیر مقدم کیا گیا۔ لیکن یہ مجلہ صرف تین سال جاری رہا ہے اور مالی مشکلات کی وجہ سے جولائی ۱۹۵۹ء کے بعد اس کی اشاعت موقوف کر دی گئی۔

تیسرے نمبر پر امام اہل سنت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی مرحوم کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے مولانا عبدالعلی فاروقی کا مضمون ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کی ولی عہدی'' اپنے سے ماقبل مضمون سے مشابہت کے ضمن اور اس کے تکملہ کے طور پر شاملِ کتاب کیا جا رہا ہے۔ یہ مضمون دراصل مولانا عبدالعلی فاروقی کی کتاب ''تاریخ کی مظلوم شخصیات'' سے ماخوذ ہے جو الگ سے ایک مضمون کی شکل میں علامہ عتیق الرحمٰن سنبھلی کی کتاب ''واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر'' کے جدید ایڈیشن کے حصہ دوم کی ابتداء میں شامل کیا گیا تھا۔ ہم نے اپنی کتاب میں یہ مضمون علامہ عتیق الرحمٰن سنبھلی کی مذکورہ کتاب سے ہی اخذ کیا ہے جو کتابِ ہذا کے صفحہ ۳۱۱ سے لے کر صفحہ ۳۲۳ تک محیط ہے۔

چوتھے نمبر پر مولانا ابو ریحان عبدالغفور سیالکوٹی کے دو مضامین بنام ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کی بنیاد کیا تھی؟'' اور (یزید بن معاویہ کا فسق و فجور) ''خط بنام مولانا امین صفدر اوکاڑوی'' بذیل کردارِ یزید شاملِ کتاب کیے گئے ہیں۔ یہ دونوں مضامین فضیلۃ الشیخ حافظ عبید اللہ حفظہ اللہ کی اجازت سے ان کے والد کی کتاب ''دفاعِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ'' سے اخذ کیے گیے ہیں اور ان کو جوں کا توں مع مرتب کے حواشی کے شاملِ کتاب کر دیا گیا ہے۔ مولانا ابو ریحان عبدالغفور سیالکوٹی مرحوم کا نام علمی طبقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل تھے جہاں آپ نے مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا محمد ادریس میرٹھی، مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی، مولانا فضل محمد، مولانا بدیع الدین الزماں اور مولانا محمد مصباح اللہ شاہ جیسے جید اکابر دیوبند سے تلمذ اختیار کیا۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں آپ کو مولانا محمد یوسف بنوری کے ساتھ حج کی سعادت بھی نصیب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی۔ کچھ سال آپ مولانا محمد کاندھلوی کی معروف درسگاہ جامعہ شہابیہ سیالکوٹ میں بطور صدر مدرس شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد تادم مرگ آپ جامعہ فاروقیہ راولپنڈی سے منسوب رہے جہاں آپ کا تقرر بطور شیخ الحدیث ہوا تھا۔ مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تاریخ سے متعلق آپ کو خاص درک حاصل تھا اور اس سلسلے میں نہایت نپی تلی گفتگو کرنے کے قائل وفاعل تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملات سے متعلق آپ سکوت کے قائل تھے اور دونوں بزرگانِ دین کو اپنے اپنے موقف میں حق پر جانتے تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا کربلائی موقف آپ کے نزدیک ازاول تا آخر بالکل صحیح اور مطابقِ قواعدِ شرعیہ تھا، خواہ یزید فاسق ہو یا عادل، آپ کے نزدیک دونوں صورتوں میں حسینی موقف کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسی طرح یزید کی بابت آپ کا نظریہ لا نحبه ولا نسبه والا تھا۔ جنگِ صفین سے متعلق بھی آپ کی کتب میں کثرت سے تصریحات موجود ہیں کہ مابعد امت کو کوئی حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ ومعاویہ رضی اللہ عنہ دونوں میں سے کسی کی جانب خطائے اجتہادی منسوب کریں۔ اس ضمن میں آپ نے کئی مضامین اور چند ایک کتب بھی لکھیں۔ انہیں میں سے ایک کتاب ''دفاعِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ'' ہے۔ جس سے ہم نے متذکرہ دونوں مضامین اپنی اس کتاب میں شامل کیے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں پانچواں مضمون جلیل القدر عالم ومصنف مولانا مطلوب الرحمٰن ندوی نگرامی کے قلم سے ہے جو آج سے نصف صدی سے زائد عرصہ قبل مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کے بنو امیہ کے حوالہ سے ایک تنقیدی مقالہ کے جواب میں ''تصویر کا دوسرا رخ'' کے عنوان سے رقم کیا گیا تھا۔ قصہ کچھ یوں تھا کہ مولانا مناظر احسن گیلانی نے ایک سلسلۂ مضامین بنام ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی'' (1) کے عنوان سے الفرقان میں لکھنا

(1) حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی سے متعلق بھی مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کی پیش کردہ تفصیلات محتاجِ ثبوت اور غیر ثابت روایات پر مبنی ہیں۔ اس سلسلے میں درست موقف جاننے کے لیے حارث پبلی کیشنز سے شائع ہونے والی مولانا علی احمد عباسی مرحوم کی کتاب ''سیرتِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (اتہام شیعیت کی حقیقت)'' ملاحظہ کی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شروع کیا تھا جس میں بنوامیہ کی حکومت کے بارے میں مولانا مرحوم کا قلم بہت تیز چلا۔ شبلی اسکول کے فاضل مولانا مطلوب الرحمٰن ندوی نگرامی مرحوم نے اس پر ''تصویر کا دوسرا رخ'' کے عنوان سے تعاقب فرمایا کہ مولانا نے بنوامیہ کی یک رخی تصویر پیش کی ہے اور وہ بھی جذباتی مبالغے کے ساتھ۔ مولانا مطلوب الرحمٰن مرحوم کا یہ مضمون اپنے مدلل مندرجات اور آسان فہم طرزِ استدلال کے سبب خاصے کی تحریر ہے جو تاریخِ اسلامی سے متعلق کئی اہم گوشوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اسی سبب مناسب خیال کیا گیا کہ اس وقیع مضمون کو بھی اس کتاب کا حصہ بنا دیا جائے۔ مضمون ہذا ''الفرقان۔ لکھنؤ'' کے ستمبر و اکتوبر ۱۹۹۲ء کے شمارے میں دوبارہ شائع کیا گیا تھا۔ ہماری اس کتاب میں اس مضمون کا ماخذ الفرقان کا مذکورہ شمارہ ہی ہے۔

ان پانچ اہل علم کے وقیع مضامین کے بعد اس احقر کے چند مضامین بھی موضوع سے مناسبت رکھنے کے سبب شاملِ کتاب کیے گیے ہیں جن کے عنوانات قارئین فہرست میں اور تفصیلات کتاب میں ملاحظہ کرلیں گے ان شاء اللہ۔ ان کی بابت مقدمہ میں کچھ عرض کرنا موجبِ طوالت و اضاعتِ وقت سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔ پس ان چند مضامین کے مجموعہ کی صورت میں یوں یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں آج موجود ہے۔

اس کتاب کی طباعت کے سلسلے میں سب سے پہلے تو اس اللہ عزوجل کے حضور شکر گزار ہوں کہ اس مالک نے اس احقر کو اس قابل بنایا کہ وہ یہ کام کر سکے۔ اگر اس کی مدد شاملِ حال نہ ہو تو کوئی کام ممکن نہیں۔ اسی کے کرم سے یہ کام ہوسکا ہے اور اس کام کی ہر اچھائی صرف اسی ذاتِ باری تعالیٰ کے سبب سے ہے۔ اس مالک کُل کے شکریہ کے بعد اپنے عزیز دوست راشد جمال قریشی، محمد صہیب نذیر صاحب اور بلال احمد راؤ کا شکریہ ادا کروں گا کہ ان کے تعاون کے بغیر یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچنا ناممکن تھا۔ ان کی ہمت اور ساتھ رہا کہ یہ کام ہوسکا۔ اللہ اس دوستی اور ساتھ کو ہمیشہ بنائے رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس علم دوستی کے لیے انہیں بھرپور جزا سے نوازے اور اس جذبے وسعی کو ان کے لیے توشۂ آخرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنائے۔ ساتھ ہی ہم اپنے نہایت فاضل، محترم اور محبت کرنے والے دوست جناب شہباز عالم انصاری کے بھی نہایت شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اپنے مصروف اوقات میں سے اس کتاب کے لیے وقت نکالا اور نہایت دقّتِ نظری سے کتاب کی نہ صرف پروف ریڈنگ کی بلکہ اغلاط کو بھی پوری جانفشانی کے ساتھ درست فرمایا۔ اللہ اس تھکا دینے والے کام کے لیے ان کو جزائے خیر سے نوازے۔ یہ احقر ہمیشہ ان کا ممنون رہے گا کہ جب بھی اس کو اُن سے کسی طور کی مدد وتعاون درکار رہوا، شہباز صاحب ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ موجود رہے۔ اللہ ان کو دین و دنیا میں بہتیرا ترقیاں نصیب کرے اور ان کے لیے دونوں جہانوں میں آرام و سکون کا بندوبست کرے۔ اسی طرح اس کتاب کی اشاعت میں اور بھی چند احباب کی خصوصی مدد شاملِ حال رہی لیکن کیا کروں ان کی درویشانہ صفت کا کہ انہوں نے اپنے ناموں کا تذکرہ کرنے سے سختی سے منع کر رکھا ہے، اسی لیے ان کا نام لیے بغیر ہی ان کی جناب میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔

کسی بھی کام میں کمال صرف اس ذاتِ بے ہمتا کو ہی سزاوار ہے، مخلوق کا کام تو غلطیوں سے پُر ہوتا ہے۔ پھر بھی اپنے تئیں پوری کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں کوئی غلطی کوئی کمی نہ رہ جائے، اسی لیے بعض تسامحات کی حاشیوں اور مراجعات کے ذریعے تصحیح کرنے کی کوشش بھی کی ہے، تاہم اس کے باوجود اگر کوئی کمی یا غلطی رہ جائے تو قارئین سے التماس ہے کہ اس بابت مطلع فرمائیں، ان شاء اللہ ایجابی طریق سے آئی ہر تنقید کو سر آنکھوں پر رکھا جائے گا۔

محمد فہد حارث

ڈائریکٹر حارث پبلی کیشنز

دبئی، متحدہ عرب امارات

۴ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ

۲۰ نومبر ۲۰۲۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی خلفاء وملوک اور تاریخ اسلام سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

از قلم: حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذہنی مرعوبیت کی انتہاء

ایک نکتہ داں شخص نے کس قدر سچ کہا کہ:

’’ہم کو صرف یہی رونا نہیں ہے کہ ہمارے زندوں کو یورپ کے زندوں نے مغلوب کر لیا ہے بلکہ یہ رونا بھی ہے کہ ہمارے مردوں پر بھی یورپ کے مردوں نے فتح پالی ہے۔

ہر موقع اور ہر محل پر جب شجاعت، ہمت، غیرت، علم وفن غرض کسی کمال کا ذکر آتا ہے تو اسلامی ناموروں کے بجائے یورپ کے ناموروں کا نام لیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ قوم سے قومی حمیت کا مادہ بالکل جاتا رہا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جدید تعلیم میں ابتداء سے اخیر تک اس بات کا موقع ہی نہیں ملتا کہ اسلاف کے کارناموں سے واقفیت حاصل کی جائے، اس لیے جب خصائل انسانی کا ذکر آتا ہے تو خواہ مخواہ انہی لوگوں کا نام زبان پر آتا ہے جن کے واقعات کی آوازیں کانوں میں گونج رہی ہیں اور وہی یورپ کے نامور ہیں۔‘‘

علامہ شبلی نعمانی مرحوم

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

''اسلامی ریاست کا تصور'' یہ موضوع آج کل عام ہے جس پر اپنے اور بیگانے داد تحقیق دے رہے ہیں۔ ہمدرد فاؤنڈیشن نے بھی اپنے اس تیسرے مذاکرۂ ملی میں اس موضوع کو منتخب کیا ہے۔ اور اہل علم وفکر کو دعوت دی کہ وہ اپنے نتائجِ فکر اس مذاکرے میں پیش کریں۔

عام خیال یہ ہے کہ تصورِ ریاست اسلامی خاصا مبہم اور غیر واضح ہے جس کی توضیح وتفسیر عصرِ حاضر کی شدید ضرورت ہے۔ ہمدرد فاؤنڈیشن نے بھی اس نقطۂ نظر کے ساتھ اہل علم کو دعوت فکر دی ہے۔

راقم کو اس نقطۂ نظر سے قدرے اختلاف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جدید زندگی نے جو وسعت اختیار کر لی ہے اور اسکی وجہ سے جو پھیلاؤ نظمِ حکومت اور کاروبارِ مملکت میں آ گیا ہے، اس کا تصور بھی چند صدیوں قبل نہیں کیا جا سکتا تھا، اس لیے نئے نئے اداروں کی تشکیل، ان کی بوقلموں نوعیتوں اور گوناگوں ذمہ داریوں کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت ازبس ضروری ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ اسلام ایک ابدی مذہب ہے جسے قیامت تک باقی رہنا ہے۔ اس لیے اس میں ایسے واضح اصول موجود ہیں جو ہر دور کے نت نئے تقاضوں کی تکمیل کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ان کی روشنی میں جدید دور کے مسائل اور ان کی پیچیدگیوں کا حل نکالا جا سکتا ہے۔

اسلامی ریاست کی تشکیل کا صحیح طریقہ:

اس لیے اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ حکومتی سطح پر ایک ایسا ادارہ معرضِ وجود میں آئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس میں ایک طرف اونچے درجے کے وہ اہل علم شریک ہوں جنہیں قرآن وحدیث کا پورا علم ہواور فقہ اسلامی میں وہ گہری نظر رکھتے ہوں۔ اور دوسری طرف ایسے جدید تعلیم یافتہ افراداس میں شامل ہوں جو جدید مسائل کا ادراک اوران کی پوری تفصیلات کا صحیح علم رکھتے ہوں۔قلب وذہن کے لحاظ سے خالص مسلمان ہوں اور مغربی افکاروتصورات سے ان کے دماغ مرعوب اور تہذیب مغرب کی چکاچوند سے ان کی آنکھیں خیرہ نہ ہوں۔ بالفاظِ دیگراقبال کی زبان میں علماء ابلہ مسجد یا ملائے مکتب نہ ہوں۔اورانگریزی تعلیم یافتہ حضرات ''تہذیب کے فرزند'' نہ ہوں۔ ادارے کے لیے وسیع لائبریری کا انتظام کیا جائے جس میں جدید وقدیم تمام ضروری لٹریچر موجود ہو۔

یہ ادارہ ہراہم مسئلے پرغور کرےاورقرآن وحدیث اورفقہ اسلامی کی روشنی میں اس کا حل پیش کرے۔ یہی ادارہ جدید اداروں کی تشکیل اوران کی ذمہ داریوں کی تعین کرےاوریہی ادارہ اسلامی ریاست کےتصورکواجاگرکرے کہ اسے کن خطوط پراُستوار کیا جائے، پارلیمانی نظام حکومت زیادہ موزوں ہے یا صدارتی طرزحکومت؟ انتخاب کا طریق کارکیا ہو؟ بالغ رائے دہندگی کی بنیاد پرانتخاب ہو یا مخصوص اہلیت کے حامل افراد ہی کو ووٹ کا حق حاصل ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔کیونکہ اسلام نے حکومت کے مقاصداورحکمرانی کے اصول تو واضح طور پر بتلادیے ہیں۔لیکن حکومت کا کوئی ایک طریق کارمتعین نہیں کیا ہے،اس میں گنجائش رکھی گئی ہے تاکہ ہر دور کے مسلمان اپنے احوال وظروف کے مطابق طرزِ حکومت اختیار کرسکیں حتیٰ کہ اسلام میں شخصی حکومت اور بادشاہی نظام کی ممانعت کی بھی کوئی صریح دلیل موجود نہیں ہے(جیسا کہ آج کل عام لوگ اسے اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں)۔

موجودہ مسلمان مملکتوں کے حکمرانوں کا طرزِعمل:

لیکن بدقسمتی سے یہ صحیح طریق کارکسی بھی اسلامی ملک میں اختیارنہیں کیا گیااس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ یہ ہے کہ بجز سعودی عرب کے کوئی بھی اسلامی ملک اسلام کے نفاذ کے معاملے میں مخلص نہیں ہے۔ اسلامی ملکوں پر جو قیادت مسلّط ہے چاہے وہ فوجی ہے، یا جمہوری، عملاً دونوں سیکولر اور فاشسٹ ذہن کی حامل ہیں۔ سیکولر اس لیے کہ ہر حکمران اور اس کی انتظامیہ اپنے ملک اور معاشرے میں اسلامی تہذیب کے بجائے مغربی تہذیب کو فروغ دے رہی ہے اور مغربی فکر کے مطابق ہی تمام پالیسیاں تشکیل پاتی ہیں حتیٰ کہ تعلیمی پالیسی میں بھی مغربی ذہن ہی کارفرما ہے۔ اس لیے ہماری نوجوان نسل کی اکثریت اسلامی شعور سے بے بہرہ اور اسلامی تہذیب سے بیگانہ و برگشتہ ہے۔ اور مخلوط تعلیم کی لعنت ہر اسلامی ملک میں موجود ہے اور یہ حکومتیں فاشسٹ اس لیے ہیں کہ طرز عمل ان سب کا آمرانہ اور ڈکٹیٹرانہ ہے۔ مسلمان عوام اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں لیکن ہمارے اسلامی ملکوں کے ''مسلمان'' حکمران بہ جبر مسلم عوام کو اسلام سے دور لے جارہے ہیں، عوام کی مرضی اور رائے کے بالکل برعکس اپنی مرضی اور رائے ان پر مسلّط کر رہے ہیں۔ نتیجتاً ہمارے اسلامی ملک بڑی برق رفتاری کے ساتھ اسلامی تہذیب سے بیگانہ ہو رہے ہیں اور مغربی تہذیب کو اپنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوشاں ہیں۔ آہ۔۔! فَلْيَبْكِ على الإسلام من كان باكياً ۔۔ اسلام بے چارہ بہ زبان حال کہہ رہا ہے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

البتہ مسلم عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے چند ادارے ضرور اس قسم کے بنا رکھے ہیں جن کے نام اسلامی ہیں اور جن کو اسلامی تحقیق کے ادارے باور کرایا جاتا ہے جیسے ہمارے ملک میں ''اسلامی تحقیقاتی ادارہ'' ہے۔ ایک اسلامی نظریہ کونسل ہے، شرعی عدالتیں ہیں، وزارتِ اُمورِ مذہبی ہے اور وزارتِ حج و اوقاف ہے۔ ان پر بلا مبالغہ لاکھوں نہیں کرڑوں روپے سالانہ خرچ ہوتا ہے لیکن فائدہ ان کا ہر چند کہیں کہ ہے نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کا آئینہ دار ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ان اداروں میں کام کرنے والے علماء علمی وتحقیقی صلاحیتوں کے حامل نہیں ہیں۔ بعض ادارے بلاشبہ خالص علمی وتحقیقی کام کے لیے وقف ہیں، ان سے وابستہ اہل علم وفکر بھی ملک کی ممتاز اور نہایت برگزیدہ شخصیتیں ہیں۔ میری گفتگو کا اصل مقصد اور مدّعا یہ ہے کہ حکومت ان اداروں کے قیام میں مخلص نہیں ہے، اس لیے ان اداروں کے ذریعے سے اگرچہ اسلامی موضوعات پر مختلف تحقیقی کام سرانجام پا رہے ہیں لیکن اسلامی نظام کے قیام کی طرف کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی ہے جیسا کہ ان اداروں کے قیام کا مقصد یہی کچھ بتلایا جاتا ہے۔ اس لیے وہ خلا بدستور موجود ہے جس کا ذکر راقم کر رہا ہے۔ ہر حکومت کا مقصد محض وقت گزاری اور اپنے اقتدار کی مدّت کو طویل سے طویل تر کرنے کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ ۔

ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت

کے مطابق ہر آنے والا حکمران پچھلی کوششوں پر خطِ تنسیخ پھیر کر نئے سرے سے اپنی کوششوں کا آغاز کرتا ہے، نئے اداروں کا قیام عمل میں لاتا ہے۔ یا پرانے اداروں میں نئی روح پھونکنے کا عزم ظاہر کرتا ہے، نئے نئے کمیشن بٹھاتا ہے۔ اور بلند بانگ دعاوی سے ملک وقوم کا نقشہ بدل ڈالنے کی نوید سُناتا ہے لیکن کچھ عرصہ گزرنے پر، تمام تر دعاوی کے باوجود اور بہت کچھ اتھل پتھل کرنے کے باوصف، معلوم ہوتا ہے ۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا

حضرات محترم! میری اس تلخ نوائی پر شاید کچھ جبینیں شکن آلود ہو جائیں، کچھ چہرے خشمگیں ہوں اور بعض دلوں کے آبگینوں کو ٹھیس پہنچے لیکن ۳۶ سال سے شب وروز جو تماشہ ہمارے سامنے ہو رہا ہے اس کے پیش نظر میں اس تلخ نوائی پر مجبور ہوں کہ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوارا تلخ ترمی زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی
حُدی را تیز ترمی خواں چوں محمل راگراں بینی

اس لیے مجھے امید ہے کہ آپ اس تلخ نوائی پر کبیدہ خاطر نہ ہوں گے بلکہ اس تلخی کے پیچھے ملک وملت کی اصلاح کا جو جذبہ اور درد کارفرما ہے، اس پر نظر رکھیں گے بقول علامہ اقبال رحمہ اللہ

چمن میں تلخ نوائی مِری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

بہرحال عرض یہ کیا جارہا تھا کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جو صحیح طریق کار تھا، اسے مسلمان مملکتوں کی قیادت اپنانے کے لیے تیار نہیں، البتہ بطور ''شوپیس'' انہوں نے چند ادارے اسلام کے نام پر ضرور قائم کر رکھے ہیں لیکن ان اداروں کی ساری کوششیں اور کاوشیں ایک مشورے سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔سارے اختیارات ہیئتِ حاکمہ اور اس کے چند چہیتے بیوروکریٹوں کے پاس ہیں، وہ اسلامی اداروں کی رائے کو بالکل نظرانداز کردیں یا ان کا حلیہ بگاڑ کر انہیں نافذ کریں، انہیں اختیار ہے اور عملاً یہی ہورہا ہے۔مثال کے طور پر اسلامی نظریاتی کونسل ایک مسودۂ قانون اسلامی نقطۂ نظر سے مرتب کرکے حکومت کو بھیجتی ہے تو وزارت قانون کے بزرجمہر یا مشیران خصوصی نام کی مخلوق یا دیگر متعلقہ افسران مجاز اس اسلامی قانون کے مسودے کو سردخانے کی نظر کردیں یا اس میں حذف واضافہ کرکے اس کی اسلامی صورت ہی بدل ڈالیں الغرض اس کے ساتھ جو حشر چاہیں کریں، وہ کرسکتے ہیں اور کررہے ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل کی بہت سی اہم اسلامی سفارشات اور مسودہ ہائے قانون کا یہی حشر ہوا ہے۔آہ ؎

اس موج کے ماتم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکمرانوں کی اس مخصوص پالیسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے بارے میں یہ تاثر پھیل رہا ہے کہ اسلام اس دور میں شاید قابل عمل ہی نہیں ہے۔ اور وہ اس دور کے تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ ظاہر بات ہے کہ اسلامی نظام کی ترتیب وتدوین کے عنوان پر لمبے چوڑے اداروں کے قیام کے باوجود جب ۳۶ سال کے طویل عرصے میں ایک بھی اسلامی قانون کا نفاذ صحیح معنوں میں عمل میں نہ آسکے تو مذکورہ تاثر کا پھیلنا حیرت واستعجاب کا باعث نہیں ہوسکتا۔

آمدم برسرِ مطلب:

یہ تو تھا ہمارے حکمرانوں کا طرزِ عمل اور اس کے نتائج، جو غیر ارادی طور پر زبان قلم پر آگئے اور یہ ذکر

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

کے تحت کچھ طول بھی پکڑ گیا کہ اپنے افسانۂ درد میں بھی ایک گونہ لذت ہوتی ہے۔

قصۂ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم

بعض مفکرین کی خامیاں اور کوتاہیاں:

ورنہ راقم نے اس مذاکرے کے لیے ایک اور موضوع کا انتخاب کیا تھا اور وہ ہے موضوع مذاکرہ سے متعلق اسلامی مفکرین کی بعض خامیاں اور کوتاہیاں اور اسلامی خلفاء وملوک اور تاریخ اسلام سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ۔

اسلامی ریاست کے موضوع پر عربی اور اردو دونوں زبانوں میں خاصا کام ہوا ہے اور متعدد کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ جن سے اس موضوع کے اہم گوشے بے نقاب ہوئے ہیں۔ جن اہل علم وفکر نے اس موضوع کو اپنایا اور اپنے نتائج فکر پیش کیے ہیں ان کی کوششیں بلاشبہ قابل صد تحسین ہیں اور ان کی گراں قدر تالیفات علم وتحقیق کا بیش قیمت سرمایہ ہیں تاہم ان مفکرین کی ان تحقیقی کاوشوں میں بعض خامیاں اور کوتاہیاں بالعموم پائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہیں۔ اِلّامَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ تعالیٰ

راقم کے خیال میں ان کی وضاحت اس لیے ضروری ہے تاکہ آئندہ ان کا اعادہ نہ کیا جائے اوران سے دامن بچا کر موضوع زیر بحث کو مزید منقح ومہذب کیا جائے۔ یہ فکری خامیاں حسب ذیل ہیں۔

① موجودہ دور کے مفکرین کی اکثریت کے نزدیک ملوکیت اور بادشاہت بجائے خود مذموم ہے اور اسلام میں کسی صورت اس کی گنجائش نہیں۔

② اسی لیے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ماسوا تمام خلفاء وسلاطین اسلام سے یہ حضراتِ اہلِ علم خوش نہیں اور ان کا تذکرہ سخت ناگوار انداز میں کرتے ہیں اور ان کے ادوارِ حکومت کا سر رشتہ خلافت اسلامیہ سے کاٹ کر انہیں خالص دنیوی اور جاہلی حکومتیں یاد کراتے ہیں۔

③ اسلامی معاشرے اور اسلامی نظام میں بگاڑ کا واحد سبب ملوکیّت کو قرار دیتے ہیں۔ گویا ملوکیت ان کے نزدیک منبعِ فساد ہے۔

④ اور مغربی جمہوریت کو ایک آئیڈیل نظامِ حکومت تصور کرتے ہیں اور اسے ہی واحد اسلامی نظام حکومت باور کراتے ہیں۔

یہ چار چیزیں قدر مشترک کے طور پر ان کی اکثریت میں پائی جاتی ہیں جو راقم کے خیال میں ایک طرح کی فکری خامیاں ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے ان کی ضروری تفصیل حسب ذیل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلافت وملوکیّت

اسلام کا نظام حکومت کیا ہے؟ اس کے خدّ وخال اوراس کی صورت ونوعیت کیا ہے؟ یہ آج کل ایک عام سوال ہے جس کے ضمن میں خلافت اوراس کی خصوصیات بھی زیر بحث آتی ہیں، بادشاہت اوراس کی مبیّنہ خرابیوں کا تذکرہ بھی ہوتا ہے اوراس کی خوبیوں کا بیان بھی ہوتا ہے۔

ان میں اسلام کا اصل سیاسی نظام کون سا ہے؟ اس کا صاف جواب تو یہی ہے کہ خلفائے راشدین نے جن خطوط پر سیاسی نظام کو استوار کیا اوران کے طرز حکمرانی نے جو بےلوث اور بے داغ کردار پیش کیا، وہ ایک بہترین نمونہ ہے۔ اسلام کے نظام سیاست اوراس کے طرز حکمرانی کا۔ مثلاً

* خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بیشتر حالات میں ایسے اہم معاملات میں جہاں نص شرعی نہ ہوتی ،قوم کے اہل الرائے سے مشورہ لیتے جس سے خلافت کی یہ خصوصیت معلوم ہوئی کہ وہ ایک شُوروی حکومت تھی۔

* بیت المال کو وہ ایک امانت سمجھتے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ناجائز طور پر قومی خزانے سے نہ کچھ خرچ کرتے تھے نہ اس کے لیے وصول کرتے تھے۔ اپنے ذاتی یا سیاسی اغراض کے لیے بیت المال سے خرچ کرنے کا کوئی تصوران کے اندر نہیں تھا جس سے خلافت کی یہ خصوصیت معلوم ہوئی کہ قومی خزانہ خلقِ خدا کی ایک امانت ہے جس میں حکمران کو بھی اپنے من مانے طریقے سے خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

* انہوں نے حکمران ہونے کے باوجود اپنے آپ کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھا۔ حالانکہ ان کو یہ حق حاصل تھا کہ اگر خلیفہ کی طرف سے کسی پر زیادتی ہوئی ہے تو وہ اس کے خلاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عدالت میں مقدمہ دائر کر سکے اس سے کوئی خلافِ قانون حرکت سرزد ہوئی ہے تو اس سے باز پرس کر سکے، جس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے نظام خلافت میں حکمران اعلیٰ بھی قانون سے بالاتر نہیں ہے، اسلامی احکام کی پابندی اور ملکی قوانین کا احترام اس کے لیے بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح ایک عام مسلمان اور ملک کے عام باشندے کے لیے ضروری ہے۔

* خلفاء نے اپنے کو تنقید سے بھی بالاتر نہیں سمجھا اور اظہار رائے پر قدغن نہیں لگائی۔ وہ پانچوں وقت خود عام لوگوں کی امامت کراتے اور جمعہ وعیدین کے موقع پر لوگوں سے براہ راست خطاب فرماتے۔ یُوں ہر شخص کے لیے ان پر تنقید کرنا اور ان کو روکنا ٹوکنا ممکن اور آسان تھا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ حکمرانوں کا عوام کی دسترس سے بالا رہنا یا انہیں اظہارِ رائے سے محروم رکھنا یہ اسلام کے نظامِ خلافت سے مطابقت نہیں رکھتا۔

* خلفاء نے اپنے کو قبیلہ وخاندان اور نسل ووطن کی عصبیتوں سے بھی پاک رکھا جس کی اسلام نے بڑی تاکید کی ہے حتیٰ کہ احتیاطاً اپنے اہل وعیال کو وہ مراعات تک بھی نہ دیں جو عام لوگوں کو انہوں نے مہیا کیں تاکہ ان پر کسی بھی قسم کی جنبہ داری یا خویش نوازی کا الزام عائد نہ ہو سکے، جس سے معلوم ہوا کہ اسلامی خلافت، قبائلی، نسلی اور وطنی عصبیتوں اور دیگر اس قسم کی آلائشوں سے پاک ہوتی ہے۔

* خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنا معیارِ زندگی بالکل سادہ رکھا۔ خوراک کا خرچ عام لوگوں سے بھی کم، لباس بالکل سستا اور وہ بھی پیوند لگا نہ صدارتی محل نہ زرنگار ایوانِ حکومت، نہ باڈی گارڈ کا طنطنہ، نہ شاہانہ کروفر کا ہمہمہ اور نہ خدم وحشم کا لاؤ لشکر جس سے خلافت کی یہ خصوصیت معلوم ہوئی کہ وہ انتہائی سادہ نظام ہے۔ جس میں تعلقات وآرائش کی کم سے کم گنجائش ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تو تھیں خلافت کی وہ خصوصیات جو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل سے مستفاد ہیں جن کی بنیاد دراصل وہ اصول و مقاصد ہیں جو اسلام نے حکمرانی اور اسلامی ریاست کے لیے متعین کیے ہیں۔ مثلاً حاکمیّت خداوندی، عدل بین الناس، مساوات بین المسلمین، اطاعت فی المعروف والنہی عن المنکر اور نظام صلوٰۃ وزکوٰۃ کا قیام وغیرہ۔

اس کے مقابلے میں ''ملوکیّت'' کا لفظ ہے جس کو خلافت کے متضاد سمجھ لیا گیا ہے۔ بلاشبہ اسلام سے پہلے جو بادشاہتیں قائم تھیں یا اس کے بعد بھی جو غیر مسلم قوموں میں قائم رہیں، وہ خلافت اسلامیہ کی خصوصیت کے برعکس تھیں۔ ان میں بادشاہ مطلق العنان حکمران ہوتا تھا اور قانون سے بالاتر حاکمیّت خداوندی کا کوئی تصور ان کے اندر موجود نہیں تھا۔ بیت المال کے امانت ہونے کا تصور نہیں تھا۔ بلکہ رعیت بادشاہ کی باجگزار سمجھی جاتی تھی۔ بادشاہوں کا رہن سہن اور طرز بود و باش سادگی کے بجائے انتہائی رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ اور شاہانہ طمطراق پر مبنی تھا۔ بادشاہ عوام پر جو ظلم وستم چاہتے کرتے، کوئی دادفریاد اور استغاثے کی صورت نہ ہوتی، وہ تنقید سے بالاتر سمجھے جاتے تھے، کوئی ان کو روکنے ٹوکنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔

''ملوکیّت'' یا ''بادشاہت'' اس مفہوم میں یقینا خلافت کی ضد ہے۔ جس کی گنجائش اسلام میں نہیں ہے۔ لیکن اصل مسئلہ تاریخ اسلام یا اسلامی خلفاء وسلاطین کا اور ان اسلامی بادشاہتوں کا ہے جو مختلف ادوار میں اسلامی قلمرَو میں قائم رہیں۔ آیا یہ بادشاہتیں بھی اسی انداز کی تھیں جس کی گنجائش اسلام میں نہیں ہے؟ اور کیا یہ بادشاہتیں بھی اسلامی خلافت کی خصوصیات سے بالکل تہی دامن تھیں؟

ہمارے دور کے اکثر مفکرین تو اس کا کھٹ سے یہی جواب دیتے ہیں کہ ہاں یہ بادشاہتیں بھی ویسی ہی تھیں جو اسلام میں پسندیدہ نہیں۔ نیز یہ کہ خلافت کی خصوصیات سے بھی یہ بادشاہتیں بالکل عاری تھیں بلکہ بعض مفکرین نے تو ان کو جاہلی حکومت تک سے تعبیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے۔

میں بصد ادب گزارش کروں گا کہ اسلامی بادشاہوں کے بارے میں اور اسلامی تاریخ سے متعلق یہ نقطۂ نظر تصحیح اور نظر ثانی کا محتاج ہے۔ اسلامی بادشاہتوں کا آغاز ۳۰ سالہ خلافت راشدہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت سے کیا جاتا ہے اور یہ سلسلہ آخری عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید ثانی تک قائم رہتا ہے۔ ۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے الغائے خلافت کا اقدام کر کے اسلامی بادشاہتوں کا یہ سلسلہ ختم کیا۔ گویا تیرہ صدیوں سے زیادہ اسلامی بادشاہتوں کا یہ سلسلہ پوری اسلامی قلمرو میں بلاکسی ادنیٰ اختلاف کے جاری رہا۔ جس میں کم وبیش دوسو سال (خلافت راشدہ کے بعد) کا وہ عرصہ بھی شامل ہے جس کو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا دور کہا جاتا ہے۔ یہ دور' کتاب ''تبع تابعین'' جلد اوّل کے فاضل مؤلف مولانا حافظ مجیب اللہ ندوی کے قول کے مطابق عباسی خلیفہ متوکل کے دور خلافت تک محیط ہے جس کا قتل ۲۴۷ھ کو ہوا۔ گویا اسلامی بادشاہتوں کے ابتدائی دوسو برس صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے عہد زرّیں میں گزرے اور اسلام کے ابتدائی صدیوں کا یہ دور زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رُو سے خیرالقرون ہے۔

خيرالقرونِ قرني ثمّ الذين يلونهم ثم الذين يلونهم۔الحدیث۔

یہ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر اسلام کا عہد زرّیں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور بالخصوص ہمارے لیے قندیلِ ہدایت اور مینارۂ نور ہے اور اس کے بعد تابعین رحمۃ اللہ علیہم و تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا عہد سعادت مہد بھی علم وعمل کی تابانیوں سے معمور اور سیرت وکردار کی رفعتوں اور عظمتوں کا آئینہ دار ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں اموی حکمرانوں کو ان کی غلط رویوں پر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم نے ٹوکا اور بلاخوف لومۃ لائم حق گوئی کا فریضہ ادا کیا تبع تابعین کے دور میں خلافت عباسیہ میں ائمہ دین اور علمائے امت نے دین حق کی پاسبانی کا حق پوری جرأت وہمت سے ادا کیا۔ اسی دور میں فتنۂ اعتزال نے جنم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیا۔ فتنہ خلق قرآن حشر بداماں بن کر سامنے آیا اور مسئلہ طلاق مکرہ نے علماء کے لیے دارورسن کے اسباب مُہیا کیے ان فتنوں کے پشت پناہ خود عباسی خلفاء تھے، اختیار واقتدار ان کے پشتیبان تھے لیکن دنیا جانتی ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فتنہ خلق قرآن کا پوری جرأتِ ایمانی سے مقابلہ کیا، اختیار واقتدار کی قہرمانی کو قطعاً خاطر میں نہ لائے۔ اور قید وبند کی تمام صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے طلاق مکرہ کے مسئلے پر خلیفہ وقت سے ٹکر لی۔ حتیٰ کہ ان کا منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کرا کے ان کی تذلیل واہانت کا ڈرامہ سربازار رچایا گیا۔ اور ان کی مشکیں کس دی گئیں لیکن اس حالت میں بھی وہ اعلان حق اور مسئلے کی صحیح وضاحت سے باز نہ آئے اور اس طرح کی متعدد مثالیں اور واقعات ہیں جن میں علمائے حق نے خلفائے وقت کو ٹوکا، ان پر سخت تنقیدیں کیں اور ان کے غلط رویوں کی اصلاح کی۔

اب یہ بات کیسی عجیب ہے کہ پوری تیرہ صدیاں اسلامی قلمرو میں بادشاہتیں قائم رہیں لیکن عہد خیر القرون سمیت کسی بھی دور میں علمائے امت نے اسے نشانۂ تنقید اور ہدف ملامت نہیں بنایا۔ دراں حالیکہ تنقید اور حق گوئی کا فریضہ انہوں نے خطرناک سے خطرناک حالات میں بھی ادا کیا ہے۔ کئی مسائل میں براہ راست خلفائے وقت سے تصادم مول لیا۔ ان سے لڑ گئے اور بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں لیکن حق سے انحراف اور حق گوئی سے دست برداری کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں علمائے حق گزرے ہیں۔ ان کی موجودگی میں یہ بادشاہی نظام قائم رہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں ایسا ہوا۔ تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں ہوا۔ تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں فقہاء ومحدثین رحمۃ اللہ علیہم کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے۔ جنہوں نے جان پر کھیل کر اسلام کی حفاظت کی۔ سب کے سامنے خلفاء مرتے رہے اور ان کی جگہ انہیں کے بیٹے یا قریبی رشتہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دار منصب خلافت پر فائز ہوتے رہے۔ یعنی بادشاہی نظام عہد بہ عہد قائم رہا لیکن کسی عالم، امام، محدّث فقیہ مدبر اور مفکر کو یہ توفیق نصیب نہیں ہوئی کہ وہ کہتا کہ یہ نظام صحیح نہیں ہے، اس میں اصلاح کی ضرورت ہے۔

ہمارے پاس اس امر کے لیے کوئی معقول دلیل نہیں ہے کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ اور تمام مسائل میں ہمیشہ علمائے حق نے لاگ لپیٹ کے بغیر دوٹوک طریقے سے حق گوئی کا فریضہ ادا کیا لیکن صرف اسی ایک مسئلے میں ان کی جرأتیں اور ہمّتیں جواب دے گئی تھیں اور ان کی زبانوں کو تالے لگ گئے تھے۔ ہم تو ان کے طرز عمل سے یہی سمجھیں گے کہ ان کی نظر میں فی نفسہ بادشاہی نظام اور طریقۂ ولی عہدی میں کوئی خرابی یا قباحت ایسی نہ تھی جس سے اسلام کا کوئی تقاضا مجروح و پامال ہوتا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ضرور اس کی بھی اس طرح وضاحت کرتے جس طرح وہ اس طریقے سے برسرِ اقتدار آنے والے خلفاء وملوک کے غلط رویوں کی وضاحت کرتے رہے۔ دنیا کا کوئی خوف یا لالچ ان کو اس سے نہ روک سکا۔ رحمۃ اللہ ورضوانہ علیہم اجمعین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیصریت وکسرویت

اس سلسلہ میں ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ یہ شاہی نظام قیصر و کسریٰ کا ورثہ ہے، اس لیے یہ قیصریت وکسرویت ہے جس سے اجتناب کی ضرورت ہے لیکن میں عرض کروں گا کہ ایسے افعال جو فی نفسہ جائز ومباح ہوں اور ان کا رواج غیر مسلموں میں بھی ہو، شریعت کی کسی بھی نص سے یہ ثابت نہیں کہ محض اس بنا پر ان کا ارتکاب مسلمانوں کے لیے حرام ہو جائے۔ مثال کے طور پر آج کل بیلٹ باکس کے ذریعے خفیہ ووٹنگ ہوتی ہے۔ یہ خالص ان غیر مسلموں کا فعل ہے جو قیصر و کسریٰ کے وارث وجانشین ہیں۔ اگر کسی اسلامی مملکت میں بھی انتخاب کا یہی طریق کار اختیار کر لیا جائے تو یہ فعل جب بجائے خود اپنے اندر ایسی قباحت نہیں رکھتا کہ جس کی وجہ سے اسے حرام قرار دیا جائے تو یہ کوئی معقول دلیل نہیں ہوگی کہ اس طریق انتخاب کو محض اس بنا پر ناجائز قرار دے دیا جائے کہ یہ خالص کافر قوموں کا طرز اور شعار ہے اور یہ کہ خلفائے راشدین اس طریقے سے منتخب نہیں کیے گئے تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شاہانہ شان وشوکت میں دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ أَ کِسْرَوِیَّةٌ یَا مُعَاوِیَةُ؟ ''معاویہ کیا تم نے کسرویت اختیار کر لی؟'' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ''ہم ایسی سرحد پر ہیں جہاں ہر وقت دشمن کا سامنا رہتا ہے، میں اگر اس طرح نہ کروں تو وہ ہمیں کمزور سمجھیں گے، میں ان پر اس طرح رعب ڈالے رکھتا ہوں اس میں اسلام ہی کی عزت وسربلندی ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں اسے ترک کر دیتا ہوں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جب بھی میں نے تم سے کسی ایسی بات پر بحث کی ہے جس سے تم پر حرف گیری کا پہلو نکلتا ہو، تو تمہاری وضاحت کے بعد میرا حال ایسا ہو جاتا ہے کہ میں یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ میں تمہیں اس طرح کرنے دوں یا اس سے روک دوں'' ①

علامہ ابن خلدون نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا عمدہ بات لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں خاموش ہو گئے اور انہیں غلط کار نہیں ٹھہرایا کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایسا کرنے سے وہی مقصد تھا جو مذہب کا ہے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد سرے سے بادشاہی کا انکار ہوتا تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں صرف ''کسرویّت'' سے تعبیر یا اس کی طرف انتساب کر کے خاموش نہ ہو جاتے بلکہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بالکلیہ اس کے ترک کرنے کا حکم دیتے گویا اوّلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''کسرویّت'' سے وہی مفہوم اخذ کیا جو اس عنوان سے اہل فارس اپنے ملک میں ظلم وعدوان، باطل پرستی اور خدا سے اعراض وتغافل کر رہے تھے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ان کا مقصد اہل فارس کی ''کسرویّت'' اور ان کی باطل پرستی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی ان کا اصل مقصد خدا کی رضامندی ہی ہے۔ اس جواب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اسی طرح تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان تھی کہ وہ بادشاہی سے اس بناء پر گریز کرتے تھے کہ کہیں وہ باطل سے ملوّث نہ ہو جائیں'' ②

① تاریخ الطبری ج/۵ ص/۳۳۱ طبع جدید و البدایہ والنہایہ ج/۸ ص/۱۲۴، ۱۲۵ ومقدمہ ابن خلدون ص/۳۶۰

② مقدمہ ابن خلدون۔ فصل انقلاب الخلافة إلى الملك ص/۳۶۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہر حال مقصد اس تفصیل سے یہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ''کسرویّت'' محمود قرار دیا کیونکہ اس سے ان کا مقصد فی الواقع کسرویّت کی پیروی نہ تھی بلکہ اس سے بھی ان کا اصل مقصد دین اسلام کی سربلندی، خدا کی رضا اور مسلمانوں کی خدمت ہی تھی۔ اگر فی نفسہ اس میں کوئی قباحت ہوتی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا سخت گیر حاکم اس پر سکوت اختیار نہ کرسکتا تھا۔ بالکل اسی طرح اقدام ولی عہدی اور وہ بادشاہی نظام جب کہ وہ بجائے خود اپنے اندر حرمت کی کوئی وجہ نہیں رکھتا تو اسے ناجائز کہنا بھی کیوں معقول طریقہ ہوسکتا ہے۔

علامہ ابن خلدون ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''بادشاہت ان کے نزدیک اسی طرح جائز تھی جس طرح مال ودولت کا جمع کرنا اس وقت جائز ہے، جب اس میں اسراف وتبذیر سے احتراز کیا جائے۔ بادشاہت اور غلبے کو انہوں نے ناجائز امور (باطل) میں صرف نہیں کیا اور نہ اس کی وجہ سے وہ دیانت اورحق کے مقاصد سے روگردانی کے مرتکب ہوئے۔۔۔ بادشاہت حاصل ہوجانے کے بعد اس کا استعمال صحیح صحیح اور راہِ حق میں کیا جائے تو وہ قابل نکیر نہیں۔ حضرت سلیمان اور داؤد علیہما السلام بنی اسرائیل کے بادشاہ ہی تھے، اس کے باوجود وہ راہِ حق پر گامزن اورنبوت سے سرفراز تھے۔۔۔

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید رحمہ اللہ کے بعد مروان بن الحکم اور ان کے صاحبزادے عبدالملک، یہ بھی اگرچہ ''بادشاہ'' تھے لیکن ان کی بادشاہت وہ نہ تھی جو سرکش اور برخود غلط لوگوں کی ہوتی ہے۔ مقاصد حق ہمیشہ ان کے پیش نظر رہے اور ان سے انہوں نے انحراف نہیں کیا۔ بعض دفعہ جو ایسی صورت پیدا ہوئی، اس کی وجہ ان کا یہ مقصد تھا کہ افتراق سے امت کو بچایا اور اتحاد کو قائم رکھا جائے۔ یہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مقصد ان کے نزدیک دیگر سب مقاصد سے اہم تھا۔

ہمارے اس دعوے کے ثبوت میں ان کا جذبہ اتباع رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی اقتداء کے واقعات نیز ان کے جو حالات و مقاصد علمائے سلف وخلف نے بیان کیے ہیں، کافی شاہد ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الموطا'' میں عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے طرز عمل کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ مروان تابعین کے طبقہ اولیٰ میں سے ہیں اور ان کی عدالت معروف ہے۔ پھر یہ خلافت خلیفہ عبدالملک رحمہ اللہ کی اولاد کی طرف منتقل ہوگئی۔ وہ بھی دین کے لحاظ سے اونچے مقام پر فائز تھے۔ انہیں میں سے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہوئے، جنہوں نے اپنی طاقت کے مطابق پہلے خلفائے اربعہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلنے کی کوشش کی۔ ان کے بعد پھر ایسے بادشاہ ہوئے جنہوں نے ''بادشاہت'' کو دنیوی اغراض ومقاصد کے لیے استعمال کیا اور اپنے سلف کے اس منہاج کو انہوں نے چھوڑ دیا جو انہیں ہر وقت حق سے اور اعتدال سے متجاوز نہ ہونے دیتا تھا۔ ان کے اس کردار نے ان کو لوگوں کی نظروں سے گرادیا۔ اور بادشاہت کو عباسیوں کی طرف منتقل کردیا۔

نیز عباسیوں میں بھی بہت سے ایسے بادشاہ ہوئے جنہیں عدالت میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ انہوں نے بھی بادشاہت کو حسب استطاعت صحیح صحیح استعمال کیا اور اس کا رخ حق کی طرف موڑ دیا۔ ان کے بعد بنوالرشید سریر آرائے خلافت ہوئے جن میں اچھے بھی تھے اور برے بھی، پھر اس خانوادے میں ایسے حکمران آئے جو دنیا اور باطل امور میں منہمک ہوگئے اور دین کو پس پشت ڈال دیا، جس کی سزا اللہ نے انہیں یہ دی کہ خلافت کو عربوں سے چھین کر دوسروں کو دے دیا۔'' واللہ لایظلم مثقال ذرّةٍ ①

ایک مصری فاضل علاّمہ محب الدین الخطیب، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاسی زندگی

① مقدمہ ابن خلدون۔ فصل انقلاب الخلافة الی الملك

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر تبصرہ کرتے ہو لکھتے ہیں:

''خلافت، بادشاہت اور امارت یہ اصلاحی عنوانات ہیں، جن کی اصل کیفیت ان کے مدلول کے طرزِ عمل سے ہی معلوم ہوسکتی ہے۔ آدمی کی سیرت اور اس کا طرزِ عمل ہی ہمیشہ معتبر ہوتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسلسل ۲۰ سال خلافت راشدہ میں شام کے گورنر رہے۔ پھر بیعتِ حسن رضی اللہ عنہ کے بعد ۲۰ سال پورِی اسلامی قلمرو کے خلیفہ رہے۔ دونوں حالتوں میں انہوں نے عدل انصاف کے علَم کو سر بلند رکھا۔ تمام طبقات کے ساتھ نیک سلوک ان کا مقصد اور شرفاء کی تکریم اور جہلاء سے عفو درگزران کا شیوہ رہا۔ تمام امور میں پورے حزم و احتیاط اور ایمان واستقامت کے ساتھ شریعتِ محمدیہ کے احکام کی پابندی کرتے، لوگوں کو نماز خود پڑھاتے، ان کی مجالس ومحافل میں شریک ہوتے اور جنگ کے موقعے پر خود ان کی قیادت کرتے۔۔۔

جو شخص بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاسی زندگی پر غور کرے گا، اسے معلوم ہوجائے گا کہ شام میں ان کی حکومت عدل وانصاف، باہم رحم وشفقت اور ہمدردی واخوت کے لحاظ سے بے مثال تھی۔ چالیس سال تک جس نے اس طرح مسلمانوں کی خدمت کی ہو۔ اور اس دوران میں مسلمان بھی ان سے خوش رہے ہوں، وہ بلاشک خلیفہ ہے۔ اور جو شخص انہیں ''بادشاہ'' کہنے پر مصر ہو، وہ بھی اس حقیقت سے انکار کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ تمام اسلامی بادشاہوں میں سب سے زیادہ رحم دل اور صالح ترین تھے۔۔۔''

اس کے بعد علامہ محب الدین الخطیب نے علماء ومحدثین رحمہم اللہ کے کتب تواریخ سے وہ تبصرے نقل کیے ہیں جو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت وکردار کے متعلق کیے ہیں۔ انہیں نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''یہ مثالیں ہم نے اس لیے ذکر کی ہیں تا کہ لوگ یہ جان لیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی صورت اس جھوٹی صورت سے کس قدر مختلف ہے جس کی تصویر کشی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمن اور اسلام کے دشمن کرتے ہیں، اس کے بعد ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اور امیر المؤمنین کہے یا ان کے ساتھ اس لقب میں بخل برتے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے عدل، علم، جہاد اور عمل صالح کی فردِ عمل لے کر خدا کے حضور جا چکے، وہ ہماری دنیا کی اس بحث سے بے نیاز ہیں کہ انہیں خلیفہ سے ملقب کیا جائے یا بادشاہ سے۔ وہ اپنی آخرت میں اس چیز سے زیادہ بے رغبت ہوں گے۔ جتنے وہ اپنی دنیوی زندگی میں پہلے رہے ہوں گے'' ①

اس تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت تمام اسلامی خلفاء وملوک کے بارے میں آج کل یہ پروپیگنڈہ عام ہے اور جس کو ہمارے دور کے مفکرین نے آب ودانہ مُہیا کیا ہے کہ وہ شریعت سے بالکل بے پروا اور دنیوی وذاتی اغراض ومفادات کے اسیر تھے اور یہ کہ ان کی حکومتیں اسلامی حکومت کی تمام خصوصیات سے عاری تھیں، اس کا ازالہ کیا جائے۔ ہمارے ان مفکرین کو اسلامی بادشاہوں میں سوائے خرابی کے اور کوئی بات نظر نہیں آتی، ان کی خوبیاں اور کارنامے ان کو نظر نہیں آتے۔ بقول علاّمہ شبلی ؎

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندوکش تھا، ظالم تھا، سِتم گر تھا

لیکن میں عرض کروں گا کہ اسلامی بادشاہوں کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ میں مانتا ہوں کہ بہت سے بادشاہ اور حکمراں غلط کردار کے حامل بھی ہوئے ہیں لیکن میں یہ ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں کہ خلافت راشدہ کے بعد سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت تمام خلفاء وملوک اسلامی

① تعلیقات ''العواصم من القواصم'' ص ۲۰۷-۲۱۰ طبع مصر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کردار سے عاری تھے اور ان کی حکومتیں نعوذ باللہ جاہلی حکومتیں تھیں یا وہ ایسی مطلق العنان بادشاہتیں تھیں جو اسلام میں ناپسندیدہ ہیں۔ میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں، دلائل وحقائق کی روشنی میں کہتا ہوں، محض عقیدت کی بنیاد پر نہیں، واقعات کی رُو سے کہتا ہوں کہ یہ عظیم ترین بہتان ہے، یہ تاریخ کا بدترین جھوٹ ہے اور یہ وہ ظلمِ عظیم ہے جو اپنوں ہی نے اپنوں کے ساتھ کیا ہے۔ بقول حفیظ جالندھری مرحوم ؎

دیکھا جو تِیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

اور سِتم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ اس غلط دعوے کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے تاریخ پر اس طرح ظلم کیا ہے کہ رائی کو پربت بنایا۔ تل کو پہاڑ ثابت کیا۔ جُزئی کو کلیہ بناڈالا، اس سے بھی کام نہ چلا تو شوق الزام تراشی میں زیبِ داستاں کے طور پر اپنی طرف سے کئی چیزوں کا اضافہ کرڈالا اور دوسرا طرفہ تماشہ کیا کہ وہ تمام مواد انہوں نے نظر انداز کردیا جو ان کے رُخِ روشن کی نقاب کشائی کرتا ہے، ان کے کردار کی عظمت کو نمایاں کرتا اور ان کے اسلامی تشخّص کو واضح کرتا ہے۔ آہ! کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنانی آتی ہے
ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ

بہر حال واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی گزشتہ چودہ صدیوں میں اچھے اور برے دونوں قسم کے حکمراں گزرے ہیں۔ اگر کچھ بادشاہ اسلامی کردار سے عاری تھے تو یہ بھی واقعہ ہے کہ ان کی ایک بہت بڑی تعداد اسلامی کردار کی حامل رہی ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی انہوں نے عظیم خدمت انجام دی ہے۔ بالخصوص اُموی اور عباسی خلفاء کی اکثریت اسلامی کردار سے متّصف رہی ہے اور اسلام اور مسلمان ان کے دور میں عظمت وسربلندی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ہمکنار۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

''دعوی كون جميع الخلفاء كانوا مشتغلين بما ذكره من الخمور والفجر كذب عليهم والحكايات المنقولة فى ذٰلك فيها ماكذب وقد علم ان فيهم العدل والزاهد كعمر بن عبدالعزيز والمهتدى بالله واكثرهم لم يكن لهٰذه المنكرات من خلفاء بنى اميّة وبنى العباس وان كان احدهم قد يبتلى ببعض الذنوب۔۔۔'' ①

''تمام خلفاء کے متعلق یہ دعویٰ کہ وہ شراب و کباب اور فسق و فجور میں ملوّث تھے، ان پر سراسر جھوٹ ہے۔ اس بارے میں ان کے متعلق جو حکایات منقول ہیں وہ بھی دردغ پر مبنی ہے۔ یہ واضح ہے کہ ان میں عمر بن عبد العزیز اور مہتدی باللہ رحمۃ اللہ علیہم جیسے عادل و زاہد خلفاء بھی ہوئے۔ اُموی اور عباسی خلفاء کی اکثریت سے ان برائیوں کا ظہور نہیں ہوا۔ اگر چہ ان میں چند ایک بعض گناہوں میں ضرور مبتلاء ہوئے۔۔۔''

①منهاج السنّة۔ج ۲ رص ر ۱۳۷ طبع مصر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلافت راشدہ اور مابعد کی حکومتوں میں فرق کی نوعیت

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ جب خلافت راشدہ کے مابعد قائم ہونے والا بادشاہی نظام بھی اسلامی خلافت کی خصوصیات کا ہی آئینہ دار تھا تو کیا وجہ ہے کہ پہلے خلفائے اربعہ کے دور کو تو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے لیکن بعد کے دور کو خلافت راشدہ نہیں بلکہ مُلوکیّت اور بادشاہت کا دور کہا جاتا ہے۔ اس تفریق کی بنیاد کیا ہے؟

اس سلسلے میں مختصراً عرض ہے کہ ایک تو اس کی بنیاد وہ حدیث ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد خلافت ۳۰ سال رہے گی الخلافة بعدی ثلاثون سنة اس حدیث کے پیش نظر بعض علماء نے خلافت کے دور کی تحدید کر دی۔ اس کا مطلب یہ لینا کہ اس کے بعد کا دَور سراسر غیر اسلامی اور جاہلی حکومتوں کا تھا، قطعاً غیر صحیح ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے علمائے امت میں سے کسی نے بھی یہ مفہوم نہیں لیا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خلافت کامل صورت میں ۳۰ سال رہے گی۔ اس کے بعد اس میں ملوکیت اور دنیا داری کی کچھ آمیزش ہو جائے گی۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ خلافت ہی کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا۔ جس طرح کے آج کل کے بعض مفکرین باور کراتے ہیں۔

راقم کو اس حقیقت کے ماننے میں کوئی تامل نہیں ہے۔ کہ خلافت راشدہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا اسلامی کردار جتنا واضح اور بے غبار رہا ہے، بعد کے خلفاء وملوک کا کردار وعمل بالعموم اُس معیار سے فروتر ہی رہا ہے۔ تاہم یہ ماننے میں سخت تأمل ہے کہ خلافت راشدہ میں شامل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جاہلیت کی آئینہ دار اور اسلامی خصوصیات سے عاری حکومتیں تھیں اور یوں مابعد دورِ حکومت کا سررشتہ خلافت اسلامیہ کے تسلسل سے کاٹ دیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن عُلماء نے خلافت راشدہ اور مابعد میں تفریق کی ہے۔اس کی بنیاد کردار و عمل کا یہی فرق ہے۔ جو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور مابعد کے خلفاء وملوک میں پایا جاتا ہے۔ یہ فرق اسلام اور جاہلیت کا نہیں، حق اور باطل کا نہیں بلکہ بہترین اور بہتر کا ہے۔ راجح مرجوح اور افضل وغیر افضل کا ہے۔

علاوہ ازیں اس کی ایک توجیہ علامہ ابن خلدون نے بھی پیش کی ہے جو اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ضمن میں ہے۔تاہم اس سے زیر بحث نکتے کی وضاحت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''مناسب یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت اور ان کے حالات اور ان سے ماقبل خلفاء کی حکومت و واقعات کے ساتھ ذکر کیے جائیں کیونکہ شرف وفضل، عدالت اور صحابیت میں وہ انہیں کے بعد ہیں اور اس بارے میں حدیث الخلافة بعدی ثلاثون سنة کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ وہ صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے پیشرو خلفاء کے ساتھ شامل ہیں۔ مورخین نے اپنی کتابوں میں جو ان کا ذکر خلفاء سے الگ کیا ہے۔اس کی دو وجہ ہیں اوّل یہ کہ ان کے عہد خلافت میں مغالبہ کی صورت پیدا ہوگئی تھی۔اس سے قبل وہ ایک اختیاری واجتماعی چیز تھی۔ چنانچہ مؤرخین نے دونوں حالتوں میں فرق کر دیا۔پس معاویہ رضی اللہ عنہ ان خلفاء میں سے سمجھے گئے جن میں مغالبے اور عصبیت کا پہلو شامل ہے۔اسی چیز کو اھل الاھواء ملوک سے تعبیر کرتے ہیں اور انہیں بھی عام بادشاہوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں حالانکہ اس بات سے اللہ کی پناہ ہے کہ انہیں مابعد کے بادشاہوں میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دی جائے وہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور ان کے بعد خلفائے بنی مروان اور خلفائے عباسی میں سے جو شرف وفضل اور دین داری میں ان کے مثل ہیں، وہ بھی اسی صفت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شامل ہیں۔ بادشاہت رتبے میں خلافت سے کمتر نہیں۔

دوسری وجہ اس بات کی کہ انہیں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے بجائے خلفائے بنی امیہ کے ساتھ ذکر کیا گیا، یہ ہے کہ اُموی خلفاء سلسلۂ نسب کی ایک ہی کڑی سے مُنسلک تھے۔ اور ان میں سب سے نمایاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ بناں بریں اُنہیں ان کے ہم نسبوں کے ساتھ ملا دیا گیا اور پہلے خلفائے اربعہ چونکہ مختلف الانساب تھے، اس لیے انہیں ایک سلسلے میں ذکر کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اگرچہ اُموی تھے لیکن شرف وفضل میں قربت کی وجہ سے انہیں انہیں کے ساتھ شامل کر دیا گیا''①

① تاریخ ابن خلدون خاتمہ جلد دوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلوب اور نا مطلوب کی بحث

اس مقام پر ایک اور سوال یہ اٹھایا جاتا ہے کہ کیا اسلام میں خلافیت اور ملوکیت دونوں یکساں ہیں یا ان میں سے ایک نظام مطلوب ہے۔ اور دوسرا بأمر مجبوری قابل برداشت؟

راقم کی گزشتہ وضاحتوں کو سامنے رکھا جائے تو اس سوال کا جواب بہ آسانی ممکن ہے۔ یہ بنیادی طور پر مغربی تصوّرِ جمہوریت سے تاثر پذیری کا نتیجہ ہے جس نے دنیا کو جمہوریت کی نیلم پرَی کا اسیر بنانے کے لیے ملوکیت کو مطلقاً ایک خوفناک اور گھناؤنی شکل میں پیش کیا ہے۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام میں ملوکیت بجائے خود بری نہیں، اس کا استعمال اسے مطلوب بھی بنا سکتا ہے اور نا مطلوب بھی جس طرح ذاتی ملکیت بجائے خود اسلام میں ناپسندیدہ اور ممنوع نہیں۔ چاہے اس طرح آدمی لکھ پتی اور کروڑ پتی ہو جائے۔ یہ نجی ملکیت نا مطلوب اس وقت ہوگی جب مال و دولت کی فراوانی انسان کو جادۂ مستقیم سے ہٹا کر اسراف وتبذیر، زکوٰۃ و صدقات سے اعراض اور غریبوں کی خوں آشامی جیسی صفات مذمومہ اس کے اندر پیدا کر دے، مال و دولت کی فراوانی عام طور پر انسان کے لیے مہلک ہی ہوا کرتی ہے۔ اور بہ مشکل ہی آدمی رضا کارانہ طور پر اس کے وہ حقوق ادا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مال میں رکھے ہوتے ہیں۔ اس بنا پر اشتراکیت نے ''ذاتی ملکیّت'' کو ہی بجائے خود فساد کا منبع قرار دے کر اسے افرادِ معاشرہ کے لیے ناجائز قرار دے دیا ہے۔ اس کے بالمقابل اسلام اس نقطہ نظر کو صحیح تسلیم نہیں کرتا، وہ داخلی اصلاح کے ذریعے مال و دولت کے طبعی نقصانات سے انسان کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے لیے اس نے مال و دولت کو سمیٹنے کی بے پایاں خواہش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی۔سخت مذّ مت اور آخرت میں اس کے لیے عذاب شدید کی وعید بھی فرمائی ہے لیکن ذاتی ملکیّت پر اس نے قدغن نہیں لگائی۔صحابہء کرامؓ میں سینکڑوں ایسے جلیل القدر حضرات تھے جنہیں آج کل کی اصطلاح میں لکھ پتی اور کروڑ پتی کہا جا سکتا ہے لیکن اس چیز نے انہیں اسراف وتبذیر پر یا زکوٰۃ وصدقات سے اعرض پر نہیں ابھارا۔دراں حالیکہ ''سرمایہ داری'' کی اسلام نے عام طور پر مذمت ہی کی ہے۔

اس طرح ملوکیّت کو بجائے خود فاسد کر دینا مغرب کے پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے، اسلام میں اس کی یہ حیثیت نہیں۔اسلام نے اس کی اگر کہیں مذّمت کی ہے تو وہ اس کے غلط استعمال کی وجہ سے کی ہے جو عام طور پر خدا نا آشنا بادشاہ کیا کرتے ہیں۔کوئی بادشاہ اگر اس کا صحیح استعمال کرے، ملوکیّت کو وہ خدا کے احکامات کو نافذ کرنے، منکرات کو روکنے اور خدا کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے آزاد کرا کے صرف خدائے واحد کا بندہ بنانے کے لیے استعمال کرے تو یہ ملوکیّت مذموم نہیں، بالکل اسی طرح مطلوب ہے۔جس طرح اسلام میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کی ''سرمایہ داری'' مذموم نہیں' مطلوب ہے۔علاّمہ ابن خلدون اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''وہ بادشاہت جو غلبۂ حق، مصالح عامّہ اور لوگوں کو دین حق پر چلانے کی خاطر ہو، شارع کی نظر میں مذموم نہیں۔شارع نے اس کی جو کہیں مذمّت کی ہے۔وہ اس پہلو سے ہے کہ جب اسے باطل کے غلبے کے لیے اور لوگوں کو اپنی اغراض وشہوات کے مطابق کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔کوئی بادشاہ اگر مخلص ہو اور بادشاہت سے اس کا مقصد محض رضائے الٰہی کی خاطر لوگوں کی بھلائی، ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانا اور اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنا ہو تو یہ مذموم نہیں۔سلیمان علیہ السلام نے ایسی بادشاہت کے حصول کے لیے دعا مانگی ہے (جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے) ﴿رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یا اللہ مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ ملے'' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میری نبوت و بادشاہت کا مصرف باطل نہیں ہوسکتا'' ①

ایک دوسرے مقام پر علامہ لکھتے ہیں:

''واضح رہے کہ شریعت نے بذاتہٖ ملوکیت کی نہ مذمت کی ہے نہ اس کے قیام سے منع کیا ہے، البتہ ان کے اس مفاسد کی مذمت کی ہے جو اس سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جیسے قہر، ظلم اور تمتع باللذات۔ یہ اس کے توابع ہیں جو بلاشک ممنوع ہیں۔ اسی طرح اس نے عدل وانصاف، دین کے شعائر، مراسم کا قیام اور اس راہ کی رکاوٹوں کو دور کرنے کی تعریف کی ہے نیز اس کے بدلے میں ثواب کی بشارت بھی دی ہے، یہ چیزیں بھی بادشاہت کے توابع ہیں۔ پس شریعت جب بادشاہت کی مذمّت کرتی ہے تو اس سے مراد اس کی پہلی حالت ہے، نہ کہ یہ دوسری۔ بادشاہت کی فی نفسہ شریعت نے نہ مذمّت کی ہے اور نہ اس کے ترک کرنے کا مطالبہ کیا ہے، اس نے بعض چیزوں کی جو مذمّت کی ہے اس کا مقصد اس سے اس چیز کا بالکلیہ ترک نہیں، اس سے اس کا اصل مقصد اس کا رُخ حق کی طرف موڑنا ہے'' ②

لہٰذا ملوکیت کے متعلق یہ دعویٰ کہ وہ صرف قابلِ برداشت ہے، مطلوب نہیں، صحیح نہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے بعض صورتوں میں وہ خلافت بھی نامطلوب و ناپسندیدہ ہوسکتی ہے جو طریقۂ ولی عہدی کی بجائے عوام کی آزادانہ رائے سے قائم ہو لیکن خلیفہ کا کردار اس سے مختلف ہو جس کا اسلام اس سے تقاضا کرتا ہے۔ اس کے برعکس ایک طریقۂ ولی عہدی سے قائم ہونے والی بادشاہت کا حکمران ٹھیک ان اصولوں کے مطابق حکمرانی کرتا ہے جس کی اسلام نے ہدایت کی ہے۔ جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور ان جیسے دیگر خلفاء وملوک ہیں۔ ایسے نیک، عادل اور خداترس حکمرانوں کی ''ملوکیت'' محض قابلِ

① مقدمہ ابن خلدون۔ فصل انقلاب الخلافة الی الملك

② مقدمہ ابن خلدون۔ فصل اختلاف الامة فی حکم منصب الخلافة وشروطه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برداشت نہیں، عین مطلوب ہے۔ یہاں مطلوب اور نامطلوب اور یکساں وغیر یکساں کی بحث ایسی ہی مغالطہ انگیز ہے جیسے آج کل اشتراکیت زدہ حضرات موجودہ سرمایہ داروں کا کردار پیش کر کے سوال کریں کہ اسلام میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا فقر مطلوب ہے یا قارون کی سرمایہ داری یا دونوں ہی اسلام میں یکساں ہیں؟ ظاہر ہے سوال کی یہ تکنیک فریب اور مغالطے پر مبنی ہے۔ ایک عام شخص اس کا یہی جواب دے گا کہ اسلام میں فقرِ ابوذر رضی اللہ عنہ ہی مطلوب و پسندیدہ ہے دراں حالیکہ سرمایہ داروں میں سب قارون ہی نہیں ہیں، ان میں عثمان رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ وزبیر، یعلیٰ بن امیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ ابن خلدون، فصل انقلاب الخلافة الى الملك)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فقر کی داستانیں بہت مشہور ہیں لیکن معتبر روایات اس کے برعکس ہیں۔ وہ بھی اپنے مزاج وطبیعت کی سادگی اور زہد کے باوصف ''سرمایہ دار'' تھے۔ پانچ مختلف مقامات پر ان کی زرعی زمینیں تھیں جن میں سے چار خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمائی تھیں اور بعد میں ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عطا کی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ان زمینوں کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ دینار تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی ذرائع آمدنی تھے۔ تمام آمدنی کی سالانہ زکوٰۃ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بقول چالیس ہزار دینار نکلتی تھی۔ ①

اسی طرح اور بھی بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اصحابِ ثروت تھے۔ اسی سلسلۃ الذہب کی کڑی حکیم محمد سعید صاحب جیسے حضرات ہیں جنھوں نے اپنی ساری دولت اور سرمائے کو ملی کاموں کے لیے وقف کر دیا ہے۔ کثر اللہ أمثالهم فينا

---

① ملاحظہ ہو السنن الکبریٰ للبیہقی ج۶/ص۴۴،کتاب الخراج یحیی بن آدم، ص۷۸/ ۸۳، فتوح البلدان ص۲۰/، البداية والنهاية ج۷/ص۳۳۲/

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی سرمایہ داری کو کون مذموم کہہ سکتا ہے؟ اسلام کی نظر میں ان حضرات کی سرمایہ داری بھی عین مطلوب اور پسندیدہ ہے۔اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسے بادشاہوں کی ملوکیت بھی اسلام میں ناپسندیدہ نہیں۔صرف وہ بادشاہت ناپسندیدہ ہے جو انسان کو خودسر اور خدائی ہدایات واحکامات سے بے پروا بنا دے۔جس طرح سرمایہ داری نہ مطلقاً مذموم ہے نہ محمود۔اس کا استعمال اسے مذموم بھی بنا سکتا ہے اور قابلِ تعریف بھی۔اسی طرح ملوکیت نہ مطلقاً مذموم ہے نہ محمود، اس کا استعمال اسلام کی نگاہ میں اسے مطلوب ومحمود بھی بنا سکتا ہے اور مذموم ونامطلوب بھی۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ اسلامی خلفاء وملوک کی بادشاہت کو مطلقاً مذموم قرار دے کر تمام مسلمان بادشاہوں کو بلا استثنا گردن زدنی باور کرنا صحیح نہیں ہے۔ان میں اچھے اور برے دونوں طرح کے بادشاہ گزرے ہیں، اچھے کو اچھا کہا جائے اور بروں کو برا۔محض بادشاہی نظام کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت تمام اسلامی بادشاہوں کو برا کہنا عقل وانصاف سے بعید تر بات ہے۔

ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ سلطانی جمہور کے اس دور میں بادشاہت کی یہ تائید وحمایت عجیب بات ہے تو عرض ہے کہ پاکستان میں کوئی بادشاہی نظام قائم ہونے نہیں لگا ہے کہ اس کے جواز اور تائید کے لیے دلائل فراہم کرنے کی ضرورت پیش آ گئی ہے بلکہ یہ تحریر احتجاج ہے اس ظلم کے خلاف جو آج کل کے بہت سے مفکرین اسلام نے خلافت وجمہوریت اور ملوکیت کی بحث کے ضمن میں بلا استثناء تمام مسلمان بادشاہوں کے ساتھ کیا ہے۔اور یوں ۳۰ سالہ دور خلافت اور ڈھائی سالہ خلافت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے نکال کر پوری تاریخِ اسلام کو ظلم وناانصافی، جبر تشدد اور تحکم ودھاندلی کی تاریخ باور کرایا ہے۔اور اپنے نقطۂ نظر کی تائید کے لیے قصرِ صحابیت تک میں نقب لگانے میں انہیں تأمل نہیں ہوا۔اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت مغیرہ بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہم جلیل القدر صحابہ بھی ان کی ناوک افگنی سے محفوظ نہیں رہے۔ ان مفکرین نے مذکورہ نفوس قدسیہ کی سیرت و کردار کو اس طرح مسخ کیا ہے کہ اس کے مقابلے میں قرآن کریم کی وہ مدح و منقبت، جو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کی گئی ہے ایک افسانہ معلوم ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ فضائل نری داستان سرائی۔ تاریخ اسلام کے یہ مظلوم ان مفکرین کو خطاب کر کے بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں ؎

اب تک نہ خبر تھی مجھے اجڑے ہوئے گھر کی
تم آئے تو گھر بے سروساماں نظر آیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارا نقطۂ نظر اور اس کے ثمرات حسنہ

بہرحال خلاصہ سابقہ گفتگو کا یہ ہے کہ اسلام کا نظام خلافت صرف ۳۰ سال چل کر ختم نہیں ہو گیا۔ بلکہ اسلامی نظام اور اس کی عملداری اس کے بعد بھی صدیوں تک قائم رہی ہے۔ اسلامی خلفاء وملوک اپنی بہت سی خامیوں اور کوتاہیوں کے باوصف بحیثیت مجموعی اسلامی احکام وشعائر کے پابند رہے اور ان کے ادوارِ حکومت میں اسلامی قوانین کا پرچم سربلند رہا۔ کسی بھی اسلامی بادشاہ نے سوائے ایک مغل فرماں روا اکبر کے' دین اسلام سے بغاوت نہیں کی۔ اس لیے یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ خلافت راشدہ کے بعد ''ملوکیت'' کے آتے ہی اسلامی حکومت کی تمام امتیازی خصوصیات اسی طرح ختم ہو گئیں جس طرح سورج کے طلوع ہوتے ہی رات کی تاریکی معدوم ہو جاتی ہے بلکہ یہ خصوصیات دورِ ملوکیت بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی بدستور موجود رہی ہیں۔ جنہیں آج کل کے مفکرین ملوکیت کا بانی اور اسلامی حکومت کی تمام امتیازی خصوصیات کو مٹانے والا باور کرا رہے ہیں۔ اور تاریخ اسلام میں بیسیوں ایسے ''بادشاہ'' ہوئے ہیں جن کی ''ملوکیت'' انہی خصوصیات کی آئینہ دار تھی جو خلافت کی بتلائی جاتی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے متعلق کتب تواریخ کی بعض ظاہری روایات سے جو یہ تاثر آج کل دیا جا رہا ہے کہ ان کے دور میں (نعوذ باللہ) اسلامی حکومت کی تمام امتیازی خصوصیات کو مٹا کر رکھ دیا گیا تھا۔ یہ تاثر قطعاً خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے۔ یہ حقائق وواقعات کے برعکس تخیل وتصورات کا ایسا آشیانہ ہے جو شاخ نازک پر قائم کیا گیا ہے۔ جو بادِ تحقیق کے ایک ہی جھونکے سے زمیں بوس ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے کمزور سہاروں پر تو پھر اسی قسم کا دعویٰ خلافتِ راشدہ کے نصف آخر دورِ عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے متعلق بھی کیا جا سکتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ''تحقیق'' کی یہ رَوچل نکلی تو شاہدِ تحقیق کی عشوہ طرازیوں سے حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کو بچانا بھی مشکل ہو جائے گا۔

راقم کے پیش کردہ نقطۂ نظر کے جو نتائج نکل سکتے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

① حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقدامات کی ایسی معقول توجیہ ممکن ہے جس سے ان کا شرف صحابیت مجروح نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کو ان سے جو عقیدت اور حسن ظن ہے، وہ باقی رہتا ہے اور سب سے بڑھ کر قرآن وحدیث نے ان کی جو صفات بتلائی ہیں، ان کی نفی نہیں ہوتی۔ رضی اللہ عنہم

② موجودہ نسل کے ذہن میں اپنے اسلاف سے نفرت کی بجائے، محبت وعقیدت پیدا ہوگی اور ان کی نگاہیں اپنے حال ومستقبل کو تابناک بنانے کے لیے غیروں کی طرف نہیں بلکہ اپنے ان اسلاف ہی کی طرف اٹھیں گی جو اپنی بعض کوتاہیوں کے باوصف مسلمان اور اسلامی عظمتوں کے علمبردار تھے جو ہمیشہ اسلام کی طرف ہر اٹھنے والے ہاتھ کو قلم اور اس کی طرف اٹھنے والے قدموں کو شل کر دیتے رہے۔ رحمه الله رحمة واسعة

③ اور سب سے بڑھ کر اسلام کا نظام حکومت ''عنقا صفت'' نہیں رہتا کہ جس کی جھلک دنیا نے ۳۰ سال بلکہ ۱۲، ۱۳ سال ہی (عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت تک) دیکھی ہو۔ اس کے بعد وہ ایک فرقے کے امام غائب کی طرح ایسا روپوش ہوگیا کہ جس کو دوبارہ منظر عام پر دیکھنے کے لیے چودہ صدیاں بیت گئیں اور دیکھتے دیکھتے تمام مسلمانوں کی آنکھیں بھی پتھرا گئیں ہوں بلکہ اسلام کا نظام حکومت ایک متحرک، جاندار اور ہر دور میں قابل عمل نظر آتا ہے کیوں کہ فترات کے ساتھ ساتھ وہ ہر دور میں اپنی صحیح روح کے ساتھ روبہ عمل رہا۔ حتی کہ اس دور میں بھی وہ سعودی عرب میں روبہ عمل، اپنی قوت اور تازگی کی شہادت دے رہا ہے۔ مختلف وقتوں میں بعض بادشاہوں کے غلط طرز عمل کے نتیجے میں اسلامی حکومت کی خصوصیات کے بہت سے نقوش دھندلاتے ضرور رہے ہیں تاہم ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ نہ کچھ چھاپ پھر بھی ہر دور میں نمایاں رہی ہے۔ زوال وتغیر ایک فطری عمل ہے جس سے دنیا کی کوئی چیز مستثنیٰ نہیں ہوسکتی جس کا وجود محض چند روزہ نہیں، صدیوں تک رہتا ہے۔ دنیا کا کوئی قانون یا نظام ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جس پر مرور ایام اور گردش لیل ونہار نے زوال وتغیر کا کچھ نہ کچھ سایہ نہ ڈالا ہو۔ اسلامی نظام حکومت نے تیرہ صدیاں دنیا پر حکمرانی کی ہے۔ یہ کوئی تھوڑا عرصہ نہیں۔ بڑا طویل راستہ ہے جو قطع کر کے ہم تک پہنچا ہے۔ یہ قطعاً ناممکن تھا کہ اتنی طویل صدیوں میں اس پر تغیر کا کوئی وار نہ ہوتا یا اگر ہوتا تو وہ اسے سہہ جاتا اور اس کا کوئی اثر قبول نہ کرتا۔ اس پر بڑے بڑے تغیرات آئے، متعدد مرتبہ اس کی زندگی تک خطرے میں پڑ گئی لیکن پھر کوئی مردِ درویش آتا، مردے از غیب ظہور پذیر ہوتا اور اس کی عروقِ مردہ میں تازہ خون دوڑا کر اس کو حیات نو بخش دیتا۔ پس اس کی کوتاہیوں اور خامیوں کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ کر دینا یا ایسا طرزِ فکر اختیار کرنا جس سے یہ تأثر قائم ہو کہ اسلامی نظام حکومت صرف ۳۰ سال ہی چلا، اس کے بعد سے آج تک روئے زمین پر کہیں (سوائے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے مختصر دور کے) یہ اپنی اصلی صورت میں قائم نہ ہوسکا، یاس انگیز طرز عمل ہے جس سے مسلمانوں کی موجودہ نسل کے دل ودماغ سے اسلامی حکومت کے قیام کے جذبے کا ہی سرے سے مفقود ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اس کے برعکس راقم کے پیش کردہ نقطۂ نظر سے وہ اب بھی اسی طرح قابل عمل ہے جس طرح پچھلے ادوار میں وہ وقتاً فوقتاً روئے زمین پر اپنی روح کے ساتھ جلوہ گر رہا ہے۔ اس سے قوم کے اندر مایوسی کی لہر نہیں بلکہ ان کے اندر امیدوں کے چراغ روشن ہوں گے، ان کے جذباتِ عمل ٹھٹھریں گے نہیں بلکہ اور ابھریں گے اور اسلامی حکومت کا قیام انہیں ناممکن نہیں بلکہ عین ممکن نظر آئے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دورِ حاضر کے مفکرین کا نقطۂ نظر اور اس کے خطرناک نتائج

اس کے برعکس ان حضرات اہل علم کا، جن کی فکری غلطیوں کی نشاندہی اس مقالے میں کی گئی ہے، نقطۂ نظر حسب ذیل ہے:

① اسلام کا نظام حکومت (خلافت) تھوڑے ہی عرصے بعد ''ملوکیت'' میں تبدیل ہوگیا اور اس کا آغاز بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اقدامات سے ہوا کہ انہوں نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو فائز کیا، مزید برآں ان کے ساتھ خصوصی مراعات برتیں، مسلمانوں کے مشترکہ بیت المال سے اپنے رشتہ داروں کو خاص طور پر عطیے دیے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ''ملوکیت'' کے اس رجحان کو، جس کی بنیاد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رکھ گئے تھے۔ روکنے کی بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنتے ہی نظام خلافت ختم ہوگیا۔

② حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں (۶۰ھ تک) اسلامی حکومت کی تمام امتیازی خصوصیات کو مٹا کر رکھ دیا اور اس کی جگہ ایک آمرانہ ومستبدانہ نظام حکومت قائم کیا، جو ہر اسلامی خصوصیت سے عاری اور ہر جاہلی و دنیوی حکومت کی خصوصیات کا آئینہ دار تھا۔ اس وقت سے لے کر مصطفی کمال پاشا کے الغائے خلافت تک باستثنائے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اسلام میں یہی نظام ملوکیت قائم چلا آیا۔

③ مزید برآں اس ضمن میں ان حضرات اہل علم نے حضرت عثمان، حضرت عمرو بن العاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت معاویہ، حضرت عائشہ اور حضرات طلحہ و زبیر وغیرھم رضی اللہ عنہم کے کردار کو جس بری طرح مسخ کر کے پیش کیا ہے وہ ایک الگ دلخراش داستان ہے جیسا کہ پہلے بھی میں نے اشارہ کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نقطۂ نظر اور طرز عمل کے جو نتائج نکل سکتے ہیں اور نکل رہے ہیں وہ درجِ ذیل ہیں:

① صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ردائے تقدس وعظمت تار تار ہوگئی ہے۔ عقیدت وحسن ظن کی جگہ نفرت وسوء ظن نے لے لی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ دشمنانِ صحابہ کو ایک مضبوط بنیاد فراہم ہوگئی ہے۔ اب یہ ڈیوٹی صرف ایک مخصوص فرقے کی ہی نہیں رہی کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہیں، اہل سنت میں سے بھی ہر کہ و مہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ پر تنقید کرنے لگا ہے۔ جیسے وہ ایک ایسے عام انسان تھے، جن میں کوئی خوبی نہ تھی، البتہ وہ برائیوں کا مجموعہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس کردار میں، جسے قرآن وحدیث نے بیان کیا ہے۔ اور اِس کردار میں، جسے مذکورہ اہل علم نے اپنی ذہانت اور قوت تخلیق سے پیکر وجود عطا کیا ہے، تطبیق ناممکن ہوگئی ہے۔ ایک کو صحیح ماننے کی صورت میں لازماً دوسرے کی تکذیب کرنی پڑتی ہے۔ بیک وقت دونوں کی صحت کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

جب اسلام کے نظام حکومت کو خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرھم نے ختم کر دیا اور دوسرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس چیز کو خاموشی سے برداشت کرلیا، پیغمبر اسلام کے تربیت یافتہ اصحاب رضی اللہ عنہم اس کو پورے ۳۰ سال بھی اصلی صورت میں قائم نہ رکھ سکے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اگر کچھ کوشش کی بھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تو بالکل گھٹنے ٹیک دیے۔ اور اس کے بعد سے آج تک اسلام کے نام پر ''ملوکیت'' نافذ ہے جس میں اسلامی حکومت کی کوئی خوبی موجود نہیں ہے۔ اس سے لازماً یہ احساس مایوسی ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ اب اسلامی حکومت کا قیام قطعاً ناممکن ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک قائم شدہ نظام خلافت کو برقرار نہ رکھ سکے تو اب وہ کون مسیحا نفس ہے جو اس نظام کو از سرنو احیاءِ عمل میں لا سکے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

② اس سے ان متجددین ومستشرقین کے اس سازشی ذہن کی تائید ہوتی ہے جو یہی کہتے ہیں کہ اسلام کا نظام حکومت ایک خاص دور اور ایک خاص ماحول کے لیے تھا جو اپنی زندگی کے ۳۰ سال پورے کر کے ختم ہو چکا ہے۔ اب اس کے احیاء کی آرزو کو سینوں سے چمٹائے رکھنا دانش مندی نہیں ۔ آج کل اس دور کے جدید تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کو اپنا نظام حکومت مرتب کرنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بگاڑ کے اسباب

ایک اور بنیادی غلطی بعض مفکرین کی یہ ہے کہ اسلام کے نظام حکومت میں بگاڑ کا واحد سبب انہوں نے ''ملوکیت'' کو قرار دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر ملوکیت قائم نہ ہوتی تو نظام خلافت اپنی صحیح صورت میں قائم اور اسلام کا نظام سیاست بگاڑ سے محفوظ رہتا۔ لیکن یہ دعویٰ بھی بنیادی طور پر غلط ہے۔

کیوں کہ ایک تو اس سے ملوکیت کا فی نفسہ مذموم ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ ملوکیت بجائے خود مذموم چیز نہیں۔ بعض انبیاء علیہم السلام بھی ملوک رہے ہیں۔ اور قرآن نے ان کی ملوکیت کا تذکرہ اچھے انداز میں کیا ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی تاریخ میں بھی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور ان جیسے بہت سے عمدہ کردار کے بادشاہ ہوئے ہیں۔ جن کی ملوکیت کو مذکورہ حضرات اہل علم بھی مستحسن تسلیم کرتے ہیں۔ اگر ملوکیت بجائے خود مذموم چیز ہوتی تو اس نظام مملکت کے تحت کسی بھی بادشاہ کو صحیح سیرت اور اسلامی کردار کا حامل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ یہ حضرات محض ملوکیت کی وجہ سے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو بھی اسلامی سیرت وکردار سے عاری باور کرانے پر مصر ہیں۔

ثانیاً اگر ''ملوکیت'' ہی بگاڑ کا واحد سبب ہے تو پھر اس کی کیا معقول توجیہ کی جائے گی کہ بگاڑ کا آغاز خود یہ حضرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سیاسی اقدامات سے کرتے ہیں اور انہیں فسادِ احوال کا سبب گردانتے ہیں حالانکہ یہ خلافت راشدہ کا دور ہے، ملوکیت ابھی نہیں آئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ خود ان کی تصریحات کے مطابق خلافت راشدہ میں یہ بگاڑ کیوں آیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پورا دورِ خلافت خانہ جنگی اور دیگر انتشار وخلفشار میں گزرا۔ یہ بھی سیاسی بگاڑ ہی ہے یہ بگاڑ خلافتِ راشدہ میں کہاں سے آیا؟ اگر بگاڑ کا واحد اہم سبب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف ملوکیت ہے تو پھر خلافت راشدہ کو کم از کم سیاسی بگاڑ سے محفوظ رہنا چاہیے تھا لیکن ایسا نہیں ہے بگاڑ خلافت راشدہ کے دور میں بھی آیا ہے جس کی وجہ سے خلافت راشدہ کا نصف آخر اپنے نصف اول سے قدرے مختلف نظر آتا ہے۔ اس لیے یہ تجزیہ کہ ملوکیت ہی بگاڑ کا سبب ہے، صحیح نہیں۔

دراصل غلطی کی بنیادی وجہ ان کا یہ خیال ہے کہ بگاڑ صرف سیاست (نظام حکومت) میں آیا ہے۔ باقی اخلاقیات، معاملات اور عبادات کے تمام شعبے بدستور اسی ڈگر پر تھے جس پر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں تھے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ بگاڑ اوّلاً معاشرتی حالات و اخلاقیات اور افرادِ ملک کے طبع ورجحان میں آتا ہے۔ سیاست اخلاقیات ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس لیے ملک و معاشرے کا جو عمومی مزاج ہوگا، یہ ناممکن ہے کہ حکومت کا مزاج اس سے مختلف ہو۔ سیاست (نظام حکومت) کا ضمیر ہمیشہ اہل ملک کے مزاج و کردار سے اٹھتا ہے۔ اگر افراد ملک کا عمومی مزاج و کردار فاسقانہ ہوگا تو اس سے جو نظام حکومت جنم لے گا، وہ غیر صالح ہوگا، صالح کبھی نہیں ہوسکتا۔ کافرانہ مزاج کے معاشرے سے متشکل ہونے والا نظام حکومت ہمیشہ کافرانہ مزاج کا حامل ہوگا۔ تاریخ میں اس کی مثالیں تو آپ دیکھیں گے کہ مسلمانوں نے باہر سے حملہ کرکے کسی غیر اسلامی ملک کو فتح کرکے وہاں اسلامی حکومت قائم کرلی۔ لیکن ایسی کوئی مثال تاریخ پیش نہیں کرسکتی کہ کسی غیر اسلامی ملک و معاشرے سے ازخود کسی صالح اور اسلامی نظام حکومت نے جنم لیا ہو۔ گویا نظام حکومت کے مزاج کو بنانے میں ملک و معاشرہ کا مزاج اصل کردار ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے جتنے ممالک بھی فتح کیے اور وہاں اسلامی نظام حکومت نافذ کیا گیا، اس مفتوح ملک کے افراد باوجود قبول اسلام کے چونکہ اس معاشرے کے افراد کی طرح نہیں تھے جس معاشرے کی بنیاد رسول ﷺ کے تربیت یافتہ اصحاب رسول ﷺ پر تھی۔ اس لیے وہاں کا نظام حکومت بھی باوجود اسلامی ہونے کے کبھی اس اسلامی نظام حکومت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مماثل نہ ہو سکا جسے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے مکی و مدنی معاشرے میں نافذ کیا تھا۔تمام ممالک مفتوحہ میں قائم کردہ اسلامی نظام حکومت کے اندر اپنے اپنے ماحول، معاشرے کے مزاج اور وہاں کے مخصوص رجحانات کے کچھ نہ کچھ غیر اسلامی اثرات ضرور پائے جاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا ''یہ کیا بات ہے کہ آپ کے عہد خلافت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں ایسا نہیں ہوا؟'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

''ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عہد کی رعایا مجھ جیسے افراد پر مشتمل تھی اور میری رعایا تم جیسے لوگوں پر مشتمل ہے۔'' (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے اس نکتے کی وضاحت خوب ہو جاتی ہے۔جس کی طرف خاکسار اشارہ کر رہا ہے۔

اس حقیقت سے مجالِ انکار نہیں اور تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ نبی امی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلامی معاشرہ بحیثیت مجموعی مائل بہ انحطاط وتغیر ہی ہے اور ان کے ماننے والوں کی ایمانی وقلبی حیثیت بھی اسی حساب سے بتدریج زوال پذیر ہے۔اس انحطاط وزوال کے اثرات دور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہی نمایاں ہونے شروع ہو گئے ۔اس کا مطالعہ آپ اس طرح کر کے دیکھیں کہ جو دور زمانہ نبوت سے جتنا متصل ہے، اسی حساب سے اس میں بہ اعتبارِ ادوار تغیر مابعد' بھی زیادہ افزوں تر ہے اور جو دور، زمانۂ نبوت سے جس قدر دور ہے اسی قدر اس میں خیر و برکت میں کمی پیدا ہوتی چلی گئی ہے۔اسی چیز کو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے اس طرح ادا فرمایا ''خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم۔۔۔الحديث'' کہ سب سے بہتر میرا دور ہے۔

(۱) مقدمة ابن خلدون ص/ ۳۷۴،فصل ولاية عهد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے نمبر پر وہ جو اس کے بعد میرے دور سے متصل ہے۔تیسرے نمبر پر وہ جو اس کے بعد ہے ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا ''لا یأتی علیکم زمان إلا الذی بعده شر منه ''① 'ایک زمانہ گزر جانے کے بعد جب تم پر دوسرا زمانہ آئے گا، وہ پہلے کی بہ نسبت بدتر ہوگا'۔اور متعدد حدیثوں میں آپ ﷺ نے اس نکتے کی وضاحت فرمائی ہے کہ بُعدِ زمانہ کے ساتھ ساتھ بد عملی، بُخل، قتال وجدال، شہادتِ زُور اور دیگر صفات مذمومہ میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس قسم کی احادیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہ خرابیاں، جن کی خبر ان احادیث میں دی گئی ہے۔عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہی ان کی ابتدا ہوگئی تھی۔ پھر بعض جگہوں پر ان میں اضافہ ہوگیا اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی، ان خرابیوں میں استحکام پیدا ہوگا۔خرابیاں تمام شہروں میں روز افزوں ہیں، کہیں کم کہیں زیادہ۔ جب ایک طبقہ ختم ہوجاتا ہے، اس کی جگہ لینے والے دوسرے طبقے میں بہ نسبت پہلے کے بہت زیادہ نقص واقع ہوجاتا ہے''②

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''نبوت ورحمت کی برکات کی محرومی وفقدان کا ایک تدریجی تنزل تھا اور بدعات وفتن کے ظہور واحاطہ کی ایک تدریجی ترقی تھی، کالحصیر عوداً عوداً۔ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے شروع ہوئی اور جس قدر عہد نبوت سے دوری بڑھتی گئی اتنی ہی عہدِ نبوت اور خلافت رحمت کی سعادتوں سے امت محروم ہوتی گئی۔ یہ محرومی صرف امامت وخلافتِ کبریٰ کے معاملے ہی میں نہیں ہوئی بلکہ قوام ونظامِ امت کے مبادیات واساسات سے لے کر حیات شخصی وانفرادی کی اعتقادی وعملی جزئیات تک ساری باتوں کا یہی حال ہوا۔''③

① صحیح بخاری ،کتاب الفتن ② فتح الباری، باب ظهور الفتن
③ مسئلہ خلافت ص ۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب ان احادیث، اقوال اور عبارتوں کا یہ ہے کہ بگاڑ کا عمل تدریجی تھا اور اس کا رخ صرف سیاسیات (نظام حکومت) ہی کی طرف نہ تھا بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں یہ اپنی رفتار سے آنا شروع ہو گیا تھا۔ اخلاقیات، عبادات، معاملات، معیشت و معاشرت اور تہذیب و تمدن سب پر ہی اس نے اپنا اثر کیا۔ حکمران و اہلِ کارانِ حکومت بھی معاشرے ہی کے فرد ہوتے ہیں۔ نظام حکومت چلانے کے لیے وہ آسمانوں سے نازل نہیں ہوا کرتے ہیں۔ معاشرے کے اچھے برے اثرات سے وہ خود کو پوری طرح محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ غیر شعوری طور پر معاشرے کے اثرات ان کے اندر بھی اپنا اثر دکھاتے ہیں۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ادوارِ مابعدِ رسالت پر نظر ڈالیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت زمانۂ رسالت سے بالکل متصل ہے۔ اس بناء پر وہی دور فیوض و برکاتِ الٰہیہ کا سب سے زیادہ مظہر اور عام معاشرہ صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمہ گیر اثرات میں پختہ تر ہے۔ جس کی وجہ سے خلافت صدیقی میں ذیل کی خصوصیات نمایاں تھیں:

- تمام مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق اور کامل یگانگت ہے۔ حاکم و محکوم، راعی و رعایا اور امیر و غریب سب اشاعت اسلام اور استیصالِ کفر کے جذبے سے سرشار ہیں۔
- دینی مسائل و احکام میں مسلمانوں میں باہم کوئی قابل ذکر نزاع پیدا نہیں ہوا حتی کہ سیاسیات میں بھی شدت اختلاف کی کوئی نمایاں مثال نہیں ملتی۔
- دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت کا کم و بیش وہی حال ہے جو خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں تھا۔
- صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور زمانۂ رسالت کے اتصال ہی کا ایک پرتو یہ تھا کہ خود خلیفۃ الرسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے سیاسی و دینی اجتہادات میں خطا سے سب سے زیادہ محفوظ رہے، گو اوّلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اجتہادات اور سیاسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آراء میں بعض حضرات نے اختلاف اور توقّف کیا لیکن بالآخر انہوں نے بھی بعد میں ان کے موقف کی تائید وتصویب کی۔

- ملک ومعاشرہ داخلی انتشار، شرپسند عناصر اور سازشی گروہ کی آماجگاہ بننے سے محفوظ اور ان کی دسیسہ کاریوں سے مامون رہا۔

دورِ فاروقی میں:

مذکورہ حالت میں اگرچہ کوئی نمایاں فرق واقع نہیں ہوا تاہم وہ کیفیت نہ رہی جو دورِ صدیق میں تھی۔ زمانۂ رسالت سے بُعد کے تناسب سے حالات میں ضرور کچھ تغیر آیا، گو بوجوہ وہ زیادہ نمایاں نہ ہو سکا۔

دورِ عثمانی میں:

عوامی اتحاد میں کسی حد تک رخنہ، دنیاوی چیزوں میں ایک گونہ رغبت اور دینی وسیاسی مسائل کے نزاع میں قدرے شدت ظہور پذیر ہوگئی اور اجتہادی وسیاسی آراء میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امکانِ خطا سے اپنے پیشرووں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی طرح محفوظ نہ رہ سکے۔ سب سے بڑھ کر ملک ومعاشرہ شرپسند عناصر اور سازشی گروہ کی دسیسہ کاریوں سے غیر محفوظ ہو گیا۔

دورِ علی رضی اللہ عنہ میں:

زمانۂ رسالت کے مزید بُعد کی وجہ سے تغیرات نمایاں اور واضح ہو کر سامنے آگئے۔ اتحاد واتفاق کی جگہ باہمی خانہ جنگی سے اشاعت اسلام اور سلسلۂ جہاد منقطع ہو گیا۔

- دینی وسیاسی مسائل وآراء کے اختلاف میں پوری شدت ابھر آئی، جس کی نمایاں مثال جنگِ جمل وصفین اور جنگ نہروان ہے۔
- دنیا اور زخارفِ دنیا میں اضافہ اور اسی حساب سے فکر آخرت میں مزید کمی پیدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگئی۔

❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اجتہادات اور سیاسی تدابیر میں اس حد تک غیر محفوظ نہ رہے جیسے ان کے پیش رَو خلفاء رہے۔ اگر ایسا ہوتا تو تاریخ اسلام، جمل وصفین جیسے واقعات سے خالی رہتی۔

دورِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں:

نظامِ حکومت اور عام معاشرے میں دینی گرفت پچھلے ادوار کی نسبت کچھ ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور نبوت کے عظیم وروحانی اثرات بتدریج کم ہوتے نظر آتے ہیں وَهلُمَّ جرًّا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہداقتدار ۶۰ ھ تک، سیاسی اعتبار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حکمرانی کا دور ہے یعنی جس میں حکمرانِ اعلیٰ (خلیفہ) نہ صرف کوئی نہ کوئی صحابی ہے بلکہ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی اعتبار سے دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ممتاز اور خصوصی صفات کا حامل ہے۔

لیکن اس کے باوجود یہ جلیل القدر حضرات اسلامی معاشرے میں پیدا ہوتے ہوئے بگاڑ کو روکنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ دراں حالیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر اصلاح اور بگاڑ کو روکنے کا جذبۂ صادقہ اور کسی میں نہیں ہوسکتا لیکن اس کے باوجود بگاڑ کے طبعی اور قدرتی اسباب کی بنا پر خود خلفائے راشدین (عثمان وعلی رضی اللہ عنہما) کے دور میں اسلام کے نظام اجتماعی میں بگاڑ کو در آنے کا موقع مل گیا۔

یہ بات مسلّم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیرت وکردار، مزاج واطوار اور انتظامی وسیاسی صلاحیتوں میں باہم متفاوت تھے، اس اعتبار سے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے سیرت وکردار کی جس پختگی اور سیاسی وانتظامی معاملات میں جس بیدار مغزی کا ثبوت دیا، عثمان ومعاویہ رضی اللہ عنہما ہوں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان میں ہمیں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ لیکن ایک چیز ہمیں تسلیم کرنی چاہیے کہ معروف کی اشاعت، منکر کا استیصال اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بگاڑ کو روکنے کا جذبۂ بے پایاں ان تمام حضرات میں بالخصوص دیگر اصحاب رسول ﷺ میں بالعموم ایک قدر مشترک کی حیثیت رکھتا ہے۔اس لیے خاکسار کو یہ امر تسلیم کرنے میں سخت تأمل ہے کہ عثمان ومعاویہ رضی اللہ عنہما نے عمداً ایسا طرز عمل اختیار کیا ہو جس سے بگاڑ کو تقویت پہنچی ہو یا جس سے اسلام کے تقاضے مجروح اور عوام کی حق تلفی ہوئی ہو۔

بنابریں عمومی بگاڑ کے اسباب کا صحیح اور دیانت دارانہ تجزیہ یہ ہے کہ زمانۂ رسالت کے بُعد اور اس کے باطنی وروحانی فیوض وبرکات میں بتدریج کمی کی وجہ سے بعض ایسے خارجی اسباب پیدا ہو گئے تھے جن سے بگاڑ کے عوامل کو اسلامی معاشرے میں کھل کر کھیلنے کا موقع مل گیا۔ان میں سے چند اہم تر اسباب یہ تھے۔

اولاً خود اسلامی معاشرے کے مزاج میں آخرت کے مقابلے میں دنیا داری کا رجحان پیدا ہونا شروع ہو گیا۔

ثانیاً کثرتِ فتوحات کے باعث مال ودولت کی فراوانی ہوگئ' جو بجائے خود بہت سے فتنوں اور حشر سامانیوں کا پیش خیمہ بن گئی۔

ثالثاً فتوحات ہی کے نتیجے میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے نومسلم وعجمی رعایا کی اسلامی قلمرَو میں شامل ہوگئی،جس نے اگرچہ زبان سے کلمۂ لا إلٰہ إلا اللہ پڑھ لیا تھا لیکن ان کو اسلامی نہج پر اپنے افکار جاہلیت کی تطہیر اور سیرت وکردار کی تعمیر وتربیت کے زیادہ مواقع میسر نہ آئے تھے۔اس بناء پر مسلمان ہونے کے باوجود ان کے اندر اپنے علاقے،ماحول اور جاہلی تمدن کی خُو بُو موجود رہی اور ان کی سن رسیدہ ہڈیوں میں رچے بسے غیر اسلامی اثرات بالکلیہ ختم نہ ہو سکے تھے۔

رابعاً اسلام کی بڑھتی طاقت کا جواب دینے کی کسی کے اندر جب سکت نہ رہی تو یہود ونصاریٰ کے ایک گروہ نے ظاہری طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر سازش کا راستہ اختیار کر لیا اور نومسلم عجمی رعایا میں سے کمزور عناصر کو اپنے ساتھ ملا کر اسلامی علاقوں میں داخلی انتشار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برپا کرنے کی کوشش کی۔

خامساً نئے مسلمانوں کی اتنی عظیم تعداد کے مقابلے میں اسلامی حکومتوں کا وہ صحیح و خالص عنصر، جو شرفِ صحابیت سے بہرہ ور اور سیرت و کردار کی اعلیٰ خصوصیات کا حامل تھا، بہت کم رہ گیا تھا۔

یہ اور ان جیسے دیگر اسباب و عوامل، مذکورہ عظیم و جلیل القدر اصحابِ رسول ﷺ کے اپنے عزائم کے بروئے کار لانے میں مزاحم ہو گئے۔ اور وہ بگاڑ کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور حالات وظروف کے لحاظ سے وہ اس پر قادر نہ تھے کہ بگاڑ کو بالکلیہ روک دیں۔ ان کا یہی کارنامہ ان کی عظمت کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے بگاڑ کے اس قدرتی سیلاب کو روکنے اور اس کو کم کرنے کے لیے ممکنہ حد تک کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء ورضى الله عنهم ورضوا عنه

موجودہ دور کے بہت سے وہ افاضل جنہوں نے قرن اول کے حالات و واقعات پر خامہ فرسائی کی ہے، افسوس ہے کہ انہوں نے اس دور پر بحث کرتے ہوئے مذکورہ بزرگ صحابیوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور بہت حد تک سطحیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

ان حضرات کی اولین بنیادی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے تغیر کے اسباب و عوامل کی نشاندہی میں بالغ نظری سے کام نہیں لیا ہے، تغیر کے جو حقیقی عوامل اور طبعی اسباب تھے، انہیں تو نظر انداز کر دیا اور بگاڑ کا ایک خانہ ساز سبب ملوکیت کو بنایا اور اسی کو تمام برائیوں کا منبع و مصدر باور کرایا۔

دوسری غلطی ان حضرات کی یہ ہے کہ ان کے نقطۂ نظر سے بگاڑ صرف سیاست (نظام حکومت) میں آیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بگاڑ ہر شعبۂ زندگی میں اپنی تدریجی رفتار سے آیا ہے جس کے اثرات سیاست پر بھی پڑے، نہ یہ کہ دفعتاً نظام حکومت میں بگاڑ اس طرح آیا جس طرح ریل کی پٹڑی کا کانٹا بدلنے سے گاڑی کا رخ فوراً تبدیل ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسری غلطی ان حضرات کی یہ ہے کہ انہوں نے جرم وسزا کے تناسب کو ملحوظ نہیں رکھا ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہوں یا معاویہ رضی اللہ عنہ یا اور دیگر خلفاء وملوک' یہ سب آخر اسی مشتِ خاک سے بنے ہوئے انسان تھے جن کے خمیر میں خطا ونسیان کا مادہ شامل ہے۔اس لیے ان سے کوتاہیاں ممکن تھیں۔ اور ان سے کمزوریاں اور کوتاہیاں ہوئی بھی ہیں لیکن انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جس انداز کی کوتاہی سرزد ہوئی ہے،اس کو اسی تناسب سے سزا کا مستحق اور مجرم گردانا جائے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ایک غلطی کی سزا سوئی کی چبھن ہو لیکن وہاں سوئی کی جگہ نشتر اس کے رگ وپے میں اتار دیے جائیں،تعزیر کے مستحق مجرم کو حوالۂ دار ورسن کر دیا جائے۔معمولی کوتاہی کو خوفناک اور بھیانک انداز میں پیش کر کے اس کی واقعی قباحت کو ہزاروں گنا بڑھا کر پیش کیا جائے،اجتہادی نوعیت کی غلطی کو اسلام کی تباہی وہلاکت سے تعبیر کیا جائے اور ان کی تمام خوبیوں اور کارناموں کو نظر انداز کر کے خورد بین کے ذریعے سے ان کے صرف کمزور پہلوؤں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سامنے لایا جائے بلکہ ان کی فردِ جرم میں اپنی طرف سے بھی اضافے کر دیے جائیں۔

حضراتِ محترم! جب ''ملوکیت'' کو ہی فساد کا سب سے اہم سبب سمجھ لیا گیا تو اپنے اس نقطۂ نظر کے اثبات کے لیے ان حضرات نے یہ سارے ہی ظلم ہمارے بعض جلیل القدر بزرگوں پر ڈھائے ہیں۔شاید کسی ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا تھا ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجودہ حالات میں کیا جمہوریت ہمارے لیے موزوں اور مناسب ہے؟

مجھے احساس ہے کہ مقالہ طویل ہوتا جا رہا ہے اور یہ سمع خراشی شاید آپ میں سے بہت سوں کے تکدرِ خاطر کا باعث ہو لیکن ابھی ایک نکتے پر گفتگو باقی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس پر بھی چند باتیں ہو ہی جائیں کہ ؎

امیرؔ جمع ہیں احباب، حالِ دل کہہ لے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

تو حضراتِ محترم! میرے موضوع کا چوتھا نکتہ یہ ہے کہ ہمارے دور کے اکثر مفکرین نے مغربی جمہوریت کو اسلامی خلافت کا متبادل بلکہ نعم البدل سمجھ کر قبول اور اسے ''اسلامی جمہوریت'' کا عنوان دے کر مشرّف بہ اسلام کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں اپنے نقطۂ نظر کی حمایت میں خلفائے راشدین کے انتخاب کو بھی جمہوری ثابت کرنے کے لیے حقائق وواقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ راقم خاکسار کو اس سے بھی اختلاف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ساحرانِ مغرب نے ''جمہوریت'' کا صور اس زور سے پھونکا ہے کہ سارا عالم اس قتالہ کا والہ وشیدا اور اس کی زلف وادا کا اسیر ہو گیا ہے ؎

ہم ہوئے، تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے
سب اسی زلف کے اسیر ہوئے

کے مصداق بڑے بڑے اہل علم وفکر نے بھی اپنی جبین نیاز محرابِ جمہوریت میں جھکا ڈالی اور اس کی بارگاہِ شہرت میں سجدہ ہائے نیازی بجا لانے میں ہی عافیت سمجھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے نظام حکومت (خلافت) اور جمہوریت میں بُعد عظیم ہے۔ اس لیے اسلام کے ساتھ جمہوریت کا پیوند بھی اسی طرح غلط ہے جس طرح سوشلزم کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی پیوندکاری کا کوئی جواز نہیں ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام اور مغربی جمہوریت میں جو فرق ہے اس کی تفصیل کی تو یہاں گنجائش نہیں، ممکن ہے اس مذاکرے میں شریک کچھ اہلِ علم اس موضوع پر اظہارِ خیال فرمائیں، اس لیے میں فی الحال اس سے صرف نظر کرتے ہوئے جمہوریت کے کچھ اور پہلوؤں کی نقاب کشائی کرنا چاہتا ہوں۔

میرے خیال میں شاید جمہوریت ہی کی عشوہ طرازیوں سے مرعوبیت کا نتیجہ ہے کہ ہمارے دور کے بعض مفکرین نے اسلامی خلفاء وملوک پر بے رحمانہ تنقید کی ہے جس کی کچھ تفصیلات گزشتہ مباحث میں گزر چکی ہیں۔

اسی طرح میرے خیال میں جمہوریت نے اسلامی وحدت کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ترکی کی خلافت عثمانیہ جیسی کچھ بھی تھی، عالم اسلام کی مرکزیت و وحدت کی علامت تھی اور خلافت کا یہ ادارہ اپنی تمام تر کمزوری وزبوں حالی کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کی قوت و طاقت کا منبع تھا۔ مصطفی کمال پاشا کے الغاءِ خلافت کا نتیجہ صرف یہی نہیں ہوا کہ ترکی خلافت اسلامیہ کے اعزاز ومنصب سے محروم ہوگیا۔ اور اسلام کو وہاں سے دیس نکالا مل گیا بلکہ پورا عالم اسلام مختلف ٹکڑیوں میں بٹ گیا اور مسلمانوں کی قوت وطاقت کا شیرازہ بکھر گیا۔

اس ادارۂ خلافت کے خاتمے کے بعد ترکی سمیت مختلف اسلامی ملکوں میں جمہوری نظام نافذ ہوا۔ جس سے اولاً اسلامی ملکوں میں سیکولر ذہن پیدا ہوا۔ پھر رواداری اور عوامی حقوق کے نام پر ہر قسم کے نظریے کے پرچار اور اشاعت کی کھلے بندوں اجازت دی گئی۔ جس سے تصلُّبِ دینی کی بجائے دین میں مداہنت کا روگ عام ہوا۔ اسلامی احکام سے غفلت، شعائر اسلام سے بیگانگی اور اسلامی تہذیب وتمدن سے نفرت، مسلمانوں کا شعار قرار پایا اور مغربی تہذیب کی برتری کا نقش ذہنوں میں قائم ہوا۔ اور اب معاملہ ذہنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارتداد اور اسلام سے عملی بغاوت تک پہنچ گیا ہے۔ کسی بھی اسلامی ملک کو دیکھ لیجیے کہ بجز سعودی عرب کہیں بھی اسلامی قانون کی عملداری نہیں ہے بلکہ ہر جگہ مغربی جمہوریت اور مغربی نظام قائم ہے۔ عدالتیں مغربی قوانین کے تحت فیصلے کرتی ہیں۔ مغرب کا سودی نظام اسلامی ملکوں کی معیشت کی بنیاد ہے۔ حتیٰ کہ مخلوط تعلیم تک کی لعنت اسلامی ملکوں میں موجود ہے۔ حکومتوں کی تمام پالیسیوں اور اقدامات میں مغربی ذہن کی کارفرمائی ہے۔ الغرض زبان سے لے کر لباس تک معاشرت سے لے کر سیاست تک اور ذہن وفکر سے لے کر طرز بودو باش تک ہماری نسل نو کی اکثریت مغربی سانچے میں ڈھل چکی ہے۔ اعتقادات کی بنیاد کھوکھلی ہے اور ایمان کی عمارت متزلزل، اور عمل کی بساط لپیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

یہ نتیجہ ہے مغربی نظام وتہذیب کی اس برتری کا جو مغربی استعمار کے راستے سے اسلامی ملکوں میں داخل ہوا اور جمہوریت کے ذریعے سے جسے استحکام نصیب ہوا۔ کیوں کہ ہمارے اسلامی ملکوں کی لیڈرشپ ذہناً اس سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے جو کارگہِ مغرب کے تیار کردہ ہیں۔ اس لیے انہوں نے چاہے اپنے مخصوص مفادات کے پیش نظر جمہوری نظام کو صحیح معنوں میں قائم نہ ہونے دیا ہو لیکن جمہوری نظام میں تخریبی عوامل کو کھل کر کھیلنے کا جو موقع ملتا ہے، وہ انہوں نے ضرور مہیا کیا، جمہوریت کی بعض مسلمہ قدروں کو اپنانے سے چاہے گریز کیا ہو لیکن مغرب کے جمہوری نظام میں نظریاتی انتشار اور فکری واخلاقی انارکی پھیلانے کی جو گنجائش ہے، اس کے اسباب زیادہ سے زیادہ مہیا کیے۔ مغرب کے جمہوری نظام میں جو کچھ خوبیاں ہیں۔ ان سے اگرچہ ہمارے حکمراں گریزاں ہی رہے لیکن اس کے نام پر معاشی لوٹ کھسوٹ اور معاشی استحصال کی حوصلہ افزائی ہی کی ہے۔ نتیجتاً ہر اسلامی ملک قولاً نہ سہی عملاً اسلامی تہذیب کو خیر باد کہہ چکا ہے اور مغربی تہذیب اور اس کے مظاہر کو اپنانے کا شوق فراواں جنوں کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ نسل نو نظریاتی ژولیدگی اور فکری انارکی میں مبتلا ہے۔ اور ایک طبقہ سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ کے ردعمل میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوشلسٹ نظریات کا گرویدہ نظر آتا ہے اور بعض اسلامی ریاستیں تو سوشلسٹ نظریات پر ہی قائم ہیں تاہم اباحیت وزندقہ اور اسلامی تہذیب وشعائر سے بیگانگی وبغاوت کا رجحان ان سوشلسٹ ریاستوں میں بھی روزافزوں ہے۔

ہر اسلامی ملک ایک عجیب کش مکش میں مبتلا ہے اور گومگو کیفیت سے دوچار ہے ؎

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے ، کلیسا مرے آگے

عوام میں سیاسی شعور کا فقدان ہے۔ اسلامی تربیت وکردار سے بھی وہ محروم ہیں اور حکمران طبقہ اپنے مفادات کے گنبد میں محصور عوام کی فکری واخلاقی تربیت کے فریضے سے یکسر غافل ہے۔ سیاسی جماعتوں اور سیاسی لیڈروں کی تگ ودو کا محور بھی مخصوص مفادات کی حفاظت اور جماعتی وذاتی مقاصد کے حصول تک محدود ہے۔

ان حالات کے باوجود ہم نے ''جمہوریت'' کو اس معنی میں اپنایا ہوا ہے کہ ہر شخص اور جماعت کو اپنے نظریات کے پرچار کی اجازت ہے کہ وہ نسل نو کو جس طرح چاہے گمراہ کرے، صحافت کو اور دیگر ذرائع ابلاغ کو مادر پدر آزادی حاصل ہے کہ وہ گھر گھر عریانی و فحاشی کا سیلاب پہنچادیں۔ سرمایہ داروں کو یہ عام اجازت ہے کہ وہ اپنے سرمائے کے بل پر جس طرح چاہیں عوام کا خون چوسیں، مزدوروں کا استحصال کریں اور گرانی میں اضافہ اور بے ہودہ مصنوعات کے ذریعے سے عوام کا اخلاق تباہ کریں اور پھر اس سرمائے سے شاہد وشراب کی محفلیں جمائیں، ناچ گھروں اور کلبوں کی رونقیں بڑھائیں اور جنون و سرمستی کا ناٹک عام رچائیں۔ ادب و دانش کے گھواروں اور تعلیم وتربیت کے اداروں میں اسلام دشمنوں کو یہ اذنِ عام حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں کی نوخیز نسلوں اور ناپختہ ذہنوں میں غیر ملکی نظریات کی آبیاری کریں اور انہیں اسلام سے متنفر اور بیزار کریں۔

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ''جمہوریت'' کا یہی مفہوم ہم نے سمجھا ہوا ہے اور کیا جموریت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی یہ حشر سامانیاں ہم میں سے ہر شخص کے تجربہ ومشاہدہ کا حصہ نہیں ہے؟ پھر بحالات موجودہ ''جمہوریت'' ہمارے دکھوں کا علاج، ہمارے درد کا درماں اور ہمارے مسائل کا حل ہے؟ یا ہمارے لیے زہرِ ہلاہل، موت کا پیالہ اور ہماری تہذیب وثقافت اور ہمارے دین ومذہب کے لیے خودکشی کا سامان ہے۔ آہ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

میر کیا سادہ ہیں، بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

جس جمہوریت نے ہمیں اپنی تہذیب وثقافت سے محروم کیا، ہمیں احکامِ اسلام اور شعائرِ دین سے بیگانہ بنایا اور ہماری اسلامی وحدت ومرکزیت کو پارہ پارہ کیا۔ آہ کتنی رُلا دینے والی یہ حقیقت ہے کہ وہ جمہوریت آج ہمارے بہت سے اہل علم کے نزدیک بالعموم اور سیاسی جماعتوں اور لیڈروں کے نزدیک بالخصوص ہمارے دکھوں کا واحد علاج قرار پائی ہے۔ آہ! نگاہ کی نامسلمانی سے فریاد اقبالؒ نے بھی یہی ماتم کیا تھا ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

میں مانتا ہوں کہ اسلام کا نظامِ خلافت مستبدّانہ وآمرانہ نہیں بلکہ جمہوری مزاج کا حامل ہے لیکن اس جمہوری مزاج کا مطلب یہ ہے کہ حکمرانِ اعلیٰ بھی تنقید اور محاسبے سے بالا نہیں اور قرآن وحدیث کی خلاف ورزی پر اسے بھی ٹوکا اور روکا جا سکتا ہے۔ وہ قانون سے بالاتر نہیں، اگر وہ قانون شکنی کا ارتکاب کرے گا تو ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کو عدالت کے کٹہرے میں لے جائے۔ وہ اہل الرائے اصحاب کے مشورے اور رائے کا پابند ہے اور عام حالات میں ان سے تجاوز کرنا اس کے لیے مناسب نہیں لیکن اس جمہوریت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے جو آج بیشتر اسلامی ملکوں میں رائج ہے۔ اسلام میں منکرات کی اشاعت کی قطعاً اجازت نہیں ہے جب کہ مغربی جمہوریت کی ساری

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بنیاد منکرات کی اشاعت عام اور اجازت عام پر قائم ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں وضاحت کی گئی ہے۔

اس لیے مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں اور اسلامی تہذیب و نظام اسلامی ملکوں میں جاری وساری ہو تو اس کے بغیر چارہ نہیں کہ ہم مغربی جمہوریت سے ناطہ توڑ کر اپنے حالات کے مطابق ایسا طرز انتخاب اختیار کریں جو مغربی طرز انتخاب سے مختلف ہو جس میں بندوں کو گنا جاتا، تولا نہیں جاتا۔ ہمارے لیے موزوں طریقۂ انتخاب وہی ہے جس میں بندوں کو تولا جائے، گنا نہ جائے۔ بقول علامہ اقبالؒ ؎

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکر انسانے نمی آید

ایسے مناسب اور معقول طریقۂ انتخاب کی تفصیلات اہل علم وفکر طے کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ’جو ہماری راہ میں جہد وسعی کرتے ہیں ہم ان کے لیے اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔‘ بلکہ اگر ہو سکے تو جس ادارۂ خلافت کو شوقِ جمہوریت میں ختم کر دیا گیا اس کا احیاء عمل میں لایا جائے کہ وہ ادارۂ خلافت ہی ہماری قوت وطاقت کا منبع تھا اور ہماری تہذیب وثقافت اور دین مذہب کا امین وپاسبان بھی۔

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

ورنہ جس طرف ہم جا رہے ہیں اور جمہوریت کو جس انداز سے ہم نے اپنایا ہے اور الگ الگ ریاستوں اور چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کو جس طرح ہم نے بہ رضا ورغبت اور ضمیر کی ادنیٰ سی خلش کے بغیر قبول کر لیا ہے، اس کے پیش نظر یہی کہا جا سکتا ہے ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
این راہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجودہ ملکی حالات سے متعلق چند باتیں

حضرات محترم! اگر اجازت ہو تو چند باتیں موجودہ ملکی حالات کے متعلق بھی عرض کروں۔

ہمارے ملک کے سیاسی حالات آج کل پھر سخت دگرگوں ہیں۔ اگرچہ واقعہ یہ ہے کہ سیاسی طور پر ہمارے ملک کو اطمینان واستحکام کبھی بھی حاصل نہیں ہوا۔ تاہم یہ بات ضرور ہے کہ جب بھی انتقالِ اقتدار کا کوئی مرحلہ آیا ہے تو عوام کے ایک طبقے نے سکھ کا سانس لیا ہے اور نئے صاحب اقتدار سے توقعات کے پُل باندھے اور امیدوں کے شیش محل قائم کیے۔ لیکن مرور ایام کے ساتھ توقعات کے پُل بھی ڈھے چلے گئے۔ اور امیدوں کے شیش محل چکنا چور ہو گئے۔ کیوں کہ ہر آنے والے حکمران نے باتیں بڑی اچھی کیں، حسین وعدے کیے، امیدوں کے سبز باغ دکھائے، مسائل حل کرنے کا عزم بالجزم ظاہر کیا اور علی الخصوص اسلامی نظام کے قیام کو اپنا مقصد ومحور باور کرایا۔ لیکن ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ یہ سب وعدے سراب ثابت ہوتے رہے، عوام کے مسائل حل ہونے کی بجائے مزید الجھ جاتے رہے اور حالات سنگین سے سنگین تر۔ اعلانات اسلامی نظام کے قیام کے ہوتے رہے لیکن اقدامات اور پالیسیاں سب اسلام کے خلاف۔ جن سے ملک اور افراد وقوم بڑی تیزی سے اسلامی اقدار وتہذیب سے بیگانہ اور دور ہوتے چلے گئے۔

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے متعلق تو لوگوں کا پختہ خیال تھا کہ یہ شخص ضرور اپنے پیشرو حکمرانوں سے مختلف اور قول وعمل کے تضاد سے پاک ہوگا اور کچھ سنہری کارنامے سرانجام دے گا لیکن افسوس ہے کہ صدر محترم جناب جنرل ضیاء الحق کے ذاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردار، شرافت وحلم اور تواضع وفروتنی کا اعتراف کرتے ہوئے جہاں تک ملکی مسائل، عوامی مشکلات اور اسلامی نظام کے قیام کا تعلق ہے، یہ دور بھی سخت ناکام رہا ہے اور ایک مبصر کو بجا طور پر کہنا پڑتا ہے۔

اب کے بھی دن بہار کے یوں ہی گزر گئے

چنانچہ عوام اب پھر سخت مضطرب، پریشان اور سرکاری اداروں اور اہلکاروں سے سخت نالاں ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ گرانی کا منہ زور گھوڑا بالکل بے لگام ہوگیا ہے، جرائم میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے، لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے، رشوت کے بغیر کسی کام کا تصور بھی ممکن نہیں، بے حیائی کا ایک طوفان ہے جو امڈا چلا آرہا ہے۔ اور بے دینی کا ایک سیلاب ہے جو تمام بندوں کو توڑ کر ہمارے گھروں کے اندر گھس آیا ہے۔

عوام کے اضطراب اور پریشانی کی وجہ انتخابات کا عدمِ انعقاد نہیں، عوام اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ انتخابات مسائل کا حل نہیں (جیسا کہ اہلِ سیاست یہ تأثر دیتے ہیں) بلکہ انتخابات کے ساتھ بڑی تلخ یادیں وابستہ ہیں۔ ہمارے ملک میں جب بھی عام انتخابات ہوئے ہیں، ملک ایک نئی افتادہی سے دوچار ہوا ہے۔ محب وطن حلقوں میں اب بھی بجا طور پر یہ اندیشہ پایا جاتا ہے کہ اگر پھر انتخابات کا ڈول ڈالا گیا تو نہ معلوم اس کا کیا نتیجہ برآمد ہو؟

لیکن پھر یہ سوال ایک خوف ناک شکل میں سامنے آکھڑا ہوتا ہے کہ جب موجودہ حکومت بھی ناکام ہے اور انتخابات بھی مسائل کا حل نہیں تو پھر کیا کیا جائے؟ یہی وہ مقام ہے جہاں اہل دانش کی عقلیں حیران ہیں، دماغ ماؤف ہیں اور کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ کم از کم راقم کی نظر میں موجودہ صورت حال ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کی آئینہ دار ہے اور یہی صورت ہے جس کی خبر ختمی مرتبت نبیٔ اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”یکون فی آخرالزمان رجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضأن من اللبن ألسنتھم أحلیٰ من العسل و قلوبھم قلوب الذئاب یقول اللّٰہ تعالیٰ أبِیْ تفترون أم عَلَیَّ تجترؤن فَبِیْ حلفتُ لأبعثن علی أولٰئك منھم فتنة تدع الحلیم منھم حیران“ ①

کہ ”جب ایسے لوگ ہو جائیں کہ نام دین کا لیں اور کام دنیاداری کے کریں، زبان کے بڑے میٹھے ہوں لیکن دل بھیڑیے کی طرح سخت ہوں، وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہوں اور اس کے حق میں جسارتوں کا ارتکاب کرتے ہوں تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ ایسے فتنے میں لوگوں کو مبتلا کر دیتا ہے کہ بڑے بڑے سمجھ دار لوگ بھی حیران رہ جاتے ہیں۔“

اس حدیث کی صداقت اس سے واضح ہے کہ مستقبل کے متوقع حکمران یعنی سیاستدان بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے ہیں، حالات کی اصلاح کے لیے کسی کے پاس کوئی معقول حل نہیں ہے۔ ایم آر ڈی میں اکثریت ان سیاست دانوں کی ہے جن کے درمیان بناء اتحاد ضیاء دشمنی ہے۔ اس میں اگرچہ بعض قابلِ احترام شخصیتیں بھی شامل ہیں لیکن وہ محض جمہوریت کے ہجر وفراق کے صدمے سے نڈھال ہو کر اس میں شامل ہو گئی ہیں جس سے خود ان کی شخصیت مجروح ہوئی ہے۔ یہ ایم آر ڈی والے تحریک چلا رہے ہیں، لیکن ظاہر بات ہے کہ تحریک ایک تو روز روز نہیں چلتی، اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم قومی اتحاد کی تحریک کی طرح کوئی تحریک برپا کر سکتے ہیں تو یہ ان کی بھول ہے۔ یہ عوام کے دیکھے بھالے لوگ ہیں۔ دوسرے تحریک کے لیے ان کے پاس کوئی واضح مقاصد نہیں، جس سے تحریک میں جان پڑ سکے۔ اس لیے تحریک سے ملک میں انتشار مزید تو ہو سکتا ہے، اصلاحِ

① ترمذی بحوالہ جمع الفوائد ج ۲ ص ۳۹

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

احوال کی کوئی امید نہیں۔جس طرح سندھ میں تخریبی عناصر اور ملک دشمن گروہ نے اس تحریک کی آڑ میں کیا ہے۔

مسلم لیگ (پگارہ گروپ) نے اذانوں کا سلسلہ شروع کیا ہے جو محض دین کے ساتھ ایک استہزا و مذاق ہے۔ اول تو انتخابات کا عدم انعقاد کوئی مصیبت نہیں جس کے لیے اذانیں دی جائیں اور انتخابات کی دیوی رام ہوجائے اور اگر موجودہ حکمرانوں کا کردار وعمل مصیبت سمجھا جائے، تب بھی مصیبت کے ازالے اور دفعیے کے لیے اگرچہ اذانیں دینے کا رواج عوام میں پایا جاتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے۔ ملک کی ایک انتہائی ذمہ دار پارٹی کی طرف سے ایسی بات کا اقدام، جس کا قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہ ہو، بالکل نامناسب بات اور اس کے وقار کے خلاف ہے۔علاوہ ازیں اس سے کسی خاص فائدے کی بھی امید نہیں ، نہ اس سے اصلاح احوال ہی کی صورت پیدا ہونے کا امکان ہے۔

محض اذانیں دینے کی بجائے اگر یہ کیا جائے کہ لوگ مسجدوں میں جا کر باجماعت نماز پڑھیں، اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں، اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ تعالیٰ سے اصلاح احوال کی دعائیں کریں تو ہوسکتا ہے بلکہ یقین غالب ہے کہ قوم کی اجتماعی تبدیلی (اللہ کی طرف رجوع اور اپنے گناہوں کی معافی) اللہ کی رحمت کے نزول کا باعث بن جائے اور اللہ تعالیٰ اصلاح احوال کی صورت پیدا فرمادے ورنہ بظاہر تو اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ انتخابات اگر ہوتے ہیں تو اصلاح کی بجائے حالات بدتر ہونے کا ہی امکان زیادہ غالب ہے اور موجودہ صورت بھی سخت اضطراب انگیز اور

قومے بہ میرد از بے یقینی

کی آئینہ دار ہے۔ اس لیے یہ وہی مقام ہے جہاں کوئی علاج نہیں سوجھتا، کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی۔ اہل سیاست ہوا میں تیر چلا رہے ہیں جس کا کوئی ہدف نہیں۔ پگارہ گروپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بانگیں دے رہا ہے جس سے مقصود اللہ کی طرف رجوع نہیں، محض سیاست کے ویرانے میں اپنے وجود کا ثبوت مہیا کرنا ہے۔ اور اہل اقتدار کے لیے اقتدار گلے کی پھانس بن گیا ہے، نہ اُگل سکتے ہیں نہ نِگل سکتے ہیں۔ یہ ہمہ مقتدر طبقہ اپنی جگہ پریشان ہے۔ انتخابات سے بھی وہ الرجک ہے اور برسر اقتدار رہنا بھی ان کے لیے مشکل تر۔ کیوں کہ اس کے اقتدار کا پیریڈ منتخب حکمرانوں سے بھی تجاوز کر گیا ہے۔ بالخصوص جب کہ وہ کام کچھ نہیں کر رہا ہے۔ محض خوش کن اعلانات اور دلفریب وعدوں سے وقت گزاری کر رہا ہے۔ آخر یہ بے مقصد حکمرانی، جس سے ملک کے مسائل سنگین تر ہوتے جا رہے ہیں' کب تک چلے گی اور بلا جواز اس کو وہ کب تک طول دیں گے؟

بنا بریں اس کا یہی واحد حل ہے کہ قوم کے اندر انابت الی اللہ کا جذبہ پیدا ہو، ہم نے من حیث القوم جو بدعملی اور معصیت کاری کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے، اس سے قوم توبہ کرے اور من حیث القوم نیکی اور اطاعت الٰہی کا راستہ اختیار کرے۔ اپنے پچھلے گناہوں پر نادم و پشیمان ہو۔ اور آئندہ سے ترک معصیت کا پختہ عزم کر لے۔ رو رو کر اور گڑ گڑا کر اپنے روٹھے ہوئے رب کو منا لے اور یہی وہ حل ہے جو آج سے ۱۴ سو سال قبل ہمارے آقا سردار حضرت نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی میں ہے:

''قال ﷺ إن الله تعالیٰ يقول أنا الله لا إله إلا أنا مالك الملوك وملك الملوك قلوب الملوك فی يدی و إن العباد إذا أطاعونی حولت قلوب ملوكهم عليهم بالرحمة والرأفة وان العباد إذا عصونی حولت قلوبهم بالسخطة والنقمة فساموهم سوء العذاب فلا تشغلوا أنفسكم بالدعاء على الملوك ولكن اشغلوا أنفسكم بالذكر والتضرع كی الفيكم''①

① رواہ ابو نعیم فی الحلیة، مشکوۃ ج/۲، ص/۳۲۳

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''حضرت نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور بادشاہوں کا مالک، تمام بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ جب بندے میری اطاعت کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں کے دلوں کے اندر ان کے حق میں نرمی، شفقت اور محبت کے جذبات پیدا کر دیتا ہوں۔ لیکن جب بندے میری نافرمانی کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں کے دلوں کو عوام کے حق میں سخت اور منتقمانہ کر دیتا ہوں۔ پس وہ ظلم و جور کا بازار گرم کر کے عوام کی زندگی اجیرن بنا دیتے ہیں۔''

بنا بریں ایسے موقعوں پر بادشاہوں کو بد دعائیں دینے کے بجائے اپنے آپ کی اصلاح کرو، اپنے کو میری (یعنی اللہ کی) یاد میں لگاؤ اور میر بارگاہ میں گڑگڑاؤ تا کہ میں تمہاری مشکلات میں تمہاری یاوری اور کفایت کروں''۔

ہماری زبان میں بھی ایک محاورہ ہے ''جیسی روح ویسے فرشتے'' اسی طرح کی ایک عربی ضرب المثل ہے'' أعمالكم عُمَّالُكم '' جس کو ایک فارسی مصرعے میں اس طرح ادا کیا گیا ہے۔

شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

افسوس ہے کہ قدرت کے اس اٹل قانون کو ہم نے بالکل فراموش کر دیا ہے کہ ہم جو کچھ بوئیں گے وہی کاٹیں گے۔

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید، جو ز جو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بحیثیت مجموعی قوم اپنا رخ بدلے

۳۶ سال سے ہمارا یہی معمول چلا آرہا ہے کہ ہم حکمرانوں کو تو کوستے ہیں۔ بیوروکریسی کو تو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں، سیاستدانوں کو تو مطعون کرتے ہیں، انتظامیہ اور پولیس کا تو رونا روتے ہیں۔ اسی طرح دیگر طبقات کو برا بھلا کہتے ہیں لیکن ہم میں سے کوئی شخص بھی اپنی اور اپنے دائرۂ اثر کے افراد کی اصلاح کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جب کوئی حکمران یا برسرِ اقتدار سیاسی جماعت ناکام ہوجاتی ہے تو ہماری سوچ صرف اسی بات تک محدود رہتی ہے کہ اب اس کی جگہ کسی اور شخص یا پارٹی کو برسرِ اقتدار آنا چاہیے اور اسی نقطۂ نظر سے کوششیں ہوتی ہیں لیکن کوئی شخص اپنی سیرت و کردار کی خامیوں کو دور کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ بحیثیت مجموعی پوری قوم روز افزوں اخلاقی زوال کا شکار ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں سوچتا کہ جب پوری قوم کا مزاج ہی بگڑ جائے، اخلاقی لحاظ سے وہ دیوالیہ ہوجائے اور امانت و دیانت اور راست بازی جیسے اوصافِ عالیہ اس سے ناپید ہوجائیں تو ایسی قوم سے صالح قیادت کیوں کر پیدا ہوگی؟ صحیح انتظامیہ کہاں سے آئے گی؟ افسران اور وُزَراء کی زندگیاں خدا خوفی کی مظہر کیوں کر ہوں گی؟ آخر حکمران افراد بھی تو اسی قوم کے فرد ہوں گے جو اخلاق باختہ ہوچکی ہے۔ ان حکمرانوں میں پھر سیرت و کردار کی خوبی کیوں کر ہوگی؟ انتظامیہ کے افراد بھی تو اسی قوم کا حصہ ہوں گے جو امانت و دیانت سے عاری ہوچکی ہے۔ پھر امانت دار و دیانت دار انتظامیہ کہاں سے آئے گی؟ افسران و وزراء بھی تو اسی قوم کے گوشت پوست کا حصہ ہیں جو عملاً دین و مذہب سے اپنا رشتہ توڑ چکی ہے اور فکری آوارگی اور نظریاتی انتشار میں مبتلا ہے تو ایسے افسران و وزراء سے سیرت و کردار کی رفعت و پاکیزگی اور ایمان و عقیدے کی پختگی کی امید کس بنیاد پر کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جا سکتی ہے؟

پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ صالح قیادت میسر آئے، ہمیں نیک اور راست باز حکمران نصیب ہوں، انتظامیہ صحیح ہو، پولیس اور دیگر اہل کارانِ حکومت با کردار اور دیانت دار ہوں، ہمارے افسرانِ اعلیٰ، وزراء اور گورنران وغیرہ صحیح معنوں میں قوم کے خادم ہوں تو اس کا طریقہ یہی ہے کہ پوری قوم بحیثیت مجموعی اپنا رخ بدلے' اپنا کردار صحیح کرے۔ امانت و دیانت کو اپنائے، مذہبِ اسلام کے اصول وقوانین اور اس کے اخلاقی ضابطوں کی پابندی کرے اور خدا اور رسول کی بغاوت کا وہ راستہ چھوڑ دے جس پر وہ گامزن ہے تو پھر حدیث مذکور کے مطابق امید ہے کہ اللہ تعالی ہمارے حال پر رحم فرمائے گا۔ ان شاء اللہ ہمارے مسائل حل ہوں گے اور ہمیں صحیح انتظامیہ اور صحیح قیادت نصیب ہوگی۔

لیکن اگر ہم نے سیرت وکردار کی اصلاح کا یہ راستہ اختیار نہ کیا اور اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کا سچے دل سے عہد نہ کیا تو یاد رکھیے لاکھ انتخابات ہو جائیں' نئے حکمران آجائیں' احتساب ومواخذہ کے کیسے ہی ادارے قائم کر دیے جائیں اور دساتیر وقوانین کے انبار لگا دیے جائیں، ہمارے مسائل حل ہونے کی بجائے الجھتے ہی چلے جائیں گے، امن وسکون کی جگہ فساد وانتشار ہی میں اضافہ ہوگا، عدل وانصاف کی بجائے ظلم وجور ہی کی گرم بازاری ہوگی اور امانت ودیانت کی بجائے لوٹ کھسوٹ ہی کا سکہ رواں ہوگا۔

کاش ہم اس نکتے کو سمجھ سکیں اور اس کے مطابق عمل کی توفیق سے بہرہ ور ہو سکیں۔

وما علینا إلا البلاغ المبین

من آنچہ شرطِ بلاغ است باتو گویم
تو خواہ از سخنم پند گیرو خواہ ملال

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید رحمہ اللہ کی ولی عہدی

از قلم: مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کی ولی عہدی

(حضرت مولانا حسین احمد مدنی مرحوم ومغفور کا ایک اہم مکتوب)

مولانا مرحوم کا یہ مکتوب گرامی ان کے مجموعہ مکتوبات جلد اول میں شائع ہو چکا ہے۔① اس میں آپ نے ان اسباب پر مختصر روشنی ڈالی ہے۔ جو یزید کو ولی عہد بنائے جانے کا باعث ہوئے تھے۔

عام مورخین اور حال کے واعظین ومقررین حضرات سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کو بیان کرتے وقت یزید کی ولی عہدی کو بھی درمیان میں لے آتے ہیں اور شہادت کی کڑی اس سے ملاتے ہیں۔ ایسے حضرات ہی کے غور وفکر کے لیے ہم یہ ارشادات رحیق میں شائع کر رہے ہیں۔

مولانا رحمہ اللہ نے مکتوب کے آخر میں فرمایا ہے کہ انہوں نے یہ علمی مکتوب سفر میں بلا مراجعت کتب تحریر کیا ہے۔ اس بنا پر ہم نے زیادہ ضروری مقامات پر حواشی میں کچھ وضاحتی نوٹ دے دیئے ہیں۔ جو موضوع پر غور کرنے میں امید ہے معاون ثابت ہوں گے۔ (بحوالہ رحیق۔ از علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ)

اپنے سوالات② کا جواب بغور پڑھیے۔

(مقدمہ اولیٰ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں، جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں، وہ اگرچہ ظنی ہیں مگر ان کی اسانید اس قدر قوی ہیں کہ

① ص ۲۴۲۔ ۲۵۲۔

② حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل کیا غیر مستحسن نہیں ہے کہ انہوں نے یزید جیسے فاسق وفاجر کو خلافت کے لیے نامزد فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تواریخ کی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں۔ اس لیے اگر کسی تاریخی روایت میں اور آیات واحادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہوگا تو تواریخ کو غلط کہنا ضروری ہے۔

(مقدمہ ثانیہ) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں صحاح میں خصوصی متعدد روایات ① موجود ہیں۔

مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا فرمانا:

"اللهم اجعله هاديا مهديا"

"اے اللہ! تو اس (معاویہ) کو ہدایت یاب اور ہادی بنا دے"۔

یا حضرت ابن ② عباس رضی اللہ عنہ کا ان کے تفقہ کا اقرار کرنا وغیرہ، اس لیے اگر تاریخ کوئی واقعہ ان روایات کے خلاف پیش کرے گی تو تاریخ کی تغلیظ ضرور ہوگی۔ ③

(مقدمہ ثالثہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگرچہ معصوم نہیں ہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے ان کی روحانی اور قلبی اس قدر اصلاح ہوگئی ہے اور ان کی نسبت باطنیہ اس قدر قوی ہوگئی ہے کہ مابعد کے اولیاء اللہ سالہا سال کی ریاضتوں سے بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اجماع امت ہر صحابی کی افضلیت کا بعد

① حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ان سب روایات کا استقصاء حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (ص ۱۱۹۔ ۱۲۵ جلد اول) میں کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی ازالۃ الخفاء ص ۱۴۶۔ ۱۴۷ جلد اول میں بعض کا ذکر کیا اور فرمایا ہے۔ وقد استفاض ان النبی ﷺ استكتبه وهو لا يستكتب الا عدلا امينا انتهى۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی ہونے کا ذکر صحیح مسلم وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔ (رحیق)

② صحیح بخاری ص ۵۳۱ جلد ۱ کتاب المناقب۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "فهذه شهادة الصحابة بفقهه ودينه والشاهد بالفقه ابن عباس رضی اللہ عنہما"۔ (منہاج ص ۱۸۵ جلد ۳)

③ کیوں؟ اس لیے کہ "مورخین کی روایتیں تو عموماً بے سروپا ہوتی ہیں نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے۔ نہ ان کی توثیق وتخریج کی خبر ہوتی ہے، نہ اتصال وانقطاع سے بحث ہوتی ہے۔ اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے۔ تو عموماً ہر غث وسمین سے اور ارسال وانقطاع سے کام لیا ہے۔ خواہ ابن الاثیر ہوں یا ابن قتیبہ، ابن ابی الحدید ہو یا ابن سعد"۔ (مکتوبات مولانا حسین احمد مدنی ج ۱ ص ۲۶۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں پر ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ امام شافعی ① رحمہ اللہ سے جب پوچھا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا معاویہ (رضی اللہ عنہم) تو فرمایا:

''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی نتھنوں کی خاک جس پر سوار ہو کر انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے، عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے''۔

(مقدمہ رابعہ) معصوموں سے اگرچہ قصداً گناہ نہیں ہو سکتا مگر غلط فہمی سے بسا اوقات ان سے بڑے سے بڑا گناہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ گناہ صورۃً ہی گناہ ہے حقیقتاً نہیں ہے۔ حقیقت میں اس کو گناہ نہ کہا جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر پکڑ کر کھینچنا ایک پیغمبر کی اور وہ بھی بڑا بھائی سخت اہانت ہے، جو کہ دوسری جگہ میں کفر بلکہ شدید کفر ہے مگر یہاں گناہ بھی نہیں شمار کیا گیا۔

محشر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبطی کے قتل کرنے کی وجہ سے مقام شفاعت عامہ میں اقدام کرنے کی جھجک ہوگی۔ مگر یہ امر اس وقت باعث خوف نہ ہوگا، حالانکہ وہ کافر تھا۔ ملک دارالحرب تھا۔ دشمن خدا و رسول کا ہم قوم اور رشتہ دار تھا۔ ظالمانہ طریقہ پر اسرائیلی پر غلبہ کرتا ہوا ستا رہا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قتل کا ارادہ بھی نہ کیا تھا اور پھر اس کے بعد معافی مانگ لی اور معافی دے دی گئی۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ، قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ﴾ ②

① (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹) میں یہ قول امام عبداللہ ابن المبارک کا قرار دیا گیا ہے۔ (رحیق)

② بولا اے میرے رب! ہم نے برا کیا اپنی جان کا سو بخش مجھ کو، پھر اس کو بخش دیا۔ بے شک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔ (سورۃ قصص: ۱۶، ۱۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر اس ذنب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغفار بھی منقول نہیں۔

حضرت علیہ السلام موسیٰ نے الواح کو پٹخ (پھینک) دیا ﴿وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ﴾ ① کتاب اللہ کو پھینکنا اور پھر وہ کتاب اللہ جو خود کو دی گئی جس میں کوئی شبہ نہیں، کس قدر بڑا گناہ ہے، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوئی مواخذہ نہیں ہوا۔ یقیناً یہ دونوں امور اس غلط فہمی پر مبنی ہیں جو اِن کو حضرت ہارون علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ اور اس جوش نے یہ سب کچھ کرایا تھا۔ جو عشق خداوندی نے شرک کی حالت کے مشاہدہ سے پیدا کیا تھا، یہ جوش اس وقت پیدا نہیں ہوا تھا، جب کہ طور پر خبر کر دی گئی تھی:

﴿فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ﴾ ②

اور قبطی کا قتل عصبیت نسلی پر مبنی تھا۔ اس لیے وہ خطرناک ہوا، اگر معصوم غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بڑے بڑے امور کا مرتکب ہو سکتا ہے تو غیر معصوم خواہ وہ کتنا ہی بڑی منقبت والا کیوں نہ ہو کیوں نہیں ہو سکتا، اور اگر اس غلط فہمی کی وجہ سے نبی اور اللہ کی اہانت اور ہاتھا پائی پر مواخذہ نہیں ہوتا تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صاحبزادوں سے جنگ وجدال پر کیا مواخذہ متروک نہیں ہو سکتا؟

اور اگر حضرت موسیٰ کا غصہ بھائی پر ان کی رشتہ داری اور قرابت قرینہ کی وجہ سے تیز ہو سکتا ہے تو بنی ہاشم، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صاحبزادوں پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا غصہ کیوں نہیں تیز ہو سکتا ہر دو ابناء عم (چچا کے بیٹے) ہی تو ہیں۔

(مقدمہ خامسہ) ہم فرطِ عقیدت اہل بیت میں آ کر ہر دو کے مقامات اور اس زمانہ کے احوال سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ مورخین بھی اس مقام میں اپنے فرائض میں کوتاہی کر بیٹھے ہیں۔ مندرجہ ذیل احوال پر نظر ڈالیں۔

① سورۂ اعراف۔
② ہم نے تو بچلا (آزمایا) دیا تیری قوم کو تیرے پیچھے اور بہکایا ان کو سامری نے۔ (سورۃ طہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدمناف کے ۴ بیٹے ہیں۔ عبدشمس، نوفل، مطلب، ہاشم۔ ①

عبدشمس نے قریش ہی کی لڑکی سے کثرت اولاد حاصل کی، بنی امیہ پھلے اور پھولے اور خاندان میں کثرت ہوئی۔ ہاشم کے کوئی اولاد کسی مکی عورت سے نہیں ہوئی ②، ایک لڑکا نجاریہ عورت سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوا۔ اس کی صغرسنی ہی میں ہاشم کا انتقال ہوا۔ لڑکا ننہال میں پرورش پاتا ہے۔ جب بڑا ہوتا ہے تو چچا یعنی مطلب اس کو مکہ میں لاتا ہے۔ وہ اونٹنی پر ردیف ہے۔ لوگ اس کو مطلب کا عبد (غلام) سمجھ کر عبدالمطلب کہہ کر پکارنے لگتے ہیں۔ اس کا نام شیبۃ الحمد ہے ③، مگر اس نام کو کوئی نہیں جانتا۔ اس لڑکے کی پرورش وغیرہ کا تکفل چچا یعنی مطلب ہی کرتا ہے (یعنی وہ اس زمانہ میں ہر طرح دست نگر چچا ہی کا ہے) لڑکا اگرچہ ہونہار ہے اور وہ مجد اور شرافتِ طبعی اور اخلاق ایسی رکھتا ہے کہ چچا اور اس کی اولاد نہایت محبت اور شفقت کرنے لگتے ہیں۔ اور اس کی اخلاقی عظمت اجنبیوں کو بھی گرویدہ بناتی ہے مگر یہ زمانہ فخر بالانساب اور فخر بالاحساب اور فخر بالمال اور فخر بالعز کا ہے۔

یہ لڑکا ہاشم کی نسل سے ہے، مگر ماں باہر کی، اس کے کوئی بھائی حقیقی جو کہ قوت بازو

---

① یہ مولانا کا تسامح ہے۔ ماہرین انساب ومؤرخین نے عبدمناف کے پانچ بیٹوں کا تذکرہ کیا ہے: ہاشم، عبدشمس، مطلب، نوفل اور ابوعمرو۔ البتہ ان میں سے ابوعمرو کی نسل نہیں چلی۔ (کتاب المعارف ص/ ۳۳ ابومحمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ الدینوری) (محمد فہد حارث)

② ابن قتیبہ ہاشم کی اولاد سے متعلق لکھتے ہیں کہ عبدالمطلب اور اسد ہاشم کے بیٹے تھے۔ ان کے علاوہ بھی ہاشم کے بیٹے تھے لیکن ان سے نسل نہ چلی۔ اسد کے بیٹے حنین تھے جو سیدنا علی کے سگے ماموں اور ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد کے بھائی تھے۔ حنین کی نسل بھی آگے نہ چل سکی۔ یوں آج روئے زمین پر جتنے ہاشمی پائے جاتے ہیں وہ سب عبدالمطلب بن ہاشم کی اولاد میں سے ہیں۔ (المعارف ص/ ۳۳) (محمد فہد حارث)

③ ابن قتیبہ نے عبدالمطلب کا نام عامر لکھا ہے۔ دیکھیے العارف صفحہ ۵۱ جبکہ سیرۃ ابن ہشام میں بیان ہوا کہ آپ کی والدہ سلمٰی نے آپ کا نام آپ کے بالوں کی سفیدی کے سبب شیبہ رکھا تھا (سیرۃ ابن ہشام ۱/ ۱۳۷) (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا موجود نہیں①۔ مال جس کی وجہ سے عزت اور ناموری پیدا کرتا موجود نہیں۔ اس لیے اس کے لیے عزت کا سامان نہیں ہے۔ ادھر اس کے اخلاق جمیلہ لوگوں کو کھینچتے ہیں۔ عوام میں اس کی عزت اور توقیر ہوتی ہے اس صورت میں ابناء عم کو رشک پیدا ہونا طبعی امر ہے۔ اوران کو یہ حسد لوگوں کے سامنے بھی اور اپنے قلب میں بھی حسب رواج زمانہ وملک مجبور کرتا ہے کہ اس کو حقارت کی نظر سے دیکھیں اور نہ سب کو ظاہر کریں۔

عبدالمطلب بڑے ہوتے ہیں، تجارت کرتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ خواب میں زمزم کو دیکھتے ہیں، جس کو جرہم قبیلہ نے بند کر کے اس طرح معدوم النشان کر دیا تھا کہ پتہ بھی نہیں چلتا تھا، حالانکہ یہ کنواں بنی اسماعیل علیہ السلام کا مایہ فخر تھا۔ عبدالمطلب خواب کے اشارہ کے موافق کنواں کھودنا چاہتے ہیں، ابناء عم مانع ہوتے ہیں، جس قدر بھی دلائل عقلیہ پیش کی جاتی ہیں، سب اس رشک اور ظاہری قوت کے سامنے بیکار ہو جاتی ہیں۔ قلت عدد اور ضعف بالرجال آخر کار ناکامی کا منہ دکھاتی ہے (آخر تو اس دنیا میں ہمیشہ قوت ہی سے لوہا منوایا گیا ہے۔ تہذیب اور تمدن، عقل اور انسانیت کا مدعی یورپ آج کیا کر رہا ہے) اس زمانہ میں تو اس قوت کا بت جس قدر رنگ لاتا کوئی تعجب خیز نہیں۔

عبدالمطلب مجبور ہو کر خداوند کریم سے نذر کرتے ہیں کہ اگر میرے اس قدر اولاد ہو جائے جو کہ ان رقباء وحساد کا مقابلے کرے تو میں ایک بیٹے کو تیرے واسطے ذبح کر دوں گا۔ اپنی اس قوت کے لیے ہر بڑے خاندان میں متعدد شادیاں کرتے ہیں۔ خداوند کریم اپنے فضل سے ان متعدد ازواج سے بہت سی اولاد ذکور واناث دیتا ہے۔

بیٹے جوان ہو جاتے ہیں، متعدد داماد ہو جاتے ہیں، خاندانوں میں مصاہرت کی وجہ

① یہ مولانا کا تسامح ہے جیسے کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ عبدالمطلب کے دیگر بھائیوں کا ماہر انساب و مورخین جیسے ابن قتیبہ وغیرہ نے تذکرہ کیا ہے۔ عبدالمطلب کے بھائی اسد کی بیٹی فاطمہ بنت اسد کو تو خود عبدالمطلب نے اپنا لڑکا ابوطالب بیاہا تھا جن کے بطن سے طالب، عقیل، جعفر، علی اور دو لڑکیاں ام ہانی ہند اور جمانہ متولد ہوئیں تھی۔ (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے قوی رشتہ داری قائم ہو جاتی ہے اب بارہ① نوجوان قوی ہیکل بیٹوں کو لے کر زمزم کھودنا چاہتے ہیں۔ پھر وہی ابناء عم مانع آتے ہیں۔مگر اب عبدالمطلب تن تنہا نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ جان نثار دیو قوت قوی ہیکل جوان بیٹے ہیں۔ جو شخص سامنے آئے اس کو موت کا پیالہ پلانے کے لیے تیار ہیں ایک ایک نفر سو سو کا مقابلہ کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا، ہمدرد بہت سے پیدا ہو چکے ہیں۔عبدالمطلب کی عظمت کا سکہ بیٹھ چکا ہے۔

بالآخر عبدالمطلب اپنے بیٹوں وغیرہ کی امداد سے کنواں کھود ڈالتے ہیں۔اور ابناء عم کو سخت ناکامی اور عاجزی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے کنویں کے ظاہر ہو جانے اور پرانی نشانیوں کے ہویدا ہونے سے عبدالمطلب کی عزت اور ناموری کو چار چاند لگ جاتے ہیں، سقایۃ الحاج ان ہی کا حصہ ہوتا ہے، جس سے تمام عرب اور حجاج و عمار میں ان کا بے مثل وقار قائم ہو جاتا ہے۔

مگر یہ وقارِ اخلاقی ہے۔دور بیں، انصاف پسند لوگ اس کی ضرور قدر کرتے ہیں۔ مگر ظاہر بیں اشخاص جن کی ہر زمانہ اور بالخصوص اس زمانہ اور اس شہر اور ملک میں اکثریت ہے وہ مادی ہی برتری کے پجاری ہیں جو کہ ابناء عم یعنی بنی امیہ میں ہی ہے۔

پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور بنی ہاشم میں ہوتا ہے اور بنی المطلب پر ہوتا ہے۔ اس کے بیان کی حاجت نہیں بالآخر خیف بنی کنانہ میں ہر قبیلے کو تین سال تک قید اور نان کو آپریشن کی مصائب جھیلنی پڑتی ہے۔ابناء عم کی مادی طاقت میں اس قدر اضافہ ہو گیا ہے

① عبدالمطلب کے بارہ نہیں دس بیٹے تھے۔ابن قتیبہ نے ''المعارف ص ۵۱'' پر عبدالمطلب کے ۱۰ بیٹوں اور چھ بیٹیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ بیٹوں کے نام: حارث، زبیر، ابو طالب، عبداللہ، حمزہ رضی اللہ عنہ، ابولہب، غیداق، مُقوِّم، ضرار اور غیداق۔بعض لوگوں نے تیرہ بیٹے بھی بتائے ہیں جن میں عبدالکعبہ، حجل اور قثم نامی لوگوں کو شامل کیا گیا ہے۔لیکن علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اپنی کتاب ''الرحیق المختوم ص ۸۰'' پر تصریح کی ہے کہ مُقوِّم کا ہی دوسرا نام عبدالکعبہ تھا اور غیداق کا دوسرا نام حجل تھا جبکہ قثم نام کا کوئی شخص عبدالمطلب کی اولاد میں نہ تھا۔(محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ قبائل عرب اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتے۔ مگر آسمانی طاقت بنی ہاشم کے ساتھ ہے۔ بالآخر صلح اور نان کو آپریشن کو فیل کرنے کی نوبت آتی ہے۔ تاہم نہ ان کی قلبی آتش رشک میں کمی آتی ہے اور نہ ان کی مادی طاقت میں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن تدبیر عمل میں لاتے ہیں، ان صاحب زادیوں کو جن کو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے طلاق دلوا دی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یکے بعد دیگرے اور تیسری کی ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ سے شادی کر دیتے ہیں۔ جس سے بنی امیہ کی طاقت میں نیز ان کی رشک کی آگ میں کمی کی قوی امید ہے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ان کے بیوہ ہو جانے پر حبشہ میں نجاشی رحمہ اللہ کے پاس خط بھیج کر شادی کرتے ہیں۔ اس شادی کی خبر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو جب پہنچتی ہے تو ان کی حمیت اور غضب کی آگ ایک درجہ تک ضرور ٹھنڈی پڑتی ہے اور وہ کہنے لگتے ہیں کہ

''وہ یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اہل ہیں''۔

(جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازواج کا سلسلہ متعدد حکمتیں رکھتا ہے۔ جس میں سے ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے جن کو سیاسی مصلحت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ آپ کی ازواج میں کوئی ہاشمیہ یا مطلبیہ یا انصاریہ عورت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ یہ قبائل تو آپ کے جان نثار ① پہلے ہی سے تھے۔ ان سے علائق مودت و نصرت قائم کرنے

① یہ جانثاری خاندانی حمیت کے سبب تھی نا کہ اسلام کے جذبہ اخوت کے سبب۔ کیونکہ تاریخی روایات سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ خود بنو ہاشم میں سے کئی اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے سخت ترین دشمن تھے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سگا چچا ابولہب اور فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والے چچا زاد بھائی سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن الحارث بن عبدالمطلب بھی شامل تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے تیرہ سال مکہ معظّمہ میں تبلیغ دین کی تھی۔ اس عرصہ میں ہاشمی خاندان میں صرف تین بالغ اشخاص یعنی دو مرد اور ایک خاتون آبائی مذہب ترک کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔
ان تین اشخاص کے برخلاف بنوامیہ میں سے دس بالغ اشخاص نے ابتدائے ظہور اسلام میں اسلام قبول کر کے اول ایمان میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا تھا۔ بنو ہاشم کے تین افراد میں سیدنا حمزہ، ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوران کی آتش حسد کو بجھانے کی ضرورت ہی نہیں)

آسمانی نصرت نے بالآخر تمام بنی اعمام کو آپ کے سامنے سر جھکانے اور بنی ہاشم کا لوہا ماننے پر مجبور کیا۔مگر تاہم ان کی مادی طاقت کم نہیں ہوئی۔حدیبیہ کے میدان میں صلح کا پیغام دینے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب اسی بنا پر عمل میں لایا گیا جس کی تصریح خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور یہی ہوا بھی کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قریش کے مجمع میں پہنچتے ہیں تو بنی عبد شمس اور بنی امیہ ان کے دائیں اور بائیں آکر ان کو ہاتھوں ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور انتہائی عزت کرتے ہیں۔مخالفین اسلام جو مسلمانوں کے قتل اور توہین کے انتہائی پیاسے تھے،ان کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔

فتح مکہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مبارک سعی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن تدبیر رنگ لاتی ہے اور ابوسفیان مسلمان ہو کر وہ عزت ظاہری بھی حاصل کر لیتے ہیں،جس سے ان کا اور ان کے خاندان بنی امیہ کا سر تمام قریش میں اونچا ہو جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان میں یہ کلمات فرما دیتے ہیں:

”من دخل دار أبی سفیان فھو اٰمن“

”جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا امن پا گیا“②

==> سیدنا جعفر بن ابی طالب اور سیدہ ام الفضل زوجہ سیدنا عباس بن عبدالمطلب شامل تھے جبکہ بنو امیہ کے دس افراد میں ایمان لانے والوں میں سیدنا عثمان، سیدنا ابو حذیفہ بن عتبہ، سیدنا خالد بن سعید بن العاص، سیدنا عمرو بن سعید، سیدنا عبداللہ بن الحکم بن سعید، سیدنا ابان بن سعید، سیدنا سمرہ بن حبیب، ام المومنین ام حبیبہ بنت ابوسفیان، سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط اور والدہ رضی اللہ عنہم عیسیٰ بن کریز اموی شامل تھے۔(محمد فہد حارث)

② ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے مارچ ۱۹۸۰ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں سیرت کے موضوع پر بارہ خطبات دیے۔ان میں آٹھواں خطبہ جو ”تبلیغِ اسلام اور غیر مسلموں سے حسنِ اخلاق“ کے موضوع پر تھا میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ مکّی دور کے ابتدائی ایام کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں ایذا دینے کی خاطر مکہ کے باشندے وقتاً فوقتاً گلی کے لونڈوں کو ترغیب دلاتے تھے کہ <==

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ابوسفیان کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ بنی امیہ اگر چہ سر جھکانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔مگر ان کا وقار برباد نہیں کیا گیا بلکہ زندہ ہی رکھا گیا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے یہاں حضرت معاویہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا آنا جانا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد کے خلفاء کا احترام قائم ودائم ہے۔اس رشتہ کی بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ماموں اور صاحبزادوں

==> وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جائیں، ان پر پتھر پھینکیں اور انہیں یہاں سے نکالیں۔ جب کبھی ایسا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدتمیز لڑکے پیچھا کرتے تو مقریزی نے بیان کیا ہے کہ ایسے وقت اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اتفاق سے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب ہوتے تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں چلے جاتے اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ مسلمان نہ ہونے کے باوجود اس قدر شرافت اور انسانیت کا مظاہرہ کرتے کہ فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے اور گلی کے بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیتے۔ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان سے اپنے گھر جاتے۔اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد مقریزی نے ایک بہت بعد کے واقعے کی طرف چھوٹا سا اشارہ کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو فتح کرتے ہیں تو ہمارے مؤلف لکھتے ہیں کہ فوج کے ہراول دستے یا مقدمۃ الجیش میں ایک منادی کرنے والا تھا جو گلیوں سے گزرتے وقت بآواز بلند چلّا چلّا کر کہتا جاتا تھا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے وہ امن میں رہے گا، جو شخص اپنے گھر کے اندر بند رہے، باہر نہ نکلے امن میں رہے گا، جو حرم کعبہ میں چلا جائے وہ امن میں رہے گا اور آخری چیز جس کی طرف اس وقت توجہ دلانا مقصود ہے، وہ یہ کہ جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مکان میں جائے گا وہ بھی امن میں رہے گا۔مقریزی کہتے ہیں کہ یہ امتیاز اور خصوصیت اس واقعے کی بناء پر تھی کہ زمانہ قبل ہجرت جب کبھی مکے کے شریر بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر جاتے تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دیتے تھے۔لہٰذا اس کے بدلے میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مکان کو بھی پناہ گاہ قرار دے دیا گیا۔(ڈاکٹر حمید اللہ، اردو آڈیو اپلی کیشن پر تقریر بنام "تبلیغ اسلام اور غیر مسلموں سے حسنِ اخلاق" ۱۰ تا ۱۴ واں منٹ)

یہ واقعہ طبقات ابن سعد میں بھی مذکور ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب مشرکین مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا کرتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ داری اور سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ندیم ہونے کی حیثیت سے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل اور دوسرے دشمنان اسلام سے بچا کر اپنے گھر میں چھپا لیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امان دیتے تھے۔اسی امان کا بدلہ چکانے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کو دارالامن قرار دیا کہ جو گھر زمانہ جاہلیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دارالامن تھا وہ آج تمام قریش کے لیے دارالامن ہے۔(محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسین وحسن رضی اللہ عنہما کے نانا مانے جاتے ہیں۔

الغرض یہ خاندان نہ تو اس قدر اجنبی ہے جتنا ہم سمجھتے ہیں اور نہ اس قدر گرا ہوا ہے جتنا اہل تاریخ اور ابناء زمان ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی پالیسی صلہ رحمی کی اس قدر زور پکڑتی ہے کہ بنی امیہ تقریباً کامل عروج مادی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور بنی امیہ کا جذبہ اعتلاء اور قوت اس قدر زور پکڑ لیتا ہے کہ وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ مسلمانوں کا اقتدار اور تحفظ اب صرف بنی امیہ ہی کر سکتے ہیں۔

اسی درمیان میں واقعہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پیش آ گیا۔ اہل فتنہ کے سردار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ربیب ہیں۔ محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ جن کی وجہ سے یہ فتنہ پیش آیا، ان کی پرورش حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمائی تھی اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں تھیں۔ باوجودیکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم اس فتنہ سے بالکل علیحدہ تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سراسر حامی تھے۔

مگر مصالح وقتیہ وغیرہ کی وجہ سے نہ اہل فتنہ کو دفع کر سکے نہ اس کے بعد اپنے اقتدار اور بیعت کے بعد اہل فتنہ سے قصاص لے سکے۔ اس پر یہ عقیدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قوی ہو جانا مستبعد نہیں ہے کہ نظام خلافت جو کہ مادی قوت کا بہت زیادہ محتاج ہے بنی ہاشم سے نہیں ہوسکتا۔ وہ اگرچہ تقویٰ اور صلاحیت کی حیثیت سے بہت بلند ہیں۔ مگر مادی اور حسن تدبیری میں اعلیٰ قابلیت نہیں رکھتے۔ اس کے لیے غزوۂ جمل اور غزوۂ نہروان وغیرہ ان کے نزدیک بہت بڑے شہود عدل ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ہی لوگوں کو بھی سنبھال نہیں سکتے۔

خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ ہے کہ خلافت اور نظام اسلامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برقرار رکھنے اور ترقی دینے کے لیے مادی ① طاقت اولین شرط ہے۔② اور اس میں آج صرف بنی امیہ تمام قریش میں واحد مرکز ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بنی ہاشم اور دیگر مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ اس کے یعنی خلافت اسلامیہ کے لیے اولین شرط تقویٰ اور خداترسی ہے۔ اور اس کے واحد مرکز بنی ہاشم اور بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ دونوں اجتہادی ③ نظریے اپنا پھل پھول لاتے ہیں۔ یقیناً ہمارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نظریہ صحیح ہے۔ اور جمہور اسلام بھی یہی رائے رکھتے تھے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نظریہ کو بالکل غلط بھی نہیں کہا جا سکتا۔④

بہرحال صفین کا ناگوار واقعہ پیش آیا اور آخر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صلح اور شرائط کی نوبت آئی۔ جس میں ایک شرط یہ بھی ⑤ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

---

① ہمارے خیال میں مولانا سے یہاں تسامح ہوا ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نزاع قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت تھا، نہ کہ امرِ خلافت سے متعلق۔ اسی بات کی وضاحت جملہ مؤرخین کرتے آئے ہیں، یہاں تک کہ البدایہ والنہایہ میں صاف مذکور ہے کہ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا کہ ہم ان کی خلافت کی بیعت کرنے میں پہل کریں گے اگر وہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ سے از خود قصاص لیں یا پھر ان کو ہمارے حوالے کر دیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق مولانا کا پیش کردہ مؤقف یزید کی ولایت عہد سے متعلق زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ یزید کی نامزدگی کے پیچھے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بنوامیہ میں قائدانہ صلاحیتیں بہ نسبت دیگر خاندانِ قریش کے نہ صرف زیادہ بہتر طور پر موجود تھیں بلکہ خود بنوامیہ جو کہ اس وقت تک ایک نہایت مضبوط خاندان بن کر ابھر چکا تھا، کسی غیر اموی کی قیادت پر مشکل سے ہی رضامند ہوتا اور ایسا کرنے کے نتیجے میں اندیشہ تھا کہ امت میں پھر سے خانہ جنگی کا فتنہ سر اٹھا لیتا۔ (محمد فہد حارث)

②، ③، ④ مولانا رحمہ اللہ کے اس نظریے کو مدلل طور پر مورخ ابن خلدون نے بیان کیا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۰۵، ۲۰۶ طبع مصطفیٰ محمد مصر) (رحیق)

⑤ فتح الباری ص ۵۵۳ جلد ۶ (کتاب الفتن) طبع دہلی کے علاوہ تاریخوں میں بھی اس کا ذکر ہے۔ (رحیق)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب اس کے بعد بعض مورخین کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا۔ جس میں اندرونی سازش ① حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تھی۔ مگر اس کے لیے کوئی مستند ثبوت نہیں ہے اور نہ یہ امر ان نصوص کے موافق ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق قرآن اور احادیث صحیحہ میں وارد ہیں یا خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق وارد ہیں۔

اس لیے اگر زہر کا واقعہ ثابت بھی ہو جائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سازش یقیناً غلط اور بے بنیاد ہے۔ ②

دوسرا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یزید کی خلافت کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوشش فرمائی اور اس کو نامزد کیا۔ اور لوگوں سے بیعت کا سامان کیا اور اسی امر کو آپ پوچھ رہے ہیں۔ تو اس میں مندرجہ ذیل امور قابل لحاظ ہیں:

(الف) اس کے متعلق آیا ایسی مستند تاریخی روایات موجود ہیں جن کو ان روایات صحیحہ اور نصوص قرآنیہ کے مقابل لایا جا سکے جو کہ علو شان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر دلالت کرتی ہیں۔ یقیناً ایسی روایات نہیں ہیں۔ اس لیے کیوں نہ کہا جائے کہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ خود یزید اور اس کے اعوان نے اس کے لیے کوشش

① حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (البدایہ ص/۴۴ جلد ۸) اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (منہاج ص/۲۴۵ جلد ۲) نے بھی زہر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (یا یزید) کی طرف اس انتساب کو غلط قرار دیا ہے۔ حیرت ہے کہ خود حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بعض کے پوچھنے کے باوجود کچھ بتایا نہیں پھر معلوم نہیں افسانہ کہاں سے آ گیا۔ اصل یہ ہے کہ اگر یہ درست ہے تو یہ کاروائی بھی اسی سبائی گروہ کی ہے جس نے باقی اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کیا اور ان کو باہم لڑاتے رہے۔ (رحیق)

② درست بات تو یہی ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کا واقعہ کسی مستند اور صحیح روایت سے ثابت ہی نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہما کی وفات طبعی تھی۔ ہم اپنی دیگر تحاریر میں اس متعلق تفصیل سے کلام لے کر آئے ہیں۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات حارث پبلی کیشنز سے شائع ہونے والی کتب ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاسی زندگی'' اور ''فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت اور مسائل و واقعات محرم الحرام'' کی طرف مراجعت کریں۔ ان کتب کے حواشی میں اس موضوع سے متعلق تفصیلی و تشفی بخش کلام موجود ہے۔ (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی (یہ لوگ متقی ① نہ تھے اور ملوکیت پسند تھے) عام مسلمان اور بالخصوص اہل حجاز اس کے خلاف تھے۔

(ب) اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خواہش یا سعی اس کے لیے ② ہوئی تھی تو جب کہ حسب شروط صلح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت نہیں

---

① یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے متقی نہ ہونے سے متعلق تاریخی شواہد موجود نہیں۔ بلکہ صحیح السند روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یزید بن معاویہ رحمہ اللہ اپنے دور یعنی خیر القرون کے لوگوں کی طرح ایک صالح شخص تھا جو نماز روزے کا پابند، جہاد میں مشغول اور فقہ و سنت کے مسائل پر گفتگو کرنے والا تھا۔ امام احمد بن یحییٰ البلاذری اپنے استاد امام مدائنی سے نقل کرتے ہیں کہ جب مکہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس قاصد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر لے کر آیا تو انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے مغفرت کی اور یزید کی توصیف کرتے ہوئے فرمایا:

ان ابنه يزيد لمن صالحي اهله فالزموا مجالسكم و اعطوا بيعتكم

''ان کا بیٹا یزید اپنے خاندان کے نیکوکاروں میں سے ہے۔ پس تم لوگ اپنی اپنی جگہ ٹکے رہو اور بیعت کرلو''۔ (انساب الاشراف للبلاذری جلد ۵ صفحہ ۳۰۳ و اسناده حسن لذاته)

اسی طرح یزید سے متعلق سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی قابلِ توجہ ہے:

''تلو مونني على حسن الراى فى هذا (يعنى يزيد)'' (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲)

''یعنی تم اس شخص (یزید) کے بارے میں میری عمدہ رائے پر مجھے کیونکر ملامت کر سکتے ہو؟''

تاریخ میں ایسی بھی کوئی ثابت شہادت نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یزید کی ولی عہدی کی تحریک میں خود اس کا یا اس کے اعوان و انصار کا ہاتھ تھا۔ یزید کی ولی عہدی کی تحریک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تجویز کردہ تھی اور انہیں کے مشورے پر عمل میں لائی گئی تھی۔ (محمد فہد حارث)

② مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ

ولی عہدی کے جواز پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا تھا۔ انهم متفقون على صحة هذه العهد عارفون بمشروعيته والاجماع حجت وان عهد الى ابيه او ابنه اھ۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے یزید کو ولی عہد بنانے کے متعلق طویل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وحضور اكابر الصحابة لذلك وسكوتهم عند دليل على عدم الريب فيه الخ (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۲۰) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چند کے سوا سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے یزید کی ولی عہدی تسلیم کر لی تھی۔ (البدایہ والنہایہ ص ۷۹۔ ۸۰ جلد ۸) (رحیق)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتی تھی، کیونکہ ان کی وفات ہوچکی تھی۔ تو پھر اب ان عہود ومواثیق کی رعایت باقی ہی نہیں رہی تھی جو کہ بحیثیت صلح ضروری تھیں۔ اب اپنے اجتہاد اور رائے پر عمل کرنا رہ گیا تھا، ان کی وہ رائے کہ مستحق خلافت وہ شخص قریشی ہوسکتا ہے جس میں مادی قوت اور حسن تدبیر ہو اور یہ امر آج بنی امیہ میں عموماً اور یزید میں خصوصاً موجود ہے۔ یزید کو متعدد معارک جہاد میں بھیجنے اور جزائر بحر ابیض اور بلاد ہائے ایشیائے کوچک کے فتح کرنے حتی کہ خود استنبول ① (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جاچکا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ اس کے فسق وفجور ② کا علانیہ ظہور اِن کے سامنے نہ ہوا تھا۔ اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا

① قسطنطنیہ کا یہ غزوہ ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں ہوا۔ اس میں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم شریک تھے۔ اور یزید اِن میں تھا۔ اسی غزوہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی: ''اول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصرمغفور لهم'' (صحیح بخاری ص ۴۱۰ جلد ۱ طبع اصح المطابع دهلی) فتح الباری میں ہے: فی هذا الحديث منقبة لمعاوية لانه اول من غزا البحر ومنقبة لولده يزيد لانه اول من غزا مدينة قيصر (ص/۹۲ جلد ۳) (رحیق)

② یزید کے فسق وفجور کا معاملہ زیادہ افسانوی سبائی معلوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کئی مخدوش وغیر مخدوش حکایات ذکر کرنے کے بعد یوں لکھا ہے کہ

وقد كان يزيد فيه خصال محمودة من الكرم والحلم والفصاحة والشعر والشجاعة وحسن الرائ فى الملك وكان ذاجمال حسن المعاشرة وكان فيه ايضا اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات لبعض الاوقات واماتتها فى غالب الاوقات (البدایہ والنہایہ ص/۲۳۰ ج/۸)

لیکن اس کے ترک صلوٰۃ کی روایت کوئی نقل نہیں کی بلکہ اس کے خلاف حضرت محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ (ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب ان کے سامنے یزید کے ترک صلوٰۃ وشرب خمر وغیرہ کا ذکر چھڑا تو انہوں نے یزید کی صفائی دیتے ہوئے فرمایا: ما رايت منه ما تذكرون وقد حضرته واقمت عنده فرايته مواظبا على الصلوٰة متحرياً للخير ليسال عن انفقه ملازما للسنة الخ (البدایہ والنہایہ ص/۲۳۲ جلد ۸)

کہ میں نے تو اس میں یہ بات نہیں دیکھی۔ میں اس کے یہاں جاکر ٹھہرا بھی ہوں وہ نماز کا پابند، خیر ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا اس کی ان کو اطلاع نہ تھی، ایک وہ شخص جو کہ فقیہ فی الاسلام ہے حسب دعوات مستجابہ ہادی اور مہدی ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾① کا مصداق ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ کا مظہر ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾

اور ''أصحابي كالنجوم'' الحدیث ''الله الله فى أصحابي لا تتخذوهم من بعدي غرضا'' وغیرہ احادیث وآیات کا مورد ہے، کیا وہ کسی مجاہر بالفسق والعصیان کو عالم اسلام کی رقاب اور اموال وغیرہ کا ذمہ دار کر سکتا ہے۔

بخاری شریف کی بعض روایات سے کچھ اس نامزدگی کے اشارات معلوم ہوتے ہیں، مگر ان میں تصریح نہیں ہے۔ صرف رغبت اور پراپیگنڈہ معلوم ہوتا ہے، پھر یہ بھی تصریح نہیں ہے کہ یہ پراپیگنڈہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امر اور اطلاع سے ہو رہا ہے۔

(ج) اگر بالفرض یہ امور تسلیم بھی کر لیے جائیں تو غایۃ ما فی الباب ایک خطا کا ارتکاب معلوم ہوتا ہے جو کہ انسانی کمزوریوں میں سے ایک کمزوری ہے۔ جس سے کوئی مقرب یا ولی خالی نہیں ہو سکتا۔ نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے معصوم ہیں۔ اس کمزوری کا

==> کا طالب، علم کا متلاشی اور متبع سنت تھا۔ پھر ابن کثیر ہی نے ذکر کیا ہے کہ ۵۲ھ کے غزوہ قسطنطنیہ جس میں یزید امیر فوج تھا۔ (البدایہ والنہایہ ص/ ۵۹ جلد ۸) حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے۔ (البدایہ والنہایہ ص/ ۱۵۱ جلد ۸) پھر یزید ہی نے اس غزوے میں انتقال کرنے والے حضرت ابوایوب انصاری کے جنازہ کی (حسب ان کی وصیت) نماز پڑھائی۔ (البدایہ والنہایہ ص/ ۵۹ جلد ۸) سوال یہ ہے کہ اگر یزید ایسا ہی فاسق وفاجر تھا تو بڑے بڑے اکابر بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک کیوں اس کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے۔ اس اثناء میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے یزید کے متعلق کوئی کراہت منقول نہیں۔ اس سلسلے میں امام غزالی کی رائے ابن خلکان اور امام ابوبکر ابن العربی کا فیصلہ (العواصم من القواصم ص/ ۲۳۲) کا مطالعہ بھی ضروری ہے تاہم معتدل رائے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہے۔ جسے انہوں نے منہاج السنۃ ص/ ۲۴۶۔ ۲۴۷ جلد ۲) میں بیان فرمایا ہے (رحیق)

① میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق اللہ سے ڈرو اور میرے بعد ان کو نشانہ نہ بناؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرکز نہ صرف محبت اولاد ہے بلکہ یہ تجربہ اور ظن قوی بھی ہے کہ امت مسلمہ کے اس وسیع احاطہ کو بجز ایسی قاہر ہستی اور ایسے منتظم اور مادی قوت والے شخص کے موجودہ قریش میں سے کوئی سنبھال نہیں سکتا تھا۔ بنی ہاشم اور دیگر اشخاص میں اگرچہ ایسی بے مثال ہستیاں موجود ہیں جو کہ تقویٰ اور خشیت الٰہی کے آفتاب ہیں مگر یہ امر اتنے بڑے مہم امر کے لیے کافی نہیں ہے ورنہ سفک دماء اور اضاعت اموال اور فساد فی الارض پیدا ہوگا، اس لیے اہون البلیتین کو اختیار کرنا لازم ہے۔ ادھر نمائش خانگی بھی رنگ لاتا ہے۔

بہرحال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق حسن ظن جس کے لیے نصوص متعددہ وارد ہیں کسی حال میں چھوڑا نہیں جا سکتا۔ خود یزید کے متعلق بھی تاریخی روایات مبالغہ اور آپس کے تخالف سے خالی نہیں ہیں۔ والله أعلم بالسراء

طهر الله سيوفنا عن دماءهم فلنطهر ألسنتنا عن أعراضهم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ﴾ الآیۃ کے مصداق میں اور معاویہ ہیں، غور فرمائیے۔

اس تحریر میں طول زیادہ ہوگیا ہے، مگر ان شاء اللہ بہت سے امور میں مفید ہوگی۔ میرے پاس اس وقت کتابیں نہیں ہیں۔ اپنی ناقص محفوظات اور ناقص علم کی بنا پر عرض کر رہا ہوں۔

والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۳ جنوری ۴۳ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید رحمہ اللہ کی ولی عہدی

از قلم: مولانا عبدالعلی فاروقی حفظہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کی ولی عہدی

(مولانا عبدالعلی فاروقی حفظہ اللہ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ کے پہلے امیرالبحر تھے، جن کی قیادت میں سب سے پہلی بحری جنگ لڑی گئی، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی سالے یعنی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ ان تمام خوبیوں کے باوصف ان کی شخصیت کو مجروح کرنے اور ان کے ''ناکردہ'' گناہوں کی فہرست تیار کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم المرتبت اور ''ہدایت یافتہ'' صحابی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مسلمانوں کو بدظن کرنے کی جس طرح منظم انداز میں سازش کی گئی ہے، تاریخ شاید اس سے بدنما اور گھناؤنی مثال نہیں پیش کرسکتی۔

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جادۂ حق سے انحراف کرنے، خانوادۂ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کرنے، خلافتِ اسلامیہ کی جگہ ملوکیت و بادشاہی نظام قائم کرنے اور موروثی حکومت کی داغ بیل ڈالنے جیسے الزامات ان دشمنانِ صحابہ ہی کی طرف سے عائد کیے جاتے ہیں، جو سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ پر بھی اپنی ملامت کے تیر برساتے نہیں ڈرتے تو چنداں حیرت وافسوس کی بات نہ ہوتی، لیکن حیرت تو ان ''دوستوں'' پر ہوتی ہے جو ایک طرف ''صحابیت'' کے بلند مقام کا اعتراف کرتے ہوئے اہلِ سنت وجماعت کے متفق علیہ عقیدے الصحابة کلهم عدول ① (تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم عادل ہیں) کا دم بھرتے ہیں، اور دوسری طرف

① چودھویں صدی کے ایک نامور اور ''خوش فکر محقق'' نے عدالتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے یا ان کی طرف کوئی بات منسوب کرنے میں ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم'' کی نازک بحث چھیڑ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بلکہ ان کے پورے خاندان بنوامیہ پر طبری، واقدی، یعقوبی اور مسعودی کی پامال اور مکذوبہ روایات کا سہارا لے کر ایسی ایسی تہمتیں باندھتے ہیں کہ بس خدا کی پناہ!

یزید کی ولی عہدی:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ''جرائم'' کی فہرست میں ان کا یہ ''جرم'' بھی بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے بعد امارت کے لیے اپنے بیٹے یزید کو نامزد کر کے ''جبراً'' اس کی بیعت کرا دی، اور اس طرح انہوں نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کے خلاف شخصی وموروثی حکومت کی بنیاد رکھ دی، جب کہ حکومت کا یہ تصور اسلامی

==> عادل تھے، یعنی روایت کے سلسلہ میں انہوں نے عدالت وراستبازی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا، رہ گیا ان کی عملی زندگی کا معاملہ تو اس میں ان سے لغزشوں اور گناہوں کا صدور بھی ہوا ہے، اور پھر اس سلسلہ میں حضرت ماعز اور غامدیہ رضی اللہ عنہما وغیرہ کے واقعات پیش کر کے محقق موصوف نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ عدالت کا ان کا بیان کردہ مفہوم مراد لینے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم تنقید سے بالاتر نہیں رہے، اور ان کے ''مشاجرات'' کے درمیان ''حکم'' بن کر فیصلہ دینا کوئی معیوب بات نہیں قرار پاتی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم صرف روایت ہی کے معاملہ میں نہیں بلکہ اپنی عملی زندگی میں بھی عادل تھے، اور حق تعالیٰ نے ان کو گناہوں سے ''محفوظ'' کر دیا تھا، اور اگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے اتفاقاً کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو ان کو بلا تاخیر توبہ کی توفیق ملی، جیسا کہ محقق موصوف کے بیان فرمودہ ماعز وغامدیہ رضی اللہ عنہما کے واقعات سے ظاہر ہے اور اس طرح وہ التائب من الذنب كمن لا ذنب له کے زمرہ میں داخل ہو گئے، کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے لیے گناہوں پر اصرار کرنا اور ظلم وطغیان کو اپنی مستقل پالیسی بنا لینا ثابت نہیں کیا جا سکتا، اور اگر یہ ثابت ہو جائے تو ایسے کسی فرد کو ہرگز ہرگز عادل نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ گناہوں کو مستقل پالیسی بنا لینے والا شخص تو کھلا ہوا فاسق ہی کہا جائے گا، جہاں تک نقل وروایت کی حد تک عدالت کا معاملہ ہے تو ہمارے آج کے دور میں بھی ایسے لوگ مل جائیں گے جو باوجود دوسرے گناہوں کے مرتکب ہونے کے راستباز ہوتے ہیں اور نقل وروایت کے معاملہ میں کسی قسم کی خرد برد نہیں کرتے، پھر کیا ان کے دیگر گناہوں سے صرفِ نظر کر کے ان کو عادل قرار دیا جائے گا؟ اور ایسی صورت میں اہلِ سنت کے متفقہ عقیدے الصحابة كلهم عدول کی کیا اہمیت باقی رہ جائے گی اور اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی کون سی فضیلت ثابت ہو جائے گی اور اس کا فائدہ کیا ہوگا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلیمات اور اسلام کے اعلیٰ نصب العین کے قطعاً مخالف تھا، پھر یزید کی شراب نوشی، زنا کاری اور دیگر فسق و فجور کے افسانے جوڑ کر جرم کی سنگینی میں اس طرح اضافہ کیا جاتا ہے کہ کسی امیر کا اپنے لائق و صالح فرزند کو اپنے بعد امارت کے لیے نامزد کرنا ہی اس کو متہم کرنے کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے ''رسوائے زمانہ فرزند'' یزید کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے تابعین عظام رحمہم اللہ جیسے اخیارِ امت کی موجودگی میں اپنا ولی عہد مقرر کر کے اپنے بعد امارت کے لیے نامزد کرنا ایک ایسا مکروہ و شنیع فعل ہے جس کی نظیر اسلام کی پچھلی تاریخ سے نہیں پیش کی جاسکتی، چنانچہ اس ''ہواو ہوس'' پر مبنی فیصلے نے اسلامی تاریخ پر بدترین اثرات ڈالے۔ اور پھر جو کچھ ہوا اس کی ذمہ داری سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بری نہیں ہو سکتے۔

اس الزام یا ''جرم'' کی حقیقت واضح کرنے کے لیے ہم درج ذیل سوالات قائم کر رہے ہیں، جن کے جوابات سے صورتِ حال کی واقعی اور حقیقی تصویر سامنے آئے گی۔

① کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قانون و اخلاق کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر محض اس لیے کہ یزید ان کا بیٹا تھا اس کو اپنے بعد امارت کے لیے نامزد کر کے جبراً بیعت کرادی تھی؟

② ایک امیر کے بعد دوسرے امیر کے تقرر کا ''اسلامی طریقہ'' کیا ہے اور اس سلسلہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی وہ سنت کیا ہے جس کی خلاف ورزی کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ''مجرم'' بنے؟

③ کیا باپ کے بعد بیٹے کا امیر بننا، یا باپ کا اپنے بیٹے کی امارت پر رضا مند ہونا، یا خود اسے اپنے بعد امارت کے لیے مقرر کرنا اسلامی قانون کے لحاظ سے جرم ہے؟

④ کیا امیر کے لیے اپنے تمام اصحابِ زمانہ سے افضل و برتر ہونا ضروری ہے؟

⑤ کیا یزید کو اس کے ہم عصر لوگ بھی شراب نوش، زنا کار اور فاسق و فاجر ہی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیثیت سے جانتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے ان معائب پر مطلع تھے؟

⑥ یزید کے ہاتھ پر ولی عہدی اور پھر امارت کی بیعت کرنے والے کون لوگ تھے اور ان کی بیعت سے کیا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے؟

ہم چاہتے ہیں کہ ان سوالات کے جوابات تاریخی افسانوں اور سبائی روایات کے بجائے ان صحیح اور معتبر ذرائع سے دیں جن کے انکار کی کوئی جرأت نہ کر سکے، ساتھ ہی بقدر ضرورت ان ''سبائی کاروائیوں'' کی نشان دہی بھی کر دیں جن کے ذریعہ منظم طور پر ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار کو داغدار کر کے اسے ظلم کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

پہلے سوال کا واضح جواب یہ ہے کہ یہ ایک بہتان ہے جو خوفِ خدا سے بے نیاز ہو کر ایک ایسی شخصیت پر باندھا گیا ہے جس کی عدالت و ثقاہت کو چیلنج کرنا امت کے اجماعی عقیدے پر ضرب لگانے کے مترادف ہے، کیوں کہ یزید کی ولی عہدی کی تحریک نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوئی نہ خود یزید کی طرف سے، بلکہ اس کی تحریک حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوئی جو ایک جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پھر یہ تحریک بھی اس لیے نہیں ہوئی کہ یزید کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فرزندی کا شرف حاصل تھا بلکہ امت کو فتنہ و فساد سے بچانے اور اتحاد برقرار رکھنے کے لیے ہوئی، چنانچہ ''الکامل'' کی وہ سبائی روایت جس کا سہارا لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام عائد کیا گیا ہے' اس میں بھی یہ بات موجود ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی ولی عہدی کی تحریک کرتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''امیر المومنین آپ دیکھ چکے ہیں کہ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کیسے کیسے اختلافات اور خون خرابے ہوئے، اب بہتر یہ ہے کہ آپ یزید کو اپنی زندگی ہی میں ولی عہد مقرر کر کے بیعت لے لیں تاکہ اگر آپ کو کچھ ہو جائے تو اختلاف برپا نہ ہو''۔[1] ظاہر ہے کہ یزید کا صرف فرزندِ معاویہ رضی اللہ عنہ ہونا اختلافات اور

---

① الکامل ج ۳ ص ۲۴۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خون خرابے سے بچانے کے لیے کافی نہیں ہوسکتا تھا اس لیے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا یزید کی ولی عہدی کی تحریک کرتے ہوئے یہ دلیل دینا کہ یزید کے ولی عہد مقرر ہو جانے سے اختلاف برپا نہ ہوگا' اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے خیال میں یزید کے اندر اس بات کی صلاحیت موجود تھی کہ وہ امت کو اختلافات اور خون خرابے سے بچا سکے، اور یہ چیز جہاں ایک طرف یزید کے کردار پر ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے وہیں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے اس جذبۂ خیر کو بھی ظاہر کرنے والی ہے کہ ان کے اس مشورہ کی غرض نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خوشنودی تھی نہ یزید کی، بلکہ ان کے پیشِ نظر امت کا اتحاد تھا جس کو بنائے رکھنے کے لیے انہوں نے یہ مخلصانہ تجویز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھی تھی۔

اس وضاحت کے بعد اس الزام کا باطل ہونا بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو جبراً ولی عہد مقرر کر کے اس کی بیعت کرا دی۔

دوسرے سوال کے جواب میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''خلافت کا انعقاد کئی صورتوں سے صحیح ہوسکتا ہے، اس میں سب سے اول، افضل اور صحیح ترین صورت یہ ہے کہ مرنے والا خلیفہ اپنی پسند سے کسی کو ولی عہد نامزد کردے، چاہے یہ نامزدگی حالتِ صحت میں ہو' بیماری کی حالت میں ہو یا عین مرنے کے وقت ہو، اس کے عدمِ جواز پر نہ کوئی نص ہے نہ اجماع، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو اور جس طرح سلیمان بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو نامزد کیا، یہ صورت ہمارے نزدیک مختار و پسندیدہ اور اس کے علاوہ دوسری صورتیں ناپسندیدہ ہیں، کیوں کہ اس صورت میں امت کا اتحاد اور امورِ اسلام کا انتظام قائم رہتا ہے، نیز اختلاف اور شورشرابے کا خوف نہیں رہتا۔ اس کے برعکس دوسری صورتوں میں یہ متوقع ہے کہ ایک خلیفہ کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد امت میں انارکی اور امورِ شریعت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتشار پیدا ہو جائے اور حصولِ خلافت کی کوشش لوگوں کے اندر طمع کے جذبات پیدا کر دے۔''①

علامہ ابن حزم کی اس تشریح سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ولی عہد مقرر کر کے ''اسلامی قانون'' کی خلاف ورزی نہیں کی۔ بلکہ انتخابِ امیر کے سلسلہ میں سب سے افضل اور صحیح ترین طریقہ اپنایا۔ کیوں کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشارتاً اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صراحتاً سنت ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی یہی سنت ہے، کیوں کہ انہوں نے بھی اپنے بعد امارت وخلافت کے لیے چھ آدمیوں کو نامزد کر دیا تھا کہ بس ان ہی میں سے کوئی ایک خلیفہ ہوگا، البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس طریقہ کو نہیں اپنایا، یا نہ اپنا سکے تو اس کا نتیجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں اختلاف وانتشار کی صورت میں ظاہر ہو کر رہا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تینوں میں سے کوئی ایک صورت اسلامی قانون کے خلاف نہیں ہے، کیوں کہ باپ کے بعد بیٹے کی امارت قائم ہونے یا باپ کے اپنے بیٹے کو امارت کے لیے نامزد کرنے کی کہیں کوئی ممانعت نہیں ہے، اور کسی گری پڑی روایت سے بھی اس ممانعت کا ثبوت نہیں فراہم کیا جا سکتا ہے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہونا اور اس پر کسی بھی حلقہ کی طرف سے یہ اعتراض نہ ہونا کہ ''باپ کے بعد بیٹے کی امارت اسلامی قانون کے لحاظ سے غلط ہے'' امت کے اس اجماع کو ثابت کرتا ہے کہ باپ کے بعد بیٹے کا امیر ہونا کوئی جرم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے آخر وقت میں یہ دریافت کیا گیا کہ کیا ہم آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت حسن رضی اللہ عنہ

① الفصل فی الملل والاھواء والنحل ج/۴ ص/۱۶۹ منقول از خلافت وملوکیت از صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ ص/۲۷۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہاتھ پر بیعت کرلیں؟ تو اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نہ تم کو اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں تم لوگ خود اچھی طرح دیکھ سکتے ہو۔''① حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ وہ بھی باپ کے بعد بیٹے کی امارت وخلافت میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے، ورنہ وہ یہ جواب نہ دے کر یہ کہتے کہ ''یہ طریقہ اسلامی قانون کے لحاظ سے غلط ہے، اس لیے تم لوگ ایسا نہ کرنا'' یا کم سے کم یہ کہتے کہ ''میرے لیے اپنے بیٹے کو اپنے بعد خلافت کے لیے نامزد کرنا اسلامی قانون کے لحاظ سے جرم ہے، اس لیے میں یہ کام نہیں کرسکتا''۔ پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت کرنے والے ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے، اگر باپ کا اپنے بیٹے کو اپنے بعد خلافت کے لیے نامزد کرنا اسلامی قانون کے خلاف ہوتا تو حضرت جندب رضی اللہ عنہ خود ہی اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے استفسار نہ کرتے۔

چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات بھی محض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض جڑنے کے لیے اٹھائی گئی ہے ورنہ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کے لیے امارت وخلافت کی اہلیت تو شرط ہے لیکن اس کا اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہونا ضروری نہیں ہے، نہ ہی عملاً اس کا اہتمام ہوسکتا ہے، کیوں کہ فضیلت کا کوئی ایک مقرر پیمانہ نہیں ہے جس کی بنیاد پر کسی شخص کو من کل الوجوہ افضل قرار دیا جاسکے۔

یہ صحیح ہے کہ یزید کی ولی عہدی اور پھر امارت کے وقت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور بہت سے ایسے تابعین موجود تھے جن کو ہر طرح یزید پر فضیلت حاصل تھی، لیکن کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دور کے تمام اصحاب سے افضل تھے؟ اور پھر ان سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے بہت سے اکابر صحابہ موجود تھے جن کو علم

---

① البدایة والنهایة ج/ ۷ ص/ ۳۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفضل میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر برتری حاصل تھی، اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ مقرر ہوئے، ایسی صورت میں یزید کی ولی عہدی یا خلافت پر افضل ومفضول کی بحث چھیڑنا ''بغض معاویہ رضی اللہ عنہ'' کے ایک حسین عنوان سے زیادہ کوئی قیمت نہیں رکھتا۔

پانچویں سوال کے جواب کے سلسلہ میں سب سے قوی شہادت تو حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ (محمد بن الحنفیہ) کی ہے جس کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یوں نقل کیا ہے:

''حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے داعی حضرت عبداللہ بن المطیع رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے پاس گئے اور درخواست کی کہ آپ (یزید کی) بیعت توڑ دیں، لیکن انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ ابن المطیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یزید شراب پیتا ہے، نماز نہیں پڑھتا ہے اور کتاب اللہ کے احکام کی اسے پرواہ نہیں ہے۔ محمد نے فرمایا کہ ''میں نے ایسی کوئی بات نہیں دیکھی میں یزید سے ملا ہوں، ان کے ساتھ رہا ہوں میں نے ان کو نماز کا پابند، خیر کا متلاشی، فقہ کا سائل اور سنت کا متبع پایا۔۔۔'' ①

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت محمد نے یزید سے اپنی ذاتی واقفیت کی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن المطیع رضی اللہ عنہ کے اس بیان کی تردید کی کہ یزید شراب پیتا ہے، نماز نہیں پڑھتا ہے اور کتاب اللہ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتا، پھر ان کی اس تاویل پر کہ یزید نے نماز کی پابندی وغیرہ جیسے نیک عمل آپ کو دکھانے کے لیے کیے ہوں گے، جواباً عبداللہ بن المطیع رضی اللہ عنہ سے جب یہ استفسار کیا کہ کیا تم نے خود یزید کو شراب پیتے دیکھا ہے؟ اس کے

① البدایة والنھایة ج/۸ ص/۲۳۳، یہ روایت کافی طویل ہے جس میں آگے ذکر ہے کہ ابن المطیع رضی اللہ عنہ نے ہر چند کوشش کی کہ محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ کسی طرح یزید کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حمایت پر آمادہ ہو جائیں حتی کہ یہ پیش کش بھی کی کہ اگر آپ خود یزید کے بجائے خلافت کی بیعت لینا چاہیں تو ہم آپ کی خلافت تسلیم کرنے کو تیار ہیں، مگر حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت توڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب میں انہوں نے کہا کہ ''اگرچہ میں نے خود نہیں دیکھا مگر میرے نزدیک یہ بات سچی ہے'' اس تفصیل سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ یزید کے ہم عصروں میں بھی اس کے فسق و فجور کا چرچا تھا، جس کی بنیاد پر حضرت ابن المطیع رضی اللہ عنہ جیسے بزرگوں کو یزید کے فسق کا یقین ہو گیا تھا، لیکن حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ جیسے بزرگوں کا اپنے ذاتی علم و واقفیت کی بنیاد پر یزید کو اس الزام سے بری قرار دیتے ہوئے اس کی نمازوں کی پابندی، خیر کی تلاش اور سنت کی اتباع کی گواہی دینا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یزید دشمنوں کی طرف سے اس کی شراب نوشی و دیگر منکرات میں ملوث ہونے کا پروپیگنڈہ اور بات ہے لیکن اس کے لیے کوئی معتبر عینی گواہ نہ تھا۔

اسی طرح بخاری شریف کی ایک روایت سے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واضح طور پر یہ موقف معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی قیادت میں اہلِ مدینہ کی یزید کے خلاف چھیڑی جانے والی مہم کو بغاوت تصور کرتے تھے اور انہوں نے اپنے خاندان والوں کو سختی کے ساتھ اس سے منع کیا تھا۔ الفاظ روایت یہ ہیں:

''عن نافع قال لما خلع أهل المدينة يزيد بن معاوية جمع ابن عمر حشمه وولده فقال إني سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول ينصب لكل غادر لواء يوم القيامة وانا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله وانى لا اعلم غدرا اعظم من ان يبايع رجل على بيع الله ورسوله ثم ينصب له القتال وانى لا اعلم احدا منكم خلعه ولا تابع فى هذا الامر إلا كانت الفيصل بيني وبينه'' ①

''حضرت نافع سے روایت ہے کہ جب اہلِ مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مخصوصین و اولاد کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے

① بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ہر بغاوت کرنے والے کے لیے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا، اور ہم نے اس شخص (یزید) سے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی ہے اور میں اس سے بڑی کوئی غداری نہیں جانتا کہ کسی شخص سے اللہ اور اس کے رسول کے نام کی بیعت کی جائے، پھر اسی کے مقابلہ میں قتال کے لیے کھڑا ہوا جائے، اور مجھے یہ علم نہ ہو کہ تم میں سے کسی نے یزید کی بیعت توڑ دی اور اس معاملہ میں کوئی حصہ لیا، ورنہ میرے اور ایسا کرنے والے کے درمیان کوئی تعلق نہ رہے گا۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یزید کی بیعت پر قائم رہنے کے لیے اصرار، اپنے متعلقین و اولاد کو اہتمام کے ساتھ جمع کر کے بیعت کے پابند رہنے اور خلاف ورزی کی صورت میں ان سے ترک تعلق کر لینے کی دھمکی دینا، اور یزید کے خلاف قتال کو غدر سے تعبیر کرنا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ یا تو ان کو ''فسق یزید'' کے پروپیگنڈے کا علم نہ تھا، یا وہ اس پروپیگنڈے پر اعتماد نہ کر کے اس کو امارت وخلافت کے منصب کے لیے موزوں قرار دیتے تھے، اور یزید کے ہاتھ پر کی ہوئی بیعت کو وہ اللہ اور اس کے رسول کی بیعت گردانتے تھے، اور اس سلسلہ میں اہلِ مدینہ کی مخالفانہ کارروائیوں کو خلافِ حق اور غداری سمجھتے تھے۔

اسی طرح بلاذری کی انساب الاشراف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے افقہ واعلم صحابی کی یزید کے بارے میں یہ شہادت موجود ہے:

''ان ابنه يزيد لمن صالحي أهله فالزموا مجالسكم واعطوا طاعتكم وبيعتكم''

''بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا یزید ان کے گھرانے کے نیک لوگوں میں سے ہے، تو تم لوگ اپنی جگہ بیٹھے رہو اور اس کی فرمانبرداری اور بیعت پر قائم رہو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یزید کے ہم عصروں میں سے یہ وہ چند نام ہیں جن کی عظمت وجلالت پر ہر مسلمان کو کامل اعتماد ہے اور جنہوں نے اپنے اقوال واعمال کے ذریعہ یزید کی شراب نوشی اور دوسری فسق وفجور کی داستانوں کی تغلیط کی ہے، اب اگر ان کے مقابلہ میں کچھ ہم عصر ایسے ہوں بھی جو یزید کو شراب نوش ونا کارہ اور فاسق وفاجر گردانتے ہوں تو اولاً ان کی بات ان اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں اہمیت نہیں رکھتی، پھر اگر وہ بہت ہی قابلِ لحاظ واحترام شخصیات ہوں تو بھی یہی سمجھا جائے گا کہ وہ لوگ یزید مخالف پروپیگنڈے سے اسی طرح متاثر ہوگئے جس طرح حضرت عبداللہ بن المطیع رضی اللہ عنہ متاثر ہوگئے کیوں کہ کسی بھی معتبر معاصر نے یہ گواہی نہیں دی ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے یزید کو فسق وفجور میں مبتلا دیکھا ہے۔ اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کے معائب اور فسق وفجور پر کیوں کر مطلع ہوں گے؟

چھٹے سوال کا جواب یہ ہے کہ بیعت کرنے والوں میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے، اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم بھی، پھر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں اصحاب بدر بھی تھے، اصحاب بیعت الرضوان بھی، اور اصحاب بیعتِ عقبہ اولیٰ بھی، چنانچہ بیعت کرنے والے ممتاز اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چند یہ تھے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ، حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ وغیرہم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ اور ان سے زائد دیگر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، تابعین عظام اور صلحائے امت کے یزید کی امارت کو تسلیم کر کے اس کی بیعت کر لینے سے درج ذیل نتائج بدیہی طور پر سامنے آتے ہیں۔

① حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت جبراً نہیں لی تھی، ورنہ اتنی بڑی تعداد میں خیرالقرون کے افراد اس بیعت پر اتفاق نہ کرتے، اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اتنے بڑے زور آور اور باہمت تھے کہ ان کے سامنے کسی کا بس نہ چل سکا تو ان کی وفات کے بعد ان سب ہی کو یا کم از کم ان کی بڑی تعداد کو یزید کی بیعت توڑ دینا چاہیے تھی۔

② حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کرنا کوئی غیر شرعی یا غیر اخلاقی کام نہ تھا، بلکہ اس وقت کے حالات کے لحاظ سے امت کے مفاد کا یہی بہترین تقاضا تھا، اور اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی پاکباز جماعت کی ایک بڑی تعداد کو حق سے منحرف اور مداہنت کا رتسلیم کرنا پڑے گا۔ نعوذباللہ من شرور أنفسنا

③ یزید بن معاویہ اونچے درجے کا متقی و پرہیزگار شخص نہ سہی، لیکن سبائی پروپیگنڈے اور من گھڑت روایتوں کے ذریعہ فسق و فجور اور حدود اللہ سے تجاوز کی جو کہانیاں بیان کی جاتی ہیں، اور جس طرح اسلام کی ''قانونی خلافت و امارت'' کے لیے اسے نااہل گردانا جاتا ہے، یزید کے ہم عصر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی غالب اکثریت اسے غلط اور بے اصل سمجھتی تھی۔ ورنہ یہ ماننا ہوگا کہ یہ ''اخیار امت'' حمیتِ دینی اور شعورِ ملی سے محروم تھے، اس لیے انہوں نے ایک ''فاسق و نااہل'' فرد کے ہاتھ پر بیعت قبول کر لی تھی۔

④ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنی ''خواہشِ نفسانی'' کی تکمیل کے لیے ولی عہد نہیں مقرر کیا تھا، نہ ہی ان کے دل میں اس کا داعیہ پیدا ہوا، اور نہ اس سلسلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں انہوں نے کسی زور زبردستی سے کام لیا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایک صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی تحریک اور بصرہ، مدینہ اور کوفہ وغیرہ کے اکثر اہل الرائے اصحاب کے مشورے اور پُرجوش حمایت پر انہوں نے یزید کو ولی عہد مقرر کیا، اور چند اصحاب کے سوا باقی تمام لوگوں نے برضاورغبت پہلے یزید کی ولی عہدی کی اور پھر امارت کی بیعت کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنے بعد امارت کے لیے نامزد کر کے نہ کسی اسلامی قانون کی خلاف ورزی کی نہ ہی خلفائے راشدین کی کسی ''متفق علیہ'' سنت سے بغاوت کی، اور نہ ہی ان کا یہ فیصلہ ''ہواوہوس'' پر مبنی تھا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منتشر افرادِ امت کو متحد کرنے کا جو عظیم الشان اور بے مثال کارنامہ انجام دیا تھا اور اس کے لیے جیسی صعوبتیں برداشت کی تھیں اس کا فطری تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے بعد بھی اس اتحاد کے برقرار رہنے کے خواہش مند تھے، اور جب پوری مملکت اسلامیہ کے اہل الرائے افراد کی غالب اکثریت نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ اس مقصد کے حصول کے لیے آپ کے بعد یزید کا امیر ہونا اور آپ کی طرف سے اس کا ولی عہد مقرر کر دینا ہی بہتر اور مناسب طریقہ ہوگا، تو انہوں نے یزید کو ولی عہد مقرر کر کے اس کی بیعت عام لے لی۔

اب رہے وہ حوادث جو یزید کے دورِ امارت میں پیش آئے تو ظاہر ہے کہ نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عالم الغیب تھے جو اپنی وفات کے بعد پیش آنے والے حوادث سے مطلع ہوتے، نہ ہی وہ قضاوقدر کو ٹالنے پر قدرت رکھتے تھے، البتہ انہوں نے اپنی دوراندیشی، تدبیر اور سیاسی بصیرت کے ذریعہ یہ اندازہ ضرور کر لیا تھا کہ یزید کو اپنے دورِ امارت میں کچھ مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑے گا، اور انہوں نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہما کے سلسلہ میں واضح طور پر یزید کو کچھ وصیتیں بھی کی تھیں اور ہم یقین کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اگر یزید نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی ان وصیتوں پر پوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح عمل کیا ہوتا تو ہماری تاریخ ان صدموں سے دوچار نہ ہوتی جن کی وجہ سے یزید کا دورِامارت بدنام ہوا، اور جن کے ذریعہ ''سبائیوں'' کو اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کا موقع مل گیا۔ ①

① ماہنامہ الفرقان (لکھنؤ) اگست ۱۹۹۲ء از ص/ ۱۶ تا ص/ ۲۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کی بنیاد کیا تھی؟

اور

یزید رحمہ اللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا فسق وفجور

[خط بنام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ]

ازقلم: مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کی بنیاد کیا تھی؟

(مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی رحمہ اللہ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کی حقیقت سمجھنے کے لیے بنیادی طور پر چار باتوں کی تنقیح ضروری ہے۔

① حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اختلاف کس سے تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم سے یا یزید سے؟۔

② اختلاف کس مسئلے میں تھا، یزید کی ذات میں یا ولی عہدی کے طریق کار میں؟۔

③ اختلاف کس قسم کا تھا، واقعی یا واقعاتی؟۔

④ اختلاف کی بنیاد کیا تھی، اصولِ اجتہاد اور قواعد خلافت یا یزید کا فسق وعدل؟ (یا دوسرے لفظوں میں موقف حسینی کی صحت وعدم صحت کی بنا کیا تھی؟ فسق وعدلِ یزید یا اصول خلافت وقواعد اجتہاد)۔

امرِ واقعہ یہی ہے کہ اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم سے تھا اور طریق انعقادِ خلافت میں تھا اور واقعاتی تھا، پھر اصولِ خلافت وقواعدِ اجتہاد پر مبنی تھا، یزید کے فسق وعدل پر مبنی نہ تھا، ورنہ جیسا کہ عام روایات میں مذکور ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے پہلے موقف سے رجوع نہ کرتے اور یزید کی بیعت پر تیار نہ ہوجاتے، نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں ان کے علیحدہ ہوجانے پر یزید کی بیعت پر رضامندی ظاہر نہ کرتے۔ نیز فسق وعدل پر مبنی ہوتو صحت حتمی نہیں رہتی، اگر کوئی یزید کا عدل ثابت کردے تو صحت گئی؟ پھر اتفاقی نہیں رہتی۔

وضاحت اس کی یہ ہے کہ شہادتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمان جس باہمی خانہ جنگی اور آپس کی جس خونریزی سے گذرے تھے اس کے پیش نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ذاتی رائے سے نہیں بلکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحریک وتجویز سے اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تاکہ ان کے بعد اس مسئلہ پر مسلمانوں کی تلواریں جمل وصفین کی طرح پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپس میں ایک دوسرے کے خلاف بے نیام نہ ہونے پائیں (یاد رہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنی ذاتی رائے اور سوچ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح چھ حضرات پر مشتمل ایک مجلس بنانے کی تھی کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ بنالیا جائے، ان میں یزید کا نام اشارتاً وکنایۃً بھی شامل نہ تھا، چنانچہ قبیصہ بن جابر کہتے ہیں کہ مجھے، زیاد نے ایک کام سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا، جب میں اپنا کام نمٹا چکا تو میں نے عرض کی: ''یا امیر المؤمنین! آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟''، آپ کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: ''یکون بین جماعة'' کہ میرے بعد خلافت ایک جماعت کے درمیان ہوگی''، پھر خود ہی اس جماعت کے یہ نام گنائے، حضرت سعید بن العاص، حضرت عبداللہ بن عامر، حضرت حسن بن علی، حضرت مروان بن الحکم، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ۔① الغرض! تقررِ خلیفہ کے اس طریق کار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم صرف چار صحابہ نے اختلاف کیا، پانچواں نام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی لیا جاتا ہے لیکن اس کے ثبوت میں نہ تو ان کا کوئی قول و فعل تاریخ میں ملتا ہے اور نہ وہ ان مذکورہ چار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس سلسلے میں کہیں نظر آتے ہیں۔

لیکن ان چاروں یا پانچوں حضرات کا یہ اختلاف، ولی عہد کے ذاتی کردار سے متعلق نہ تھا بلکہ ولی عہدی والے طریق کار سے متعلق تھا، ان کا کہنا یہ نہ تھا کہ ہم یزید کی بیعت اس لیے نہیں کرتے کہ وہ فاسق و فاجر اور نالائق و نااہل ہے، بلکہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں اس کی بیعت میں تأمل اس لیے ہے کہ جس طریقے سے اس کو خلیفہ نامزد کیا گیا ہے سرے سے وہ طریقہ ہی غلط ہے، ''هرقلية'' و ''كسروية'' یعنی رومی و فارسی طریقہ ہے، چنانچہ جوں ہی ولی عہدیِ یزید کی بیعت کا حکم مدینہ منورہ پہنچا اور اُس وقت کے گورنرِ مدینہ

① البداية والنهاية، ج/8 ص/85

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مروان بن الحکم نے مجمع عام میں لوگوں کو اس سے آگاہ کیا تو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے چھوٹتے ہی جو نقطۂ اعتراض اُٹھایا وہ یزید کے ذاتی کردار یعنی اس کے فسق وعدل سے متعلق نہ تھا بلکہ خلافت کے لیے اس کی نامزدگی کے طریق کار سے متعلق تھا، انہوں نے فرمایا ''جعلتموها والله هرقلية وكسروية''۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں ''أجئتم بها هرقلية تبايعون لأبنائكم'' یعنی اللہ کی قسم! تم نے ہرقلیہ وکسرویہ بنا دیا ہے کہ اپنے بیٹوں کے لیے بیعت لینے لگے ہو۔ ①

پھر یہی کچھ ان کے بعد حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) نے بھی کہا اور کیا، چنانچہ ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ:

''وقام الحسين بن علي فأنكر ذلك وفعل مثله ابن عمر وابن الزبير''

''(ان کے بعد) حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے (بھی) اس تجویز سے اختلاف کیا اور ایسا ہی (حضرات) ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم نے (بھی) کیا۔'' ②

پھر جب اس سلسلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود مدینہ منورہ تشریف لائے اور ان حضرات سے اس معاملہ میں گفتگو کی تو اُن سے بھی اِن حضرات نے اختلاف ولی عہدی والے طریقِ کار کے نقطہ پر ہی کیا، یزید کے ذاتی فسق وعدل کا نام اشارتاً بھی کوئی اپنی زبان پر نہ لایا، چنانچہ سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشریف لائے، انہوں نے فرمایا کہ:

''آپ سے پہلے بھی خلفاء ہو گزرے ہیں، ان کے بھی بیٹے تھے، آپ کا بیٹا اُن

① البداية والنهاية، ج3 ص506/فتح الباری، ج8 ص577 /عمدة القاری، ج19 ص169 /کامل ابن اثیر، ج3 ص506 / تاریخ الخلفاء، ص 150 تا 155 وغيرها من شروح الحديث والتواريخ
② کامل ابن اثیر، ج3 ص507

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے بیٹوں سے کوئی بڑھ کر لائق فائق نہیں، انہوں نے اپنے بیٹوں کے لیے وہ رائے قائم نہیں کی تھی جو آپ اپنے بیٹے کے لیے کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے تو مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو سامنے رکھا تھا'' ①

ان کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ:

''آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے بیٹے کی ولی عہدی کا معاملہ تنہا آپ کے ہی سپرد کر دیں؟ واللہ! ایسا ہرگز نہ ہوگا، ہم تو یہ معاملہ مسلمانوں کے مشورہ میں ہی رکھیں گے (کہ وہی اپنی مرضی سے اپنا خلیفہ مقرر کرنے کے مجاز ہیں)'' (ایضاً)۔

ان کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا کہ:

''اگر آپ بذات خود امارت (وخلافت) سے اُکتا چکے ہیں تو ایک طرف ہو جایئے پھر اپنے بیٹے کو آگے لایئے تو ہم اس ہی کی بیعت کر لیں گے، ورنہ اگر آپ کی بیعت کے ہوتے ہوئے آپ کے بیٹے کی بھی بیعت کر لی جائے تو آپ ہی بتلایئے کہ پھر ہم آپ دونوں باپ بیٹوں میں سے کس کی سُنیں مانیں گے، اور کس کی ٹالیں گے؟، اس لئے بیک وقت آپ دونوں باپ بیٹوں کی بیعت نہیں کی جا سکتی (کہ ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے)...... إن كنتَ قد مللتَ الإمارة فاعتزلها وهلمّ ابنك فلنبايعه أرأيتَ إذا بايعتُ ابنك معك لأيكما نسمع ونطيع، لا تجتمع البيعة لكما أبداً ...(ایضاً)

ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس کے بعد یہ چاروں حضرات، مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے، پیچھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچے، انہوں نے وہاں پھر ان حضرات سے اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہی تو ان حضرات نے فرداً فرداً گفتگو کرنے کے بجائے حضرت عبداللہ بن

① تاریخ الخلفاء، ص150

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زبیر رضی اللہ عنہم کو اپنا نمائندہ بنا دیا، اس موقع پر بھی یہ حضرات، تقررِ خلیفہ کے طریق کار کو ہی زیرِ بحث لائے، یزید کے فسق وعدل کا کوئی ذکر مذکور اِس دفعہ بھی انہوں نے نہیں کیا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک جن طریقوں سے خلیفہ کا تقرر ہوتا رہا ہے ان میں سے جو طریقہ آپ اختیار کریں ہم اسے قبول کرنے کے لیے تیار ہیں (ان کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہمیں قبول نہیں)''۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے باقی حضرات سے پوچھا: ''آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟''، انہوں نے بیک زبان ہوکر فرمایا: ''قولنا، قوله'' کہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو (ہمارے نمائندے) ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے۔'' ①

یہ تو بات تھی یزید کے لیے ولی عہدی کی بیعت کے موقع کی۔ سنہ 60ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب موقع آیا اس کے لیے خلافت کی بیعت کا؟ تو اُس وقت ان حضرات میں سے ایک یعنی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما تو جنت کو سدھار چکے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) دو نے اس کی بیعت کر لی تھی، باقی صرف دو یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہی ابھی تک اپنی رائے پر قائم تھے، جب ان سے خلافتِ یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا گیا تو بیعت انہوں نے اگرچہ اس وقت بھی نہ کی لیکن اپنے اس تخلف کی بنیاد یزید کے فسق وفجور کو اب بھی قرار نہیں دیا، بلکہ جب اُس وقت کے گورنرِ مدینہ ولید بن عتبہ نے ان دونوں بزرگوں کو بلا کر ان کے سامنے یزید کی بیعت کی بات رکھی تو عام روایات کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تو یہ فرمایا کہ:

''مجھ جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کیا کرتا اور پھر تم بھی تو میری اس خفیہ بیعت کو

---

① کامل ابن اثیر، ج3 ص510

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کافی نہ سمجھو گے بلکہ اعلانیہ کا بھی مطالبہ کرو گے، اس لیے جب تم اور لوگوں کو بیعت کے لیے بلاؤ تو ہمیں بھی بلا بھیجنا تاکہ معاملہ ایک ہی دفعہ میں نمٹ جائے"۔

رہے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما؟ تو وہ ایک دن کی مہلت لے کر راتوں رات مکہ مکرمہ نکل گئے، اس کے سوا کچھ اور انہوں نے بھی نہ کہا نہ کیا۔" ①

لیکن حافظ ابن عبدالبرّ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ گورنرِ مدینہ کی طرف سے طلبِ بیعت کے جواب میں دونوں ہی بزرگوں نے یہ فرمایا تھا کہ:

"مثلنا لا يبايع سراً ولكنا نبايع على رؤس الناس إذا أصبحنا"

"کہ ہم جیسے آدمی خفیہ بیعت نہیں کیا کرتے لیکن ہم تو بوقتِ صبح لوگوں کے سامنے (علی الاعلان) بیعت کریں گے۔"

"وہاں سے یہ حضرات اپنے گھروں کو لوٹے، پھر (کچھ اور سوچ کر صبح کا انتظار کیے بغیر) راتوں رات ہی مکہ مکرمہ کی طرف نکل گئے۔" ②

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوالی نے فسقِ یزید پر "خارجی فتنہ حصہ دوم" کے نام سے چھ سواسّی (680) صفحات کی ایک ضخیم کتاب لکھی ہے، اس میں یزید کو فاسق وفاجر بنانے پر جتنا زور وہ لگا سکتے تھے انہوں نے لگایا ہے بلکہ اپنی زندگی کا ایک اہم مشن بنایا ہوا ہے، لیکن اپنی تمامتر کوشش کے باوجود وہ بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کرکے یزید سے متعلق انتہائی بات اس کے سوا اور کچھ نہیں نقل کر سکے کہ گورنرِ مدینہ کی مجلس سے باہر آکر ان حضرات نے صرف اتنا فرمایا کہ:

"هو يزيد الذي نعرف، والله ما حدث له عزم ولا مُرُوئَة"

① طبری، ج4 ص251۔ البدایۃ، ج8 ص147۔ کامل ابن اثیر، ج4 ص15و16، الاخبار الطوال، ص226

② الاستیعاب علی الاصابۃ، ج1 ص381

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’یہ وہی یزید ہے جسے ہم پہچانتے ہیں، اللہ کی قسم! نہ اس میں پختگی پیدا ہوئی ہے اور نہ مروت۔‘‘ ①

لیکن سب جانتے ہیں کہ پختگی و مروۃ پیدا نہ ہونے کا معنیٰ دنیا کی کسی بھی لغت میں فاسق و فاجر ہونا نہیں ہے، اور یہ بات بھی ان حضرات نے اس لیے فرمائی تھی کہ ان کے مقابلہ میں یزید ابھی گویا بچہ ہی تھا، کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت اصح قول کے مطابق سنہ 1ھ میں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سنہ 4ھ میں ہوئی، جبکہ یزید کی ولادت میں سنہ 22ھ، سنہ 25ھ اور سنہ 27ھ کے اقوال ہیں، اور اِدھر بیعتِ خلافت کا واقعہ سنہ 60ھ کا ہے۔ اس اعتبار سے سنہ 60ھ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی عمر ساٹھ سال، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی چھپن سال بنتی ہے جبکہ یزید تینتیس سے اڑتیس سال کا ٹھہرتا ہے، ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ساٹھ اور چھپن سال کے عمر رسیدہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو پختگی اور مروت ہو سکتی ہے وہ تینتیس سال اور اڑتیس سالہ غیر صحابی نوجوان میں کہاں ہو سکتی ہے۔ اس لیے ان حضرات کی یہ بات تو بالکل بجا ہے کہ یزید میں اس وقت تک اُن حضرات جیسی عمر کی پختگی و مروت پیدا نہیں ہوئی تھی لیکن اس سے ان حضرات کا اس کو فاسق و فاجر کہنا ہرگز لازم نہیں آتا کیونکہ پختگی و مروت کا پیدا نہ ہونا فاسق و فاجر ہونے کو ہرگز ہرگز مستلزم نہیں ہے۔

الغرض! یزید کی ولی عہدی اور خلافت سے اختلاف کرنے والے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سمیت چاروں پانچوں ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سلسلے کے اپنے مکالمات و مذاکرات کے کسی بھی مرحلے میں اپنے اس اختلاف کی بنیاد یزید کے فسق و فجور کو قرار نہیں دیا بلکہ ولی عہدی کے طریقِ کار کو قرار دیا۔ اُن کا اختلاف، ولی عہد کی ذات سے ہرگز نہ تھا بلکہ ولی عہدی والے طریقِ کار سے تھا۔ وہ اعتراض یہ نہ کر رہے تھے کہ باپ اپنے فاسق و فاجر اور

① خارجی فتنہ حصہ دوم، ص372 بحوالہ البدایۃ، ج8 ص162

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نالائق ونااہل بیٹے کو اپنا جانشین کیوں بنارہا ہے، بلکہ ان کا اعتراض باپ کے بعد مطلقاً بیٹے کی جانشینی پر تھا، خواہ بیٹا، فاسق وفاجر ہو یا عادل وصالح ①، چنانچہ ان حضرات نے اس موقع پر جس ''ھرقلیة'' و''کسرویة'' کا حوالہ دیا تھا اس میں بھی دستور اپنے صرف بدکردار وبدچلن اور نالائق ونااہل بیٹوں کو ہی باپوں کے بعد جانشین بنانے کا نہ تھا بلکہ اچھے بُرے ہر قسم کے بیٹوں کو جانشین بنانے کا تھا، اس لیے ان حضرات کا یزید کی ولی عہدی کو ''ھرقلیة'' و''کسرویة'' کہنا ہی بجائے خود اس بات کی کافی اور شافی دلیل ہے کہ اس سلسلے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اپنے ساتھیوں سمیت اختلاف، باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی کے حوالہ سے تھا، بیٹے کے فسق وعدل کے حوالہ سے ہرگز نہ تھا۔

دوسری بات جس کی وضاحت اس سلسلے میں ضروری ہے یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا تین چار صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ اختلاف، یزید سے نہ تھا، بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم سے تھا، کیونکہ ولی عہدی کے جس طریقِ کار سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا تھا وہ طریقِ کار اختیار کیا ہوا یزید کا نہ تھا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کا اختیار کیا ہوا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہی اس کی ولی عہدی کی تحریک وتجویز پیش کی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم نے ہی اس کی تائید کی تھی، یزید تو نہ اس ولی عہدی کا

① محدث جلیل، رکن مجلسِ شوریٰ دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا ابو المآثر حبیب الرحمن الاعظمی رحمہ اللہ (م 1412ھ) لکھتے ہیں ''وفاتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ وحضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے علاوہ تمام اہلِ مدینہ جن میں ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں، یزید کی بیعت کر لیتے ہیں، اور کوئی ایک شخص بھی زبان پر یہ نہیں لاتا کہ وہ شرابی کبابی، فاسق وفاجر ہے، حتیٰ کہ جن دو بزرگوں نے بیعت سے پرہیز کیا وہ بھی اس کا اشارہ تک نہیں کرتے کہ ہم اس کے فسق وفجور کی وجہ سے پرہیز کرتے ہیں۔ حد ہوگئی کہ جب ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہم ان حضرات کو تفریق جماعت مسلمین سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں، اس وقت بھی وہ یہ نہیں فرماتے کہ تفریقِ جماعت بے شک بُری چیز ہے لیکن ابھی اس کی بیعت کہاں مکمل ہوئی ہے، نیز ایک فاسق وفاجر کو باختیار خود امام وامیر بنانا بھی تو کوئی اچھی بات نہیں ہے، لہٰذا ہم اس کے ہاتھ میں ہاتھ کس طرح دیں۔ (تبصرہ بر ''شہید کربلا ویزید''، ص38و39، طبع مئو، یوپی، انڈیا)

ابوسعد رضوان اللہ سیالکوٹی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مدعی تھا اور نہ اس کا اصل محرک و مجوز ہی۔ لہٰذا اس سے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ اختلاف ہو ہی نہیں سکتا تھا، بلکہ انہی سے ہو سکتا تھا جو اس طریق کار کے محرک و مجوز اور مؤید و نافذ کنندہ تھے اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم ہی تھے نہ کہ خود یزید، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا صرف تین چار صحابہ رضی اللہ عنہم کے مدِ مقابل ان سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا موقف یہ تھا کہ ولی عہدی کا جو طریقِ کار یزید کے لیے اختیار کیا جا رہا ہے یہ ''ھرقلیة'' و ''کسرویة'' ہرگز نہیں ہے کیونکہ ''ہرقلیت وکسرویت'' تو باپ کے بعد بیٹے کی وہ جانشینی ہے جو محض وراثتاً ہو، بیٹے کی لیاقت وقابلیت سے قطع نظر کر کے ہو، رعایا کے عوام وخواص میں سے کسی کی بھی رائے کا اس میں کوئی دخل عمل نہ ہو، بس باپ کے فیصلے کو ہی رعایا پر ٹھونس دیا گیا ہو، جبکہ یہاں معاملہ ایسا نہ تھا، یزید کو محض وراثتاً باپ کا جانشین نہ بنایا جا رہا تھا، اس کا تو نہ باپ نے کبھی سوچا تھا اور نہ بیٹے کو اس کا خیال آیا تھا، بلکہ رعایا میں سے ہی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی تحریک و تجویز اور تائید کے سامنے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے چھ رکنی مجلس والی اپنی رائے چھوڑ دی تھی۔ رہی بات اہلیت وقابلیت کی؟ تو یزید فی الواقع ولی عہدی کے اہل وقابل تھا یا نہیں① لیکن اس موقع

---

① شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ تحریر فرماتے ہیں:
''یزید کو متعدد معارکِ جہاد میں بھیجنے اور جزائر ابیض اور بلاد ہائے ایشیاء کو چک کے فتح کرنے حتیٰ کہ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا، تاریخ شاہد ہے کہ معارکِ عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے''۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، مکتوب نمبر 88، ج1 ص271)

مؤرخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بشارت کا مصداق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:
''یہ بشارت سب سے پہلے امیر معاویہؓ کے عہد میں پوری ہوئی اور دیکھا گیا کہ دمشق کی سرزمین پر اسلام میں سب سے پہلے تخت شاہی بچھایا جاتا ہے اور دمشق کا شہزادہ یزید اپنی سپہ سالاری میں مسلمانوں کا پہلا لشکر لے کر بحرِ اخضر میں جہازوں کے بیڑے ڈالتا ہے اور دریا عبور کر کے قسطنطنیہ کی چہار دیواری پر تلوار مارتا ہے''۔ (سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج3 ص386)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پر ملحوظ اس چیز کو بھی ضرور رکھا گیا تھا، اہلیت وقابلیت کو بالکل ہی نظر انداز کر کے محض خلیفہ کا بیٹا ہونے کی ہی وجہ سے اس کو ولی عہد نہ بنایا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خطبہ میں یہ دعا فرمائی کہ:

''اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اس (یزید) کو اس لیے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میری رائے میں اس کا اہل ہے تو اس کے لیے اس ولایت کو پورا فرما دے، اور اگر میں نے اس کو اس لیے ولی عہد بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے تو اس ولایت کو اس کے لیے پورا نہ فرما''①

دوسرے مؤرخین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا اس طرح نقل کی ہے:

''اے اللہ! اگر میں نے یزید کو اس کی فضیلت دیکھ کر ولی عہد بنایا ہے تو اس کو اس مقام تک پہنچا دے جس کی میں نے اس کے لیے امید کی ہے اور اس کی مدد (بھی) فرما، اور اگر مجھے اس کام پر صرف اس محبت نے آمادہ کیا ہے جو باپ کو بیٹے سے ہوتی ہے اور فی الواقع وہ اس منصب کا اہل نہیں ہے تو اس کو اس منصب تک پہنچنے سے پہلے ہی موت دے دے''②

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان دونوں موقفوں میں سے کون سا موقف، صحیح یا اصح تھا؟ اس وقت ہماری بحث اس سے نہیں، یہاں تو ہم صرف یہ بتا رہے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ اختلاف، یزید سے نہ تھا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم سے تھا، اور اختلاف بھی یزید کی ذات اور اس کے فسق وعدل سے متعلق نہ تھا بلکہ تقررِ خلیفہ کے طریقِ کار سے متعلق تھا۔

تیسری بات یہاں یہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ولی عہدی والے اس طریقے سے اختلاف بھی اس کے مطلقاً جواز وعدمِ جواز کی بنیاد پر نہ تھا، بلکہ مسلمانوں میں جمل

① البدایة، ج8 ص80

② تاریخ الخلفاء، ص159، طبع نور محمد کراچی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وصفین کی طرح پھر سے تلواریں بے نیام ہو جانے جیسے جن خدشات وخطرات کے پیش نظر یہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا ان کے فی الواقع موجود ہونے، نہ ہونے کی بنیاد پر تھا، یعنی ان کے اختلاف کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ اس طریقہ سے خلیفہ کا تقرر بالکل ہی ناجائز سمجھتے تھے، بلکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک وہ خدشات وخطرات ابھی تک فی الواقع موجود ہی نہ تھے جن کے پیشِ نظر یہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا، اُس وقت کے حالات سے متعلق ان کا تجزیہ یہ تھا کہ وہ پوری طرح پُرامن اور نبوی یا صدیقی وفاروقی طریقۂ انتخاب کے لے بالکل سازگار ہیں، خلیفہ کا تقرر اگر ان طریقوں میں سے کسی طریقہ سے کیا جائے تو مسلمانوں میں جمل وصفین جیسی کسی خانہ جنگی وخون ریزی کا کوئی خطرہ، خدشہ نہیں ہے، ورنہ ان خطرات وخدشات کی فی الواقع موجودگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُس دور کے دیگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کی طرح وہ بھی تقرر خلیفہ کے اس طریقہ کو بالکل جائز ہی جانتے تھے، جبکہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کی رائے یہ تھی کہ وہ خطرات وخدشات فی الواقع موجود ہیں لہٰذا یہ نیا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرات صاحبین (رحمۃ اللہ علیہم) کے درمیان صابئ فرقہ کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح جائز ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، اُن کا یہ اختلاف درحقیقت دلیل اور اصل حکم کا اختلاف نہیں، بلکہ صابئ فرقہ کے مذہب کی تحقیق کا اختلاف ہے، امام صاحب کو اس کا اہلِ کتاب ہونا متحقق ہوا تو وہ جواز کے اور صاحبین کو اس کا غیر اہلِ کتاب ہونا متحقق ہوا تو وہ عدمِ جواز کے قائل ہوگئے، ورنہ اصل حکم اور اس کی دلیل میں سب کا اتفاق ہے کہ اہلِ کتاب کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح جائز اور غیر اہلِ کتاب کفار ومشرکین کی عورتوں سے ناجائز ہے۔ ایسے ہی یہاں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان یہ اختلاف درحقیقت ولی عہدی کے اصل حکم اور اس کی دلیل میں نہ تھا، بلکہ حالات کے پُرامن یا پُرخطر ہونے کی تحقیق میں تھا، عام صحابہ رضی اللہ عنہم کو حالات پُرخطر معلوم ہوئے لہٰذا ان کی رائے انعقادِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلافت کے لیے ولی عہدی والا طریقہ اختیار کرنے کی ہوئی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اوران کے ہمنوا تین چار صحابہ رضی اللہ عنہم کو حالات پُرامن محسوس ہوئے توان کی رائے انعقادِ خلافت کے لیے نبوی یا صدیقی یا فاروقی طریقہ کو اختیار کرنے کی ہوئی، ورنہ اصل حکم میں سب کا اتفاق تھا کہ پُرامن حالات میں خلافت کا انعقاد، نبوی یا صدیقی یا فاروقی طریقہ سے ہی ہونا چاہیے لیکن حالات اگر پُرخطر ہوں تو پھر ولی عہدی والا طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے جب یہ طریقے پیش کیے تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ نبوی طریقہ پر تو فرمایا کہ آج تم میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا کون ہے کہ جس پر سب کا اتفاق ہوجائے؟ اور فاروقی طریقہ تو وہ خود اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے ہی تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم کی تحریک وتجویز سے وہ ولی عہدی کی طرف آئے تھے، اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی کربلا پہنچ کر جب حالات کا پُرخطر ہونا متحقق ہوگیا اور جن خطرات وخدشات کے پیش نظر ولی عہدی والا طریقہ اختیار کیا گیا تھا، اپنی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کرلیا تو پھر وہ، یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے پر فوراً راضی ہوگئے تھے، اگر وہ ولی عہدی کو ہر حالت میں بالکل ناجائز سمجھتے ہوتے تو ناممکن تھا کہ وہ اب اس کو قبول کرنے پر راضی ہوجاتے، حالانکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ وہ کربلا پہنچ کر یزید کے پاس جانے اوراس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے یعنی بیعت کرنے پر صرف راضی ہی نہیں ہوگئے تھے ① بلکہ اس پر عمل درآمد

① حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ''حتیٰ أضع یدي في یده'' والی تیسری شرط کا آج کل کے بعض حضرات انکار کرتے ہیں لیکن یہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے کہ اس کا انکار کرنا اپنی ہی ثقاہت کو بٹا لگانا ہے، تاریخ ورجال وغیرہ کی شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہوگی جس میں واقعہ کربلا کا ذکر آیا ہو اوراس میں یہ تیسری شرط ذکر نہ کی گئی ہو، ورنہ جہاں بھی یہ واقعہ بیان ہوا ہے اکثر وبیشتر وہاں یہ شرط بھی ضرور مذکور ہوئی ہے، مثلاً دیکھیے: تہذیب تاریخ دمشق، ج 4 ص 338۔ کامل ابن اثیر، ج 4 ص 54۔ البدایۃ، ج 8 ص 170۔ الاصابۃ، ج 1 ص 334۔ فتاویٰ ابن تیمیہ، ج 27 ص 471۔ تاریخ الخلفاء، ص 158۔ النبراس شرح شرح العقائد، ص 541 (اس کے تو الفاظ ہی ''احملونی الی یزید لأبایعه'' ہیں) وغیرہا۔ ==>

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے لیے دمشق روانہ بھی ہو گئے تھے، ان کا یہ راضی ہونا کسی خوف ولالچ یا یزیدی

==> حتیٰ کہ اس کا انکار کرنے کی جرأت تو شیعہ بھی نہیں کر سکے وہ بھی اپنی کتابوں میں اس کو ذکر کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، مثلاً دیکھیے ''تلخیص الشافی'' ص 471 بحوالہ ''بے نظیر ولاجواب مناظرہ، از مولانا عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ، ص 216''۔ یہ حضرات، ایک عقبہ بن سمعان کی روایت کی بنیاد پر اس کا انکار کرتے ہیں، لیکن عقبہ کی اس بات کو خود شیعہ ہی رد کر چکے ہیں، دیکھو ''روحِ اسلام ترجمہ اسپرٹ آف اسلام'' از جسٹس امیر علی شیعہ، ص 458 طبع پنجم لاہور۔ اس شرط کا انکار کرنے والے حضرات کو اس کی مجبوری اس لیے پیش آئی کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کی بنیاد اپنی طرف سے یزید کے فسق وفجور کو قرار دے بیٹھے تھے، اب اگر وہ اس شرط کو مانتے تھے تو ان پر اعتراض آتا تھا کہ ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ خروج اگر یزید کے فسق وفجور کی ہی بنیاد پر تھا تو پھر کربلا پہنچ کر وہ، اُسی فاسق وفاجر کے ہاتھ میں ہاتھ دینے پر راضی کیوں اور کیسے ہو گئے تھے؟ کیا یہاں پہنچ کر یزید کا فسق وفجور دَم کے دَم میں ختم ہو گیا اور وہ پلک جھپکتے میں عادل وصالح بن گیا تھا یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہی اُس کے اس فسق وفجور سے سمجھوتا کر لیا تھا جس کی بنیاد پر وہ یہ خروج کر کے آئے تھے؟ اس اعتراض کا کوئی معقول جواب چونکہ ان کے پاس نہ تھا اس لیے انہوں نے سرے سے اس شرط کا ہی انکار کر دیا کہ ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری''، لیکن ہم بتا آئے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کی فسق وفجورِ یزید والی یہ بنیاد ہی من گھڑت ہے خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہیں بھی کسی معتبر سند سے منقول نہیں ہے لہٰذا ان کی اس تیسری شرط کے انکار کی نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ کوئی مجبوری۔

نوٹ: مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب مرحوم نے اپنے ''خط بنام مولوی ضیاء الرحمن صدیقی'' میں یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ کسی صحیح روایت میں یہ الفاظ نہیں، اور پھر تاریخ طبری کی ایک روایت کو ''ابو مخنف'' کی بتا کر یہ باور کروایا ہے کہ روایت قابل اعتماد نہیں (دیکھیں ''تجلیاتِ صفدر'' ج 1 ص 501 تا 504، طبع اول)، لیکن اسی تاریخ طبری میں ایک دوسری سند (حدثنا محمد بن عمار الرازی، قال حدثنا سعید بن سلیمان، قال حدثنا عباد بن العوام، قال حدثنا حصین...قال حصین: فحدثنی ھلال بن یساف) کے ساتھ جو روایت بیان ہوئی ہے اس سے اوکاڑوی صاحب چشم پوشی کر گئے، اس میں یہ الفاظ ہیں ''فناشدھم الحسین اللہ والاسلام أن یسیروہ الی أمیر المؤمنین فیضع یدہ فی یدہ'' کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دیا کہ مجھے امیر المؤمنین کے پاس بھیج دیں تاکہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیں۔ (تاریخ طبری، ج 5 ص 391 و 392، دار المعارف مصر۔ البدایۃ والنہایۃ، ج 8 ص 243، دار ابن کثیر بیروت۔ نیز دیکھیں ''صحیح تاریخ الطبری'' ج 4 ص 67 دار ابن کثیر بیروت) نیز اوکاڑوی صاحب شاید یہ بتانا بھول گئے کہ وہ ''عقبہ بن سمعان'' کی جو روایت اس بات کی تردید میں پیش کر رہے ہیں اس کی ابتداء ہی ''قال ابو مخنف'' سے ہوتی ہے جسے وہ خود اسی صفحہ پر ''شیعی محترق'' لکھ رہے ہیں۔ یاللعجب۔ **از ابوسعد رضوان اللہ**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فسق و فجور سے کسی قسم کے سمجھوتے کی وجہ سے ہرگز نہ تھا اور نہ یہ اپنے سابقہ موقف سے رجوع ہی تھا، بلکہ اپنے سابقہ موقف ہی کے مطابق عمل تھا، پہلے بھی ان کا موقف یہی تھا کہ خدشات وخطرات اگر وہی ہوں جن کے حوالہ سے ولی عہدی والا یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے تو خلیفہ کا تقرر اس طریقہ سے بھی کیا جا سکتا ہے، اب تک جو اس کو قبول نہ کیا تھا تو صرف اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک ان خدشات وخطرات کا فی الواقع موجود ہونا ہی ابھی تک متحقق نہ ہوا تھا، کربلا پہنچ کر جب ان کے فی الواقع موجود ہونے کا مشاہدہ ہو گیا تو اس کو فوراً قبول کر لیا، غرضیکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ اختلاف، واقعی نہ تھا بلکہ محض واقعاتی تھا اور پھر وہ بھی مُستمر نہ تھا بلکہ آخر میں اتفاق ہی بن گیا تھا۔

اس صورت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ولی عہدی کے مسئلہ میں اُس دور کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف واتفاق اور ان کا کربلائی خروج، اول سے آخر تک بالکل صحیح اور ایک رہتا ہے، نہ کہیں اس کو غلط کہنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور نہ کہیں سابقہ موقف سے ان کے رجوع کا ہی قائل ہونا پڑتا ہے اور نہ ان پر اس قسم کا کوئی اعتراض ہی وارد ہوتا ہے کہ ''یزید اگر فاسق و فاجر تھا اور اس کی ولی عہدی سے اختلاف، بیعت سے تخلف اور پھر یہ کربلائی خروج اگر انہوں نے اس کے اسی فسق و فجور کی بنیاد پر ہی کیا تھا تو پھر کربلا پہنچ کر اسی فاسق و فاجر کے ہاتھ میں ہاتھ دینے پر راضی کیوں ہو گئے تھے؟، اور اگر وہ ایسا نہ تھا، اس کی ولی عہدی اور بیعت، ناجائز نہ تھی تو پھر انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ اختلاف اور اس کے خلاف یہ خروج کیوں کیا تھا؟۔ جبکہ ان کے اس اختلاف کو واقعی ٹھہرانے اور تخلف وخروج کی بنیاد، یزید کے فسق و فجور کو قرار دینے میں ان کا دامنِ اقدس اس قسم کے اعتراضات سے پاک صاف ہرگز نہیں رہ سکتا، کوئی نہ کوئی اعتراض، ان پر یا ان کے مدمقابل صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم پر ضرور ہی آ کر رہتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھی بات اس سلسلے میں یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کی صحت، یزید کے فسق وفجور پر موقوف نہیں کہ اگر وہ فاسق وفاجر ہو تو ان کا یہ خروج، صحیح ٹھہرے اور اگر وہ عادل وصالح ثابت ہو جائے تو ان کا یہ خروج، غلط اور بغاوت قرار پائے، بلکہ اس کی صحت، اصولِ اجتہاد اور قواعدِ عدالت و بغاوت اور ضابطہء انعقادِ خلافت پر مبنی ہے، بالفاظِ دیگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کی صحت، اصولی، قانونی اور مستقل ہے محض تقابلی، اضافی اور غیر مستقل نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے ''شہادۃِ امام حسین رضی اللہ عنہ وکردارِ یزید'' میں اس کا صحیح ہونا اصول وقواعد کی رُو سے ہی ثابت کیا ہے، اس کے بعد اس کو صحیح ثابت کرنے کے لیے یزید کو ضرور بالضرور فاسق وفاجر بنانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں رہتی، وہ فاسق وفاجر ثابت ہو تب بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ خروج اپنی جگہ بالکل صحیح رہتا ہے اور اگر وہ صالح وعادل ثابت ہو جائے تب بھی یہ خروج اپنی جگہ بدستور صحیح ہی رہتا ہے، یزید کے فسق وعدل کا اس کی صحت پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہمارے دور کے اپنے آپ کو اہل السنۃ بلکہ ترجمانِ اہل السنۃ کہلوانے والے جن لوگوں نے یزید کو فاسق وفاجر اور زانی وشرابی وغیرہ وغیرہ ثابت کرنا بلکہ زبردستی بنانا اپنی زندگی کا ایک مشن بنا رکھا ہے، جو ہر کسی سے اس سلسلے کے اپنے ہر اتفاق واختلاف کی آخری تان یزید کے فسق وفجور کے اقرار واعلان پر جا کے توڑتے ہیں، جن کی اس سلسلے کی آخری بات ہی یہ ہوتی ہے کہ ''یزید کے فاسق وفاجر ہونے کا اقرار واعلان کر دیا جائے تو ہمارا اختلاف ختم ہو سکتا ہے''، ان بزعمِ خود سنیت کے علمبرداروں کی مجبوری یہی ہے کہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کی صحت کو اصولِ اجتہاد اور قواعدِ عدالت وبغاوت پر مبنی کرنے کے بجائے یزید کے فسق وفجور پر مبنی کر رکھا ہے، ایسی صورت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے کہ اس کا صحیح ہونا تبھی ثابت ہوسکتا اور رہ سکتا ہے جبکہ یزید کا فاسق وفاجر ہونا اور رہنا ثابت کیا جائے بلکہ اس صورت میں اس کو جتنا بڑا فاسق وفاجر بنایا جائے گا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ خروج اتنا ہی زیادہ صحیح بنے گا۔اس لیے یہ علمبرداران مسلک اہل السنۃ اپنا ایڑی چوٹی کا سارا زور یزید کو فاسق وفاجر بنانے اور بنائے رکھنے بلکہ جہاں تک ہوسکے اس کو بڑھانے چڑھانے پر لگاتے رہتے ہیں تاکہ اس طرح وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کو صحیح ثابت کرا اور رکھ سکیں، کیونکہ اگر وہ، فاسق وفاجر نہ بنے یا نہ رہے تو پھر ان لوگوں کی یہ تقابلی منطق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کو غلط اور بغاوت بناتی ہے، لہٰذا یہ اپنی اس سبائیانہ تقابلی منطق کے ہاتھوں مجبور ہو کر یزید کو ہر ممکن فاسق وفاجر ہی بنائیں اور بنائے رکھیں بلکہ جہاں تک ہو سکے اس کو بڑھاتے چڑھاتے رہیں، حالانکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کی اس تقابلی تصحیح میں کئی خرابیاں ہیں۔

الف......سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص ہے کیونکہ اس میں یزید ان کا مدمقابل بنا دیا گیا ہے، حالانکہ اس کو فاسق وفاجر کے بجائے خواہ کتنا عادل وصالح ہی فرض کیوں نہ کرلیا جائے وہ تب بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مدِ مقابل ہونا تو درکنار ان کی تو خاکِ پا کے بھی برابر نہیں ہوسکتا، اس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مدِ مقابل لانا ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کسرِ شان ہے خواہ اس کے بعد اس کو فاسق وفاجر بنا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کو صحیح کیوں نہ بنا دیا جائے، کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں جبکہ یزید، صحابی نہیں ہے اور صحابی کے مقابلے میں کسی صحابی کو ہی لایا جاسکتا ہے کسی غیر صحابی کو خواہ وہ کتنا ہی بلند مرتبہ اور کتنا ہی عادل وصالح کیوں نہ ہو، ہرگز نہیں لایا جاسکتا، اس پر کس قدر تفصیلی گفتگو ہم اپنی کتاب ''سبائی فتنہ، حصہ اول'' میں (از ص291 تا ص297) کر آئے ہیں وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ب ...... اور دوسری یہ کہ اس سے اصل مسئلہ بھی حل نہیں ہوتا یعنی یزید کو فاسق و فاجر فرض کر لینے کے باوجود بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کربلائی خروج صحیح نہیں بن سکتا، کیونکہ عقیدۂ اہل سنت کی رُو سے فاسق و فاجر اور ظالم و جائر حکمرانوں کے خلاف بھی خروج کرنا اور شرع کے مطابق ان کے احکام میں ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لینا جائز نہیں ہے، چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ، اہلِ سنت کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ولا نری الخروج علی أئمتنا ووُلاة امورنا وإِن جاروا ، ولاندعو علیهم ولا ننزع یداً من طاعتهم ونریٰ طاعتهم من طاعة اللّٰه عزوجل فریضة ما لم یأمروا بمعصیة وندعوا لهم بالصلاح والمعافاة''

یعنی ''ہم اپنے اماموں اور حکمرانوں کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم ہی کرتے ہوں، نہ ان کے حق میں بددعا کرتے ہیں، نہ ان کی اطاعت سے دست کش ہوتے ہیں، ہم ان کی اطاعت کو اللہ عزوجل کی اطاعت کے مطابق فرض خیال کرتے ہیں جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ کریں اور ہم ان کی صلاحیت و عافیت کی دعا کرتے ہیں۔'' ①

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے بھی شرح عقائد میں اہلِ سنت کا یہی عقیدہ بیان کیا ہے، چنانچہ لکھا ہے:

''ولا یرون الخروج علیهم''②

یعنی ''اہل سنت والجماعت اپنے ائمہ کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں سمجھتے۔''

امام نووی نے بحوالہ قاضی عیاض، اور امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم

---

① العقیدة الطحاویة، مترجم، ص57و58۔ مطبوعہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
② شرح العقائد مع شرحه النبراس، ص539

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے بھی اہل السنۃ کے جمہور فقہاء ومحدثین اور متکلمین کا یہی عقیدہ و مذہب بتلایا ہے ① بلکہ اپنے ائمہ کے خلاف خروج بالسیف کے نظریے کو رواۃِ حدیث پر جرح کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، دیکھو مثلاً ''تہذیب التہذیب'' ج2 ص288 ترجمہ حسن بن صالح۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، زمانہء فتنہ کے نبوی احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پہلا (حکم) یہ کہ جب (تم پر) کوئی شخص غیر مستحقِ خلافت مسلط ہو جائے تو ان احکام میں جو شرع کے موافق ہوں تم پر اس کی اطاعت واجب ہے، نہ ان احکام میں جو شرع کے مخالف ہوں۔ دوسرا (حکم) یہ کہ اس سے بغاوت نہ کی جائی اور نہ

① ''وقال جماهير أهل السنة من الفقهاء والمحدثين والمتكلمين لا ينعزل بالفسق والظلم وتعطيل الحقوق ولا يخلع ولايجوز الخروج عليه بذلك بل يجب وعظه وتخويفه، للأحاديث الواردة فى ذلك (نووی شرح مسلم، ج2 ص125)۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس سلسلہ کی احادیث کے حوالہ سے رقمطراز ہیں: ''ولهذا كان مذهب أهل الحديث ترك الخروج بالقتال على الملوك البغاة والصبر على ظلمهم إلى أن يستريح اور يُستراح من فاجر'' (فتاویٰ ابن تیمیہ، ج4 ص444)۔ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''ولهذا استقرّ أهل السنة علي ترك القتال فى الفتنة للأحاديث الصحيحة الثابتة عن النبى ﷺ وصاروا يذكرون هذا فى عقائدهم ويأمرون بالصبر على جور الأئمة وترك قتالهم'' (منہاج السنۃ، ج2 ص241)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، حُکام وامراء کی اطاعت وفرمانبرداری سے متعلق صحیح بخاری میں مروی ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''قال ابن بطال: فى الحديث حجة فى ترك الخروج على السلطان ولو جَارَ، وقد أجمع الفقهاء على وجوب طاعة السلطان المتغلب والجهاد معه وإن طاعته خير من الخروج عليه لما فى ذلك من حقن الدماء وتسكين الدهماء وحجتهم هذا الخبر وغيره مما يساعده ولم يستثنوا من ذلك إلا إذا وقع من السلطان الكفر الصريح فلا تجوز طاعته فى ذلك بل تجب مجاهدته لمن قدر عليها كما فى الحديث الذى بعده'' (فتح الباری، ج13 ص7)۔ آگے چل کر اسی سلسلہ میں اس امام سے متعلق جو پہلے عادل تھا پھر جائر ہو گیا، حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''فإن أحدث جوراً بعد أن كان عدلاً فاختلفوا فى جواز الخروج عليه، والصحيح المنع إلا أن يكفر فيجب الخروج عليه'' (ایضاً، ج13 ص8)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے جنگ کی جائے، ہاں اگر اس سے کفرِ صریح ظاہر ہوتو (اس حالت میں بغاوت اورلڑائی درست ہے) یہ مضمون متواتر بالمعنیٰ ہے''۔

آگے وہ حدیثیں نقل کر کے تیسرا حکم یہ بیان کیا ہے کہ:

''جب کسی شخص کی بیعت منعقد ہوگئی اوراس کا تسلط قرار پذیر ہوا، اگر دوسرا شخص اس پرخروج کرے اوراس سےلڑےتو اس کوقتل کرنا چاہیے، وہ خروج کرنے والا خواہ پہلے شخص سے افضل ہو یااس کے برابر ہو یااس سے مفضول ہو(بہرحال بعد انعقادِ بیعت، سب مسلمانوں کواس باغی کا دفع کرنا واجب ہوگا)''①

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''کسی سلطان (کی حکومت) پرمسلمانوں کےمتفق ہوجانے کے بعداس سلطان سے بغاوت کرنا حرام ہے اگرچہ وہ سلطان، خلافت کی شرطوں کا جامع نہ ہو، مگر اس صورت میں کہ اُس سے صریح کفرظاہرہو'②

خوب اچھی طرح واضح رہنا چاہیے کہ ہم ریحانۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اورواجب القتل نہ کہتے ہیں نہ مانتے ہیں اورنہ ان کو یہ کچھ بنانے، بتانے کے لیے ہم نے یہ حکم یہاں نقل کیا ہے۔ ایسے عقیدے اورنظریے سے ہم سوسو باراللہ کی پناہ مانگتے ہیں، بلکہ ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جولوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کو یزید کےفسق وفجور کی بنیاد پرصحیح بنانا چاہتے ہیں وہ اگراس کو فاسق وفاجر بنا بھی لیں تواس کی بنیاد پر ازرُوئے عقیدۂ اہل سنت، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کوصحیح نہیں بنا سکتے کیونکہ امیروخلیفہ اگرفاسق وفاجراورظالم وجائربھی ہوتوعقیدۂ اہل سنت میں اس کے خلاف بھی خروج کرنا جائزنہیں ہے، لہٰذااس کوصحیح بنانے کے لیے یزید کوضرور بالضرور فاسق وفاجرہی بنانے پراپنی ساری توانائی خرج کرتے رہنااوراسی کوعین مسلک اہل سنت سمجھنا

① ازالۃ الخفاء مترجم، ج1 ص536

② ازالۃ الخفاء مترجم، ج1 ص31

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور سمجھانا محض فضول ہے، بلکہ اس کو اصولِ اجتہاد اور قواعدِ عدالت و بغاوت نیز ضابطۂ انعقادِ خلافت کے حوالہ سے ہی صحیح بنایا جا سکتا ہے جیسے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے بنایا ہے، لہٰذا اسی حوالہ سے اس کو صحیح بنانا چاہیے۔

ج...... تیسری خرابی اس تقابلی و اضافی تصحیح میں یہ ہے کہ اس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کی صحت اتفاقی نہیں رہتی بلکہ اختلافی ہو جاتی ہے، کیونکہ یزید کے جس فسق وفجور پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے خود اس کا وہ فسق و فجور ہی اتفاقی نہیں بلکہ اختلافی ہے۔ علماءِ اہل السنۃ کی ایک جماعت اگر اس کو فاسق و فاجر مانتی ہے تو اہل السنۃ کے ہی علماء کی دوسری جماعت اس کو فاسق و فاجر نہیں بھی مانتی۔ اس کے فسق و فجور کو اتفاقی بتانا محض غلط اور سراسر خلافِ واقعہ ہے، لہٰذا اس صورت میں ان کا یہ خروج صرف ان علماء اہل سنت کے نزدیک ہی صحیح بن سکے گا جو یزید کو فاسق و فاجر مانتے ہیں، لیکن جو علماء اہل السنۃ اس کو فاسق وفاجر نہیں مانتے، ان کے نزدیک وہ صحیح نہیں بن سکے گا، بخلاف حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے اصولی طریقۂ تصحیح کے کہ اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کربلائی خروج جہاں صحیح بن جاتا ہے وہاں اس کی صحت اتفاقی اور اصولی بھی رہتی ہے۔

د...... چوتھی خرابی اس میں یہ ہے کہ یہ تقابلی طریقہ درحقیقت ان لوگوں کا طریقہ ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کو غلط اور بغاوت کہتے ہیں، وہی پہلے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مدِ مقابل لاتے اور پھر اس کو عادل و صالح کہہ کر ان کے خروج کو غلط اور بغاوت بناتے ہیں، بعینہ یہی تقابلی طریقہ ان لوگوں نے بھی اختیار کر رکھا ہے جو ان اصحابِ تغلیط کے بالمقابل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کی تصحیح، یزید کے فسق و فجور کی بنیاد پر کرتے ہیں، یہ بھی پہلے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مدِ مقابل لاتے اور پھر اس کو فاسق و فاجر کہہ کر ان کے خروج کو صحیح بناتے ہیں، اس اعتبار سے یہ اصحابِ تصحیح اور وہ اصحابِ تغلیط دونوں ایک کشتی کے سوار ٹھہرتے ہیں صرف رُخ ایک کا اگر مثلاً مشرق کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف ہے تو دوسرے کا مغرب کی طرف اور بس۔ حالانکہ یہ اصحابِ تصحیح اُن اصحابِ تغلیط کو عباسی، یزیدی، خارجی اور ناصبی جیسے القاب سے نوازتے رہتے ہیں، لیکن ان کی تردید، اہل السنۃ کے اصولی اور اصلی طریقہ سے کرنے کے بجائے خود انہی کے خارجیانہ وناصبیانہ تقابلی طریقہ کے شعوری یا غیر شعوری طور پر شکار ہو گئے ہیں۔

ہ...... پانچویں خرابی اس تقابلی تصحیح میں یہ ہے کہ اس صورت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کی صحت، اصلی، مستقل یقینی اور مضبوط نہیں رہتی بلکہ محض اضافی، عارضی غیر یقینی اور کمزور قرار پاتی ہے۔ اس تقابل کے بعد ان کا یہ خروج صرف اسی وقت تک صحیح رہتا ہے جب تک یزید کو فاسق وفاجر مانا جائے، لیکن اگر اس کو یہ کچھ نہ مانا جائے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کوئی اس کے عادل وصالح ہونے کا دعویٰ کر دے تو وہ صحیح نہیں رہے گا، بلکہ جب اس کا فسق وعدل اختلافی ہوا تو ہر کسی کے لیے ہر وقت یہ گنجائش رہے گی کہ جب کوئی چاہے اس کو فاسق وفاجر کہہ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کو صحیح بنا لے اور جب چاہے اس کو غیر فاسق وغیر فاجر بلکہ عادل وصالح کہہ کر ان کے خروج کو غلط اور بغاوت بنا لے۔ حالانکہ ان کے اس خروج کی صحت، اصلی، مستقل یقینی اور مضبوط ہے، اضافی، عارضی غیر یقینی اور کمزور نہیں ہے اور یہ تبھی ہوسکتا ہے جبکہ اس کو یزید کے فسق وفجور پر موقوف کرنے کے بجائے اصول وقواعد پر مبنی کیا جائے۔ کیونکہ اصول وقواعد پائیدار ہوتے ہیں، ان کا انکار کرنا، یا ان کو توڑنا یا ان کی خلاف ورزی کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ لیکن جس شخص کا فسق وعدل اختلافی ہو اس کے فسق یا عدل کا انکار کرنا یا فاسق کو عادل اور عادل کو فاسق مان لینا بہت آسان ہے۔ اس لیے خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی خروج کی صحت، یزید کے فسق وفجور پر قطعاً موقوف نہیں ہے اور نہ اس بنیاد پر وہ صحیح بن اور رہ سکتی ہے، بلکہ اس کی بنیاد اصول وقواعد پر ہے جس کی تفصیل حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نانوتوی رحمہ اللہ کے رسالہ ''شہادۃ امام حسین رضی اللہ عنہ اور کردارِ یزید'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

(شائع شدہ: نقیبِ ختم نبوت ملتان، جون1996ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ

حاصل یہ کہ:

الف ...... حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف، دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے تھا، براہِ راست یزید سے نہ تھا۔

ب ...... اختلاف بھی انعقادِ خلافت کے طریقِ کار سے متعلق تھا، نامزد خلیفہ کی ذات اور ذاتیات سے متعلق نہ تھا۔

ج ...... نیز یہ اختلاف وخروج، اجتہادی اصول وقواعد پر مبنی تھا محض یزید کے فسق وعدل پر مبنی نہ تھا۔

د ...... پھر واقعاتی تھا، واقعی اور دلائل کا نہ تھا، یعنی اختلاف یہ نہ تھا کہ انعقادِ خلافت کا یہ طریقہ فی الواقع جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ اختلاف یہ تھا کہ جن حالات میں یہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے، آیا اس وقت ایسے حالات موجود ہیں یا نہیں؟ ورنہ اس کے نفسِ جواز میں کسی کا اختلاف نہ تھا، کیونکہ ولی عہدی ونامزدگی، خواہ بیٹے کی ہی کیوں نہ ہو، کسی نص یا کسی مُسلّمہ قاعدے ضابطے سے متصادم نہ تھی بلکہ نصوصِ قرآنیہ وحدیثیہ میں اس کے نفسِ جواز کے بڑے واضح ثبوت موجود تھے۔

قرآنی ثبوت

چنانچہ ملاحظہ ہو پہلے قرآنی ثبوت:

① ...... اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً۔ انہوں نے عرض کی: وَمِن ذُرِّيَّتِي۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ: باپ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد اولاد کو امامت نہیں مل سکتی بلکہ اہلیت کے حوالے سے فرمایا کہ نااہلوں کو تو نہیں ملے گی البتہ جو اہل ہوں گے ان میں سے جس کو ہم چاہیں گے امامت سے نوازدیں گے...... لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ...... ①

② ...... حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کی دعا یوں مانگی...... فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا، يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ۔ الخ...... ② اللہ نے دعاء قبول فرما کر بیٹا دیا جو اُن کا جانشین بنا، اللہ نے یہ نہ فرمایا کہ باپ کا جانشین تو بیٹا نہیں ہوا کرتا، ایسا ہوتا تو اول تو حضرت زکریا علیہ السلام ہی ایسی دعا نہ مانگتے، اور اگر انہوں نے مانگ ہی لی تھی تو اللہ تعالیٰ ہی قبول نہ فرماتے، اور سب جانتے ہیں کہ یہاں وراثت سے مراد، وراثتِ مالیہ نہیں بلکہ علمیہ ودینیہ ہے۔

حدیثی ثبوت

① ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''الأئمة من قريش''۔ وفي رواية۔ ''الأمراء من قريش''۔ وفي رواية''الناس تبع لقريش''۔وفی رواية ''إن هذا الأمر في قريش''۔③، ان احادیث میں خلافت کے لیے خاندان کی تخصیص کی گئی ہے، اور باپ بیٹے کی امامت وخلافت اسی خاندانی تخصیص کی ہی ایک کڑی ہے۔

② ...... حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''من عترتي من أولاد فاطمة'' اور ''من عترتي وأهل بيتي'' فرمایا اور ان کی خلافت کی پیش گوئی بھی فرمائی۔ ④

③ ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیرِ لشکر بنایا۔ ⑤

① سورۃ البقرۃ، آیت 124 ② سورۃ مریم، آیت 5و6
③ دیکھو ازالۃ الخفاء مترجم، ج1، از ص409 تا412
④ مشکوٰۃ، ص270و272
⑤ صحیح بخاری، ج1 ص528 وج2 ص641

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

④...... مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کو بلاؤ ''حتیٰ أکتب کتاباً'' پھر فرمایا: (چلو رہنے دو) ''یأبي اللہ والمؤمنون إلا أبا بکر''۔اس سے معلوم ہوا کہ اپنے بعد کے لیے کسی کی نامزدگی ناجائز نہیں، اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد ''حتی أکتب کتاباً'' کی جو وجہ بیان فرمائی ہے یعنی ''إنی أخاف أن یتمنی متمني'' اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ نامزدگی ہی مناسب ہوتی ہے اور اس کا ترک، مُفضی الی الانتشار والافتراق ہوتا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کاروائی نہ فرمائی کیونکہ بتلا دیا تھا کہ ''یأبي اللہ والمؤمنون إلا أبا بکر''①

⑤...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات میں ہی حضرت عباس اور حضرت علی (رضی اللہ عنہما) کے مابین خلافت سے متعلق جو گفتگو ہوئی② وہ بھی اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ امامِ وقت کی طرف سے اپنے بعد کے لیے کسی کو حتیٰ کہ اپنے کسی عزیز، قریب رشتہ دار تک کی نامزدگی بھی ناجائز نہ تھی، ورنہ وہ حضرات اس کا سوچتے ہی نہ، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے جو اتفاق نہ کیا تو اس کی وجہ یہ نہ بیان فرمائی کہ کسی عزیز، قریب کی نامزدگی ناجائز ہے بلکہ اس کی وجہ کچھ اور بیان فرمائی تھی جو اسی حدیث میں مذکور ہے۔

خلافتی ثبوت

خلفاء راشدین کے طرزِ عمل میں ولی عہدی و نامزدگی کے جواز کا ثبوت موجود ہے، جو حسبِ ذیل ہے:

①...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نامزد ہی کیا تھا اس سے نفسِ نامزدگی کا جائز ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔③

---

① ملاحظہ ہو، صحیح بخاری، ج2 ص1072 و صحیح مسلم، ج2 ص273 وغیرہما

② دیکھو صحیح بخاری، ج2 ص639

③ البدایۃ، ج7 ص18

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

②...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے بعد خلافت کے لیے ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نام لیا گیا، تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ باپ کے بعد بیٹے کی خلافت وامارت، جائز نہیں بلکہ اہلیت وقابلیت کے حوالہ سے فرمایا کہ ''وہ تو اپنی بیوی کو طلاق بھی صحیح طریقے سے نہیں دے سکتا، خلافت وحکومت کیا سنبھال سکے گا''① معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں وہ اہل ہوتے تو ان کی نامزدگی ناجائز نہ تھی، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے بیٹے کا نام لیا جانا بھی بجائے خود اس کے جواز کی دلیل ہے ورنہ نام لینے والے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم ان کا نام نہ لیتے۔

③...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ''استخلف'' (آپ اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر فرمادیں)، آپ نے فرمایا: لوگ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کا کہہ رہے ہوں گے؟ کہا گیا: جی ہاں، آپ نے ان کی فضیلت تو بیان فرمائی مگر یہ نہ فرمایا کہ: ولی عہدی اور نامزدگی تو جائز ہی نہیں، میں ان کو خلیفہ کے طور پر کیسے نامزد کردوں؟②

④...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کے اصحاب نے پوچھا کہ کیا آپ کے بعد ہم آپ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلیں؟...... يا أمير المؤمنين! إن مت نبايع الحسن؟...... آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ باپ کے بعد بیٹا، خلیفہ نہیں ہوا کرتا، بلکہ فرمایا کہ: میں تو اس کا نہ حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں، اپنا معاملہ تم ہی خوب سمجھتے ہو...... لا آمركم ولا أنهاكم، أنتم أبصر......③

اگر باپ کے بعد کے لیے بیٹے کی نامزدگی اور امارت وخلافت ناجائز ہوتی تو اول تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب ان سے اس کے بارے میں پوچھتے ہی نہ، اور اگر انہوں نے

① طبری، ج2 ص580 حوادث سنہ 23ھ زیرِ عنوان ''قصة الشوریٰ''
② بخاری، ج1 ص527
③ طبری، ج3 ص157، حوادث سنہ 40ھ۔ البدایۃ، ج7 ص328

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پوچھ ہی لیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ واضح طور پر اس کو ناجائز بتلا دیتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ اس کا معاملہ مسلمانوں پر چھوڑ دیا کہ اگر وہ چاہیں تو باپ کے بعد بیٹے کو اپنا خلیفہ بنالیں۔

⑤......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور کے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کی تجویز وتائید اور ان کے مشورے سے یزید کو اپنے بعد کے لیے خلیفہ نامزد کیا اور ولی عہد بنایا۔ اُس دور کے گنتی کے چار پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی ولیعہدی کو مانا اور ولایتِ عہد اور پھر خلافت کی دونوں بیعتیں کیں۔ ان چار پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بھی آخر میں صرف ایک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہی اپنی رائے پر قائم رہے، باقیوں نے بیعت کرلی یا بیعت پر راضی ہوگئے یا بیعتِ خلافت کا وقت آنے سے پہلے اللہ کو پیارے ہوگئے تھے۔ یہ سب اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ولی عہدی ونامزدگی خواہ اپنے بیٹے ہی کی کیوں نہ ہو، ناجائز نہیں ہے، اگر ناجائز ہوتی تو اُس دور کے قریب بکل صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے خلیفۂ ہادی ومہدی سمیت اس پر متفق نہ ہوتے، خصوصاً جبکہ خلیفۂ وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باقتداءِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چھ رکنی کمیٹی بنانا طے کرچکے اور ارکانِ کمیٹی کے نام بھی تجویز کرچکے تھے۔ ①

⑥......حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خود بھی ولی عہدی سے اور نامزدگی سے سریر آرائے خلافت ہوئے پھر (جیسا کہ تاریخ بتلاتی ہے) سابقہ امراء وخلفاء کے تمام مظالم ومفاسد کا قلع قمع کرکے خلافت کو علیٰ منہاج النبوۃ قائم کردیا، لیکن ولی عہدی والے طریقہ کو نہ صرف یہ کہ بدلا نہیں بلکہ وفات کے وقت اپنے دستخطوں سے اُلٹا اس کی مکمل تائید وتصدیق کردی، اگر یہ طریقہ کسی درجے میں بھی غلط ہوتا تو یقیناً وہ اس کو بھی ضرور بدل ڈالتے۔

① دیکھو، البدایۃ، ج 8 ص 85

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعاملی ثبوت

آج تک امت کا جاری تعامل بھی نامزدگی کے جواز کی بڑی واضح دلیل ہے۔ ساری امت اُس وقت سے لے کر اِس وقت تک دینی ودنیوی امور میں باپ کے بعد بیٹے کو ہی جانشین ومسند نشین بناتی آرہی ہے، خصوصاً خانقاہی وتدریسی نظام، خطابت وامامت وقیادت اور سیادت میں، حتیٰ کہ یہاں تو قابلیت واہلیت کو بھی شاذ ونادر ہی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دورِ تابعین کے خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ، جن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھا کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مثیل ونظیر بنایا جاتا ہے، جنہوں نے ان سیرت نگاروں کے بقول، اپنے سے پہلے خلفاء بنی امیہ کے مظالم اور خلافِ اسلام نشانات کو ایک ایک کر کے مٹا دیا تھا، اس ولی عہدی کی رسم کو انہوں نے بھی نہ مٹایا بلکہ جاری وساری رکھا اور مرتے وقت اپنے دستخطوں سے اس کی تائید وتوثیق کر گئے۔ لہٰذا، باپ کے بعد بیٹے یا کسی عزیز وقریب رشتہ دار کی نامزدگی یا ولیعہدی کو اتنی آسانی سے ناجائز نہیں کہا جا سکتا، علماءِ امت نے بھی اس کے جواز کی تصریح کی ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

ایک اہم تنبیہ

کسی نے اس معاملہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ضرور بالضرور مطعون ہی کرنا ہو تو بات جُدا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ولی عہدی کی یہ رسم بالفرض بالفرض اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہی جاری کی تھی اور ناجائز تھی تو انہی کے پوتے معاویہ بن یزید نے اس کو ختم بھی کر دیا تھا۔ اُس نے چند ماہ کے بعد حکومت، اربابِ حل وعقد اور اُس دور کے مسلمانوں کے حوالہ کر دی تھی کہ تم جس کو چاہو اپنا خلیفہ بنا لو۔ جب اس نے خلافت مسلمانوں کے حوالے کر دی تو اب اس کو صحیح طریقے پر قائم کرنا اور قائم رکھنا مسلمانوں کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کام تھا، جن کی حکومت بھی قائم تھی اور ان کو ولی عہدی والے طریقِ کار سے اختلاف بھی تھا۔ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ اول نے ایک غلط کام کیا تھا تو انہی کے پوتے معاویۂ ثانی نے اس کا تدارک بھی کر دیا تھا، لہٰذا معاویہ رضی اللہ عنہ اور آلِ معاویہ اس سے بالکل بری ہو گئے، اب ہر طرح کا الزام، اعتراض، اچھائی، بُرائی، نیک نامی، بدنامی جو کچھ بھی ہے سب اُس دور کے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہے۔

پھر یہ بھی نہ بھولنا چاہیے کہ ولی عہدی اگر کوئی غلط اور ناجائز چیز تھی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک کلی اور دائمی قاعدے قانون کے طور پر نہ اپنایا تھا اور نہ رہتی دنیا تک کے لیے اس کو دنیا پر لازم ہی کیا تھا، بلکہ وقتی حالات اور مصلحت کے تحت جو چیز ان کو مسلمانوں کے لیے مناسب معلوم ہوئی اس کو انہوں نے اختیار کر لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد یزید نے کسی کو ولی عہد نہ بنایا تھا، اس کے بیٹے معاویہ کو خلیفہ، اُس دور کے مسلمانوں نے از خود اپنی مرضی سے ایسے ہی بنالیا تھا جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں نے ان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا، پھر رہی سہی کسر معاویہ ثانی نے پوری کر دی تھی کہ مسلمانوں کی چیز یعنی سرے سے خلافت ہی مسلمانوں کے ہی حوالے کر ڈالی تھی، اب خلافت مسلمانوں کے قبضہ میں تھی، اس کو جائز، ناجائز، صحیح، غلط کسی بھی طریقے پر قائم کرنا اور قائم رکھنا ان کا کام تھا۔

یہ ساری گفتگو اس تقدیر پر ہے کہ ولی عہدی کو ناجائز یا خلافِ اولیٰ وغیرہ وغیرہ فرض کیا جائے، ورنہ اگر اس کو جائز مانا جائے جیسے کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے تو پھر اس تنبیہ کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک کٹ حجتی اور اس کا جواب

بعض لوگوں نے یہاں یہ کٹ حجتی کی ہے کہ: پہلے حکمرانوں نے حالات ہی اس حد تک خراب کر ڈالے تھے کہ ان کو سنوارنا، سُدھارنا اور پُرانے طریقہ پر لانا، کسی کے بس میں نہ رہا تھا، اس لیے ولی عہدی کا طریقہ اب نہ بدلا جا سکتا تھا، نہ بدلا جا سکا، لہٰذا اس کا الزام بعد والوں پر نہیں بلکہ پہلوں پر ہی ہے۔ یہ محض کٹ حجتی ہے جس کا حقیقتِ نفس الامری سے ذرہ بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا جواب دینا اس کو اہمیت دینے کے مترادف ہے، اس کا اصل جواب یہی ہے کہ اس کا جواب نہ دیا جائے ، لیکن پھر بھی مختصراً چند باتیں عرض کی جاتی ہیں:

① ...... اول تو یہی غلط ہے کہ حالات اتنے خراب ہو گئے تھے کہ ان کو سنوارنا، سُدھارنا اور صحیح طریقہ پر لانا کسی کے بس میں نہ رہا تھا، ایک تو اس لیے کہ اگر حالات ایسے ہوتے تو حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) جو کہ ولی عہدی والے طریقۂ کار سے اختلاف کر رہے تھے، امراءِ وقت کے اس فیصلے کے خلاف میدانِ کارزار میں نہ اترتے، کیونکہ جیسے خراب حالات کی بات کی جا رہی ہے ایسے خراب حالات میں امراءِ وقت کے خلاف میدان داری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالتصریح منع فرمایا ہے[1]، لہٰذا اگر حالات کو ایسا خراب مانا جائے جیسا کہ کہا جا رہا ہے تو پھر مذکورہ حضرات پر حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح خلاف ورزی کا الزام آتا ہے۔ اس الزام سے یہ حضرات اسی وقت بَری ہو سکتے اور خلافِ حکومت ان کے اقدامات تبھی صحیح ہو سکتے ہیں کہ حالات کو اس حد تک خراب نہ مانا جائے جس حد تک ان کو خراب بتایا جا رہا ہے ورنہ یہ حضرات، نہ تو خلاف ورزئ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے الزام سے بچ سکتے ہیں اور نہ ان کے خلافِ حکومت اقدام کو صحیح ہی کہا جا سکتا ہے۔

① دیکھو صحیح مسلم، ج2 ص127 تا 129

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور دوم اس لیے بھی خرابیٔ حالات کی یہ بات غلط ہے کہ ایسے خراب حالات اس وقت ہوا کرتے اور اس وقت تک رہا کرتے ہیں جب تک حکومت اور رعیت دونوں فریقوں میں رَسّا کشی اور کھینچا تانی ہو، لیکن جب ان میں کا کوئی ایک فریق اپنے مدِ مقابل دوسرے فریق کے حق میں اپنے موقف سے دستبردار ہوکر اپنا اختلاف ختم کر دے تو پھر حالات کی وہ خرابی یکسر ختم ہوجاتی اور ان پر ہر قسم کا قابو، باقی رہ جانے والے دوسرے فریق کا ہی ہوجاتا ہے، اب یہ فریق حالات کو جیسے چاہے سنوار اور سُدھار سکتا اور جس سمت چاہے ان کو لے جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں حالات کی خرابی جیسا کوئی بھی عذر اب اس کے لیے باقی نہیں رہا کرتا، جیسے مثلاً حضرت معاویہ (اول) رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام مسلمانوں نے اپنے اپنے موقف سے دستبردار ہوکر اپنا اختلاف ختم کر دیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، اب ان کے لیے حالات کو سنوارنے سُدھارنے میں حالات کی سابقہ کشا کشی ہرگز ہرگز عذر نہ رہی تھی۔

بالکل اسی طرح سمجھیے کہ جب خلیفۂ وقت معاویہ ثانی نے خلافت سے دست بردار ہوکر مسلمانوں کے خلافتی وغیر خلافتی تمام معاملات خود انہی کے حوالے کر ڈالے تھے تو حالات کی سابقہ خرابی اگر کوئی تھی بھی تو یکسر ختم ہوگئی تھی، اب مسلمان اور ان کے اربابِ حل وعقد، بالخصوص وہ حضرات جو طریقۂ ولی عہدی کے مخالفین میں سے تھے، نظامِ خلافت جیسے چاہتے، قائم کر سکتے تھے، حالات کو جس سانچے میں چاہتے ڈھال سکتے تھے، لہٰذا ایسی صورت میں جب وہ ولی عہدی والے طریقے کو ختم نہیں کر سکے یا انہوں نے اس کو ختم نہیں کیا تو اس کی اچھی بُری ہر طرح کی ذمہ داری انہی پر عائد ہوتی ہے نہ کہ سابقہ حکمرانوں پر یا سابقہ حالات پر۔ بالفاظِ دیگر یوں کہہ لیجیے کہ جس چیز کو حالات کی خرابی کہا جارہا ہے وہ ولی عہدی والا طریقہ ہی تو تھا، اور اسی سے اختلاف کرنے والے حضرات کا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مطالبہ یہی تھا کہ خلافت کا انعقاد اس طریقہ کے بجائے پہلے طریقوں میں سے کسی طریقہ میں سے کسی طریقہ سے ہونا چاہیے۔ معاویہ ثانی نے خلافت اربابِ حل وعقد کے حوالہ کر کے ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا کہ لو جس طرح سے چاہو خلافت منعقد کر لو، یہ تو اختلاف کرنے والوں کی عین مراد ہوئی نہ کہ حالات کی خرابی۔

اور سوم یہ بات اس لیے غلط ہے کہ اگر ولی عہدی کی رسم کو چھوڑنا ایسا ہی ناممکن ہوتا، جیسا کہ بتایا جا رہا ہے تو یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے بیٹے یا کسی اور کو ضرور ولی عہد بنا کے جاتا، حالانکہ وہ کسی کو ولی عہد بنائے بغیر ہی کوچ کر گیا تھا، اس کے بیٹے ''معاویہ ثانی'' کو مسلمانوں نے از خود اپنی مرضی سے اپنا خلیفہ بنایا تھا، یزید کی وصیت پر نہ بنایا تھا، وہ چاہتے تو کسی اور کو بھی اپنا خلیفہ بنا سکتے تھے، چنانچہ عراق وحجاز کے خلیفہ ''حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما'' بھی تو کسی کے ولی عہد نہ تھے بلکہ کسی کی ولی عہدی کے بغیر، عراق وحجاز کے مسلمانوں کی بیعت سے ہی خلیفہ بنے تھے، اگر ولی عہدی کے بغیر خلیفہ بننا، بنانا بالکل ناممکن ہو گیا تھا تو سوچنا چاہیے کہ پھر یہ خلیفہ کیسے ہو گئے تھے؟۔ الغرض! اول تو یہ کہنا ہی بالکل غلط ہے کہ سابقہ حکمرانوں نے حالات ہی ایسے خراب کر ڈالے تھے کہ مسلمان چاہتے ہوئے بھی ولی عہدی والے طریقے کو تبدیل نہ کر سکتے تھے اور نہ کر سکے۔

② ...... دوم اور اگر بالفرض یہی مان لیا جائے کہ حالات ایسے خراب ہی تھے، تو تب بھی ان کو ولی عہدی والا طریقہ ختم نہ کرنے یا ختم نہ کر سکنے کا عذر نہیں گردانا جا سکتا، کیونکہ جب معاملات، عوام مسلمان یا ان کے خواص اربابِ حل وعقد یا اُن کے خلیفہ کے سپرد ہوں تو حالات خواہ کیسے کیوں نہ ہوں ان کو سنوارنا، سُدھارنا، ان کا رُخ صحیح اور سیدھی سمت موڑنا ان کا فرض ہوتا ہے، ان کا کام حالات کی خرابی کو عذر بنا کر ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دینا، ہتھیار ڈال دینا نہیں ہوتا۔ آیتِ تمکین میں مسلمان حکمرانوں کے جو فرائض بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہیں ان میں صرف خود نماز، روزہ کر لینا ہی نہیں ہے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے۔۔۔ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔۔۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب خلافت ملی تو حالات کیسے کچھ پُر آشوب نہ تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو سریر آرائے خلافت ہوئے ہی سبائیوں کی بھڑکائی ہوئی فتنہ وفساد کی آگ میں تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب خلافت ملی تو نظامِ خلافت، کس بُری طرح سے درہم برہم اور تتر بتر نہ ہوا، ہوا تھا؟، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو جب خلافت ملی (جیسا کہ تاریخ بتاتی ہے) خدا کی زمین سابقہ خلفاء کے ظلم وجور سے کیسی کچھ نہ بھری ہوئی تھی؟ لیکن ان حضرات نے حالات کی خرابی کو عذر نہ بنا کر ان حالات کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکے، ہتھیار نہ ڈالے تھے بلکہ ان کو سنوارنے سُدھارنے، اُن پر قابو پانے اور ان کو صحیح رُخ پر لانے کی اپنی سی پوری کوششیں کیں، پھر یا تو وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ، یا اسی کوشش میں اپنی جان پر کھیل گئے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ لیکن حالات سے سمجھوتہ انہوں نے کسی صورت نہ کیا۔ بس ایسا ہی یہاں بھی سمجھنا چاہیے کہ جب ''معاویہ ثانی'' نے سرے سے خلافت ہی مسلمانوں کے حوالے کر دی تو اب حالات جیسے بھی تھے، نظامِ خلافت کو صحیح طریقہ سے قائم کرنا، اس کو صحیح سمت چلانا، ولی عہدی کی رسم کو ختم کرنا، مسلمانوں کا فرض تھا، اپنے اس فرض سے سبکدوش نہ ہونے یا نہ ہو سکنے میں حالات اگر خراب بھی تھے تو ان کی خرابی، عذر ہرگز ہرگز نہ تھی، ان کو اس معاملہ میں عذر گردانا، اسلامی نظامِ خلافت اور اس کی تاریخ کا مذاق اڑانا ہے۔

③......سوم اگر علیٰ سبیل التنزل یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ حالات کی خرابی، ولی عہدی والے طریقہ کو ختم نہ کرنے میں عذر ہی تھا تو پھر یہ صرف اسی حد تک عذر نہ تھا بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس طریقہ کو اختیار کرنے میں بھی عذر تھا، انہوں جو اس طریقہ کو اختیار کیا تھا تو حالات کی خرابی کے پیشِ نظر ہی اختیار کیا تھا، ان کا کہنا بھی تو یہی تھا کہ سبائی مفسدوں نے ''شہادتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، جنگِ جمل، جنگِ صفین اور شہادتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی'' اپنی منافقانہ ریشہ دوانیوں سے حالات اس قدر خراب کر ڈالے اور اسلامی نظامِ خلافت اس بُری طرح درہم برہم کر ڈالا ہے کہ اب انعقادِ خلافت کے لیے ولی عہدی والے طریقے کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا، حالات کی پہلے سے بھی زیادہ خرابی کا باعث ہوگا۔ پھر حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کی شہادتوں نے اس کی تصدیق بھی کر دی، لہٰذا ولی عہدی والے طریقہ کو ختم نہ کرنے میں حالات کی خرابی اگر عذر ہوسکتی ہے تو اس کو اختیار کرنے میں آخر عذر کیوں نہیں ہوسکتا؟، اور اگر یہاں بھی عذر ہوسکتی ہے تو پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم اور اُس دور کی قریب بکل مسلم اکثریت پر بھی یہ طریقہ اختیار کرنے کی وجہ سے کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیے۔

یہ چند باتیں ہم نے محض طرداً للباب ذکر کر دی ہیں، ورنہ اصل بات وہی ہے کہ ولی عہدی والا طریقہ اختیار کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اگر بالفرض کوئی غلط کام کیا تھا تو ان کے پوتے ''معاویہ ثانی'' نے اس کا تدارک بھی کر دیا تھا کہ اس کو ختم کر کے مسلمانوں کی چیز یعنی خلافت مسلمانوں کے ہی حوالے کر دی تھی۔ اب اس کو شورائی طریقہ سے منعقد کرنا نہ کرنا مسلمانوں کا کام تھا، اس کے بعد جو کچھ ہوا یا جو کچھ کیا گیا اس کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پر آتی ہے نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر۔ پھر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہی موردِ الزام ٹھہرانا اور ٹھہراتے ہی چلے جانا اپنی تقصیر پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کے مترادف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

آمین یا رب العالمین

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یزید رحمہ اللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا فسق وفجور

[خط بنام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ]

مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی رحمہ اللہ نے اپنے اس خط کا پس منظر خود یوں بیان کیا ہے کہ:

''ماہنامہ ''الخیر'' بابت ماہ محرم 1416ھ میں اوکاڑوی صاحب کا ایک مضمون بعنوان ''سیدنا حسین رضی اللہ عنہ'' چھپا تھا، اس میں ان کی شہادت کے سلسلے میں یزید کا ذکر تو آنا ہی تھا سو وہ آیا لیکن اس طرح آیا جس طرح امام باڑوں کی مجالسِ عزا میں آیا کرتا ہے، اس پر ہنگو ضلع کوہاٹ کے مولانا محمد امین صاحب اورکزئی نے الخیر کے مدیرِ اعلیٰ جناب مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کو اپنے ایک خط میں اس مضمون کی طرف توجہ دلائی، انہوں نے وہ خط جناب اوکاڑوی صاحب کو دے دیا، انہوں نے جواباً پہلے سے بھی بڑھ کر ایک اور مجلس پڑھ دی، اس کے بعد خیر المدارس کے ہی درجۂ حدیث کے ایک طالب علم نے بھی اس پر کچھ اشکالات پیش کیے تو اوکاڑوی صاحب نے دوسری مجلس سے بھی بڑھ کر ایک تیسری مجلس پڑھ ڈالی، ان کی یہ ساری مجلسیں اب تو تجلیاتِ صفدر جلد اول میں چھپ گئی ہیں اس وقت چھپی نہ تھیں لیکن مجھے ان کی نقول میسر آ گئی تھیں، ان کی یہ سب تحریریں اور مجلسیں جب میری نظر سے گزریں تو میں نے بھی ان کے نام ایک کھلا خط لکھا جو میں نے پہلے براہِ راست ان کی خدمت میں بھیجا، پھر اشاعت کے لیے ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت ملتان کو بھی بھیج دیا گیا جو اس میں بالاقساط چھپا۔

میرا موضوع یزید کا فسق وعدل نہ تھا بلکہ میں نے اس سلسلے میں اوکاڑوی صاحب کے غلوّ پر گفتگو کی تھی، یزید کے فسق وعدل کا قدیم سے اختلافی ہونا ثابت کر کے لکھا تھا کہ ایسے اختلافی مسائل کا حکم یہ ہے کہ ''اختیار تو انسان جس جانب کو چاہے کر سکتا ہے لیکن اس کی تائید وترجیح میں ایسا طریقہ اختیار نہیں کر سکتا جس سے دوسری جانب کی بالکلیہ ایسی تردید وتغلیط ہو جاتی ہو کہ اس میں سرے سے جواز کی بھی کوئی گنجائش باقی نہ رہے، کیونکہ اختلافی مسائل میں خصوصاً جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ سے اختلاف چلا آ رہا ہو کسی بھی جانب کی نہ قطعی تصحیح کی جا سکتی ہے نہ قطعی تغلیط، اس لیے کسی جانب کی تائید وترجیح میں کوئی خواہ کتنی ہی دادِ تحقیق کیوں نہ دے ڈالے، قیل وقال اور ایراد اعتراض سے وہ خالی نہیں ہو سکتی''۔

(مظہری یزیدیت بمقابلہ عباسی یزیدیت)

اب یہ خط ملاحظہ فرمائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خط بنام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر جناب مولانا محمد امین صاحب صفدر۔ وفقکم اللہ وإیانا لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ماہنامہ ''الخیر'' کے قارئین میں سے ہوں آپ کے مضامین دلچسپی سے پڑھتا ہوں بلکہ یہ رسالہ میں نے جاری ہی آپ کے قاطع غیر مقلدیت مضامین کی وجہ سے کرایا تھا۔ محرم سنہ 1416ھ کے شمارے میں آپ کا مضمون ''سیدنا حسین رضی اللہ عنہ'' بھی دلچسپی سے پڑھا لیکن اس کا آخری حصہ آپ کے محققانہ مقام ومرتبہ سے فروتر محسوس ہوا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت میں ان کی شہادت کا ذکر تو آنا ہی تھا وہ آیا لیکن افسوس کہ اس طرح آیا جس طرح امام باڑوں کی مجالس میں آیا کرتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے سُنی بھی ان کی شہادت کا ذکر چونکہ اسی طرح کرنے کے عادی ہیں اس لیے میں سمجھا کہ اسی عادت کے مطابق ہی آپ نے بھی چلتی آرہی باتیں آگے چلتی کر دی ہیں، لیکن بعد میں آپ کا وہ مضمون نظروں سے گزرا جو آپ نے حضرت مولانا محمد امین صاحب اورکزئی کے جواب میں لکھا تھا، اس کے بعد پھر آپ کا وہ مضمون بھی پڑھنے کو ملا جس میں آپ نے مولوی ضیاء الرحمٰن ہزاروی، شریک دورہ حدیث شریف جامعہ خیر المدارس ملتان کے بعض استفسارات کے جوابات دیئے ہیں، اور ساتھ ہی مدیر ''الخیر'' کے قلم سے نکلی ہوئی اس حق بات کا صاف وشفاف نورانی چہرہ بھی اپنی اصلی حالت میں دیکھنے کا موقع ملا جس پر ادارہ ''الخیر'' نے شاید آپ کے مجبور کرنے یا کسی اور وجہ سے کالک مَل دی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سب چیزوں کے ملاحظہ کے بعد میرے لیے آپ کی وہ باتیں محض معمول کی باتیں نہ رہیں بلکہ ان میں وہی اعتقادی غلوّ اور مزاجی بے اعتدالی محسوس ہوئی جس کا آپ کو اپنے مخصوص اہداف یعنی غیر مقلدین سے شکوہ رہتا ہے۔

آپ نے یزید کے حوالے سے دو دعوے کیے ہیں، ایک یہ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی بنیاد، یزید کا فسق و فجور تھا، اور دوسرا یہ کہ یزید کا فسق، صحابہ رضی اللہ عنہم میں اتفاقی واجماعی تھا۔ آپ کے یہ دونوں ہی دعوے بالکل بلا دلیل اور محض غلط ہیں۔ اول تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی بنیاد یزید کا فسق و فجور تھا ہی نہیں بلکہ اس کی ولی عہدی سے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف میں اس کا فسق و فجور سرے سے زیرِ بحث ہی نہ تھا اور اگر بالفرض اس کو بنیاد مان ہی لیا جائے تو پھر اتفاقی نہ تھا، اختلافی تھا۔ آپ کے پہلے دعوے پر مختصر گفتگو تو اسی تحریر میں آگے آرہی ہے، تفصیلی گفتگو اس کے بعد مستقل عنوان کے تحت ان شاء اللہ آئے گی، یہاں آپ کے دوسرے دعوے کا جائزہ پیش ہے، سو عرض ہے کہ بیعتِ یزید سے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم کی دو جماعتوں اور ان کے مختلف نظریوں کا جو ذکر جس انداز سے آپ نے کیا ہے صرف اسی کے پیشِ نظر بھی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یزید کا فاسق و فاجر اور زانی وشرابی وغیرہ وغیرہ ہونا نہ ہونا بھی صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور سے اسی طرح اختلافی چلا آرہا ہے جس طرح دوسرے فقہی اختلافی مسائل، گو آپ نے خلعِ بیعت اور خروج سے منع کرنے والی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے موقف کی یہ توجیہ کی ہے کہ انہوں صرف فتنہ سے بچنے کے لیے منع کیا تھا ورنہ جانتے مانتے وہ بھی یزید کو فاسق و فاجر ہی تھے لیکن یہ تو آپ نے صرف اپنا خیال ظاہر کیا ہے کوئی امرِ واقعہ تو بیان نہیں کیا اور آپ کا یہ خیال بھی آپ کے اس مفروضے پر مبنی ہے کہ ''یزید کا فاسق و فاجر ہونا صحابہ رضی اللہ عنہم میں اتفاقی تھا'' جبکہ ابھی تک خود آپ کا یہ مفروضہ ہی شرمندہ ثبوت نہیں ہوسکا۔ غور کرنا چاہیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آج چودہ سو سال کے بعد اس گئے گزرے دور میں بھی آپ میں اتنی دینی غیرت وحمیت ہو کہ آپ تو یہ تک برداشت نہ کرسکیں کہ کوئی یزید کے معاملہ میں توقف بلکہ اس کو فاسق کہنے میں ذرا سا تأمل ہی کرے لیکن اُدھر صحابہ رضی اللہ عنہم واہلِ بیت نبوۃ رحمۃ اللہ علیہم اور کبار تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں (العیاذ باللہ) آپ جتنی بھی دینی غیرت وحمیت نہ ہو کہ وہ اس کو (جیسا کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے) امہات الاولاد اور اپنی بیٹیوں، بہنوں تک سے زنا کرنے والا، شرابیں اڑانے والا اور نمازیں برباد کرنے والا فاسق وفاجر جانتے مانتے ہوئے بھی نہ صرف خود اس کی بیعت پر قائم رہیں بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ کو بھی اس کی دعوت دیں ①، اس کی بیعت نہ صرف یہ کہ خود نہ توڑیں، خود اس کے خلاف خروج نہ کریں ② بلکہ اُلٹا ایسا کرنے والوں کو اللہ کا ڈر سُنا کر اور اس کا واسطہ دے کر سختی کے ساتھ اس سے منع کریں، اس کو ''تفرقة بين جماعة المسلمين'' اور اپنے امام کے خلاف خروج کا نام دیں ③ نیز اس کو بلا وجہ و بلا جواز بتائیں ④، صرف یہی نہیں بلکہ اس پر آنحضرت ﷺ کی ارشاد فرمودہ وعیدیں

---

① ''وكتبت إليه عمرة بنت عبدالرحمن: تعظم عليه مايريد أن يصنع وتأمره بالطاعة ولزوم الجماعة'' (البدایہ ج8 ص163)

② ''وقد كان عبدالله بن عمر بن الخطاب وجماعات أهل بيت النبوة ممن لم ينقض العهد ولا بايع أحداً بعد بيعته ليزيد'' --- ''لم يخرج أحد من آل أبي طالب ولا من بني عبدالمطلب أيام الحرّة'' (ایضاً ج8 ص232، 233)--- ''لم يخلع يزيد أحد من بني عبدالمطلب'' (ایضاً ج8 ص218)

③ ''اتقيا الله ولا تفرقا بين جماعة المسلمين'' (البدایہ، ج8 ص148) ... ''اتق الله فى نفسك ولا تخرج على امامك'' (ایضاً ج8 ص163)

④ ''قال أبو واقد الليثي رضی اللہ عنہ : ''بلغني خروج الحسين بن علي فأدركتُه بملل فناشدتُه الله أن لا يخرج فانه يخرج فى غير وجه خروج'' (البدایہ، ج8 ص163)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنائیں①، اس کی تعریف وتحسین کرنے کے بجائے اس کو غیر محمود گردانیں②، بلکہ اس سے بڑھ کر یزید کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے صالح اہلِ خانہ میں سے بتا کر اس کو اپنی بیعت واطاعت دیدینے کی ہدایت کریں۔③

کیا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت نبوۃ عظام رحمہم اللہ علیہم نے ایک فاسق وفاجر اور زانی وشرابی کی بیعت کی تھی؟ کیا دوسروں کو بھی انہوں نے ایک فاسق وفاجر اور زانی وشرابی کی ہی بیعت واطاعت کی تلقین کی تھی؟ حاشا وکلّا (ابن خلدون نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صفائی دیتے ہوئے یہی بات لکھی ہے [...فلم يكن ليعهد إليه وهو يعقد ماكان عليه من الفسق، حاشا لله لمعاوية من ذلك...]④ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو فاسق وفاجر جانتے، مانتے ہوئے ولی عہد بنایا ہو؟ ان کی شان سے بہت بعید ہے، یہی معاملہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی تھا جنہوں نے یزید کے خلاف خروج کرنے والوں کو منع کیا تھا کہ اس کو فاسق وفاجر جانتے، مانتے ہوئے وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے، لہٰذا ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ کہنا کہ ''انہوں نے محض فتنہ سے بچنے کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ کو خروج اور خلعِ بیعت سے منع کیا تھا ورنہ جانتے مانتے وہ بھی یزید کو فاسق وفاجر، زانی، شرابی اور تارکِ صلوٰۃ ومہا پاپی ہی تھے'' بہت ہی بعید از عقل وقیاس ہے، بلکہ ان کے طرزِ عمل اور خروج وخلع سے منع کرنے کے لب ولہجہ اور ان کی دینی غیرت

① عن عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً: ''ان الغادر يُنصب له لواء يوم القيامة...الخ'' (بخاری، ج2 ص1053)...''ومن خلع يداً من طاعة لقي الله يوم القيامة لا حُجّة له'' (مسلم، ج2 ص138)

② ''اتق الله ولا تضرب الناس بعضهم ببعض فوالله ما حمدتم ما صنعتم'' (البداية، ج8 ص163)

③ ''وان ابنه يزيد لمن صالحي اهله فالزموا مجالسكم واعطوا طاعتكم وبيعتكم'' (بحوالہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق، ص96)

④ مقدمۃ ابن خلدون، ج1 ص365 تحت انقلاب الخلافة إلى الملك

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وحمیت کے پیش نظر قرینِ عقل وقیاس یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا فاسق وفاجر اور زانی وشرابی وغیرہ ہونا ہی سرے سے ثابت نہ ہوا تھا۔ لہٰذا صحابہ رضی اللہ عنہم کی جن دو جماعتوں کے دو مختلف نظریوں کو آپ نے تسلیم کیا ہے ان کو تسلیم کرنے کے بعد اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یزید کا نفسِ فاسق وفاجر اور شرابی وزانی ہونا ہی صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم میں مختلف فیہ تھا، یہی وجہ ہے کہ محققین ومحتاطین اکابرین اہل سنت نے بھی اس مسئلہ کو اختلافی ہی بتایا ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو کہ:

الف۔۔۔ قطب الاقطاب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی میں یزید پر صرف لعنت کے جواز وعدم جواز کو ہی مختلف فیہ نہیں فرمایا بلکہ اس کی وجہ اور بنیاد یعنی اس کے موجبِ لعن افعالِ ناشائستہ کے ثبوت وعدمِ ثبوت کو بھی مختلف فیہ بتایا ہے اور پھر جانبین کو حق بھی فرمایا ہے۔ ①

برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی یہ تحقیق، لامع الدراري پر اپنی تعلیقات میں یوں نقل کی ہے: ''قال الشيخ القطب الكنكوهي فى فتاواه الهندية: إن مدار ذلك على الثبوت، فمن ثبت عنده صدور هذه القبائح عن يزيد أباح اللعن عليه، ومن لم يثبت عنده لم يبح وكلا الأمرين موافق للأصول'' ②

ب۔۔۔ اور ایک دوسری جگہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی یہی تحقیق نقل کرکے اسی کو اپنا مسلک بتایا اور پھر یہ تلقین کرتے ہوئے کہ ''اس بے فائدہ بحث میں مشغول نہ ہونا چاہیے'' یہ جملہ بھی لکھا ہے کہ: ''دلائل ہر فریق کے پاس نصوص سے بکثرت ہیں'' ③

حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کی اس تحقیق سے دو باتیں بلکہ تین باتیں معلوم ہوتی

① تالیفات رشیدیہ، ص84

② ج7 ص246 طبع جدید

③ معارف شیخ رحمہ اللہ، ج1 ص66 تا67

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ ایک یہ کہ یزید پر لعنت کے جواز وعدم جواز کی طرح اس کا موجبِ لعن افعال ناشائستہ کا مرتکب ہونا نہ ہونا، بالفاظ دیگر اس کا فاسق وفاجر اور زانی وشرابی ہونا نہ ہونا بھی مختلف فیہ ہے۔ اور دوسری یہ کہ یہ دونوں باتیں حق، صحیح اور اصول کے مطابق ہیں، اُس سے موجبِ لعن افعالِ ناشائستہ کے صدور کو ثابت مان کر اس پر لعنت کے جواز کا قائل ہونا بھی اور ایسے افعال کے صدور کو ثابت نہ مان کر اس پر لعنت کے جواز کا قائل نہ ہونا بھی، ان میں سے کوئی بات بھی نہ خلاف حق نہ خلافِ اصول اور نہ غلط، بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ اس کو فاسق وفاجر کہنا ماننا بھی اگر حق اور صحیح ہے تو یہ کچھ اس کو نہ کہنا نا ماننا بھی حق اور صحیح ہے۔ اور تیسری بات یہ کہ اکابر کا یہ اختلاف، واقعی نہ تھا بلکہ واقعاتی تھا، یعنی اکابر کا یہ اختلاف، یزید کو موجبِ لعن افعال کا فی الواقع مرتکب مان کر نہ تھا بلکہ اس بنیاد پر تھا کہ امرِ واقعہ کیا ہے؟ آیا اس سے ایسے افعال کا صدور ثابت ہے یا نہیں؟ جن کو امرِ واقعہ یہ محقق ہوا کہ اس سے ایسے افعال کا صدور ثابت ہے وہ جوازِ لعن کے اور جن کی نزدیک ایسے افعال کا صدور اس سے ثابت نہ ہوا وہ عدمِ جواز کے قائل ہو گئے، ایسا اختلاف، واقعاتی ہوا کرتا ہے نہ کہ واقعی۔ یعنی واقعہ جیسا ہو اس کے واقعی حکم پر فریقین متفق ہوتے ہیں، اختلاف نفسِ واقعہ میں ہوتا ہے، چنانچہ یہاں دیکھ لیجیے کہ جو اکابر، یزید پر لعنت کو جائز کہتے ہیں، اگر ثابت ہو جائے تو وہ موجبِ لعن افعال کا مرتکب نہ ہوا تھا وہ پھر اس پر لعنت کو جائز نہ کہیں گے بلکہ دوسرے فریق کی طرح عدمِ جواز کے ہی قائل ہوں گے، اور جو اکابر اس پر لعنت کو جائز نہیں کہتے، اگر ثابت ہو جائے کہ وہ موجبِ لعن افعال کا مرتکب ہوا تھا تو پھر وہ بھی اُس پر لعنت کو ناجائز نہ کہیں گے بلکہ جواز کے ہی قائل ہوں گے، زیادہ سے زیادہ اختلاف ہوا بھی تو لعنت بالفعل کرنے نہ کرنے میں ہوگا، لعنت کے نفسِ جواز وعدمِ جواز میں نہ ہوگا۔ یہاں یہ بات واضح کرتے جانا بھی ضروری ہے کہ جب حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق یزید کے فاسق وفاجر وغیرہ وغیرہ ہونے کا قائل ہونا اور قائل نہ ہونا دونوں ہی باتیں حق، صحیح اور اصول کے موافق ہوئیں تو اس معاملہ میں دیوبندیت صرف اس کو فاسق وفاجر اور پلید وغیرہ ماننے کہنے میں ہی منحصر نہ رہی بلکہ اس کو یہ کچھ نا ماننا، کہنا بھی دیوبندیت ہی ہوئی، اس کو یزیدیت یا خارجیت وناصبیت جیسے نام دینا بجائے خود اکابر دیوبند کی تغلیط وتکذیب کرنا ہے کہ وہ جس بات کو حق، صحیح اور اصول کے موافق فرما رہے ہیں ان کے علی الرغم اس کو یزیدیت یا خارجیت وناصبیت کا درجہ دیا جارہا ہے۔ ①

بنابریں حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی وغیرہما اکابر دیوبند رحمۃ اللہ علیہم نے اگر یزید کو فاسق یا پلید لکھا ہے تو یہ انہوں نے اس بارے میں ایک حق اور صحیح بات کو اپنایا ہے، اگر کوئی ان کا ماننے والا اس کو فاسق وفاجر اور پلید ولید نہ کہے لکھے تو وہ بھی ان اکابر کا پیرو اور دیوبندی مسلک کا متبع ہی ہوگا، اس کو اکابر اور مسلک دیوبند کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کہا جائے گا کیونکہ اسکو بھی حق، صحیح اور اصول کے موافق ان اکابر دیوبند نے ہی فرمایا ہے بلکہ اس کے حق اور صحیح ہونے کا انکار کرنا، اس کو یزیدیت وخارجیت وغیرہ کا نام دینا، یزید

---

① محدث کبیر، رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا ابوالمآثر حبیب الرحمن الاعظمی رحمہ اللہ (م 1412ھ) لکھتے ہیں ''یزید کافر ومرتد نہیں تھا، بلکہ اس کے فسق کا بھی کوئی لائق اعتماد ثبوت نہیں، علماء اسلام نے اس کے مسلمان ہونے کی تصریح کی ہے، اور کسی مسلمان کو بلا ثبوت ودلیل فاسق کہنا جائز نہیں ہے، کوئی شہرت جو عینی شاہدوں کی شہادت پر مبنی نہ ہو لائق اعتماد حجت نہیں ہے۔۔۔ عقیدہ فسقِ یزید کا تعلق سُنّیت سے نہیں ہے، نہ اثباتاً نہ نفیاً، بلکہ اس کی حیثیت محض ایک علمی تحقیق کی ہے، اگر کسی عالم کے نزدیک شرعی قواعد کے ماتحت اس کا فسق ثابت ہو، اور وہ اس کو فاسق مانتا ہو، تو وہ بھی سُنّی ہے، اور کسی عالم کے نزدیک ان قواعد کی رُو سے اس کا فسق ثابت نہ ہوتا ہو تو، اس لیے وہ اس کو فاسق نہ مانتا ہو تو وہ بھی سُنّی ہے'' (تبصرہ بر ''شہیدِ کربلا ویزید''، ص 109 طبع دار الثقافۃ الاسلامیۃ، مئو، انڈیا)۔ (ابوسعد رضوان اللہ سیالکوٹی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو فاسق وفاجر نہ کہنے لکھنے والے کو (جبکہ اس کے علاوہ کوئی اور وجہ موجود نہ ہو) یزیدی وخارجی وغیرہ کہنا بجائے خود اکابرِ دیوبند اور مسلک دیوبند سے انحراف ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ یزید کو اگر فاسق وفاجر نہ کہا مانا جائے تو ''پھر بہت سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم، جلیل القدر تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور اہل بیت رحمۃ اللہ علیہم کو فاسق کہنا لازم آئے گا'' جیسا کہ آپ نے مولانا محمد امین صاحب کے جواب میں لکھا ہے، تو یہ بالکل غلط ہے، اس پر گفتگو ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔

ج۔۔۔حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہ بھی یزید پر لعنت بھیجنے نہ بھیجنے اور ان دونوں کی وجہ کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یزید کے باب میں علماء قدیماً وحدیثاً مختلف رہے ہیں، بعض نے اس کو مغفور کہا ہے......اور بعضوں نے اس کو ملعون کہا ہے''①

پھر ہر ایک موقف کے استدلال پر گفتگو کر کے توسط واعتدال اس بارے میں تفویض کو قرار دیا ہے۔

یہاں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی یزید کے صرف ملعون ہونے نہ ہونے کو ہی مختلف فیہ نہیں فرمایا بلکہ اس کے ملعون اور مغفور ہونے کو مختلف فیہ فرمایا ہے، اور کسی کے مغفور وملعون ہونے کا دارومدار چونکہ اس کے نیک وبد ہونے پر ہی ہوا کرتا ہے اس لیے اس سے یزید کے نیک وبد ہونے کا مختلف فیہ ہونا بھی خودبخود ثابت ہوجاتا ہے۔

د۔۔۔دور کیوں جایئے! ماہنامہ ''الخیر'' کے ہی اسی شمارے میں جس میں آپ کا یہ مضمون شائع ہوا ہے آپ کے مضمون کے اختتام پر بالکل اس سے متصل ہی، کسی اور نے نہیں بلکہ خود ''الخیر'' کے اس وقت کے مدیر نے ہی یہ اظہارِ حق بھی کر دیا تھا کہ ''وأما فسقه واللعن عليه فهو أمر اختلف فيه''②، یہ الگ بات ہے کہ پھر کسی مصلحت کی وجہ

① امداد الفتاویٰ، ج5 ص425
② الخیر، محرم 1416ھ، ص25

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے اس حق کے نورانی چہرے پر سبائیت کی کالک مَل دی گئی یا مَلوا دی گئی۔

ہ۔۔۔خود جامعہ خیر المدارس کے مفتیان کرام بھی آج سے بہت پہلے یہ فتوے دے چکے ہیں کہ ''یزید کے لیے ظالم، جابر، فاسق، ملعون وغیرہ صفات کا اثبات بھی محلِ نظر ہے......الخ''① ''یزید کے بارے میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں......حقیقت حال اللہ کو معلوم ہے، ہم پر لازم ہے کہ محتاط پہلو اختیار کریں''②

اکابرِ دیو بند کی باتوں کی تائید بھی درجِ ذیل شواہد سے بخوبی ہوتی ہے:

الف۔۔۔امام ابوالحسن رحمہ اللہ الکیا الہراسی شافعی (م 504ھ) نے اگر یزید پر لعنت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے تو انہی کے ہم سبق امام غزالی رحمہ اللہ شافعی (م 505ھ) نے، اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک اُس سے موجبِ لعن افعال کا صدور ثابت نہ تھا، اس کی تردید کی اور اس کے بالمقابل عدمِ جواز کا فتویٰ دیا ہے......وقال آخرون لایجوز لعنه إذ لم يثبت عندنا ما يقتضيه وبه أفتي الغزالي③

ب۔۔۔شیخ عبدالمغیث رحمہ اللہ حنبلی (م 583ھ) نے یزید کے حق میں کتاب لکھی ہے تو ابن الجوزی رحمہ اللہ حنبلی (م 597ھ) نے اس کے خلاف لکھی ہے۔

ج۔۔۔علامہ تفتازانی رحمہ اللہ، حنفی یا شافعی علیٰ اختلاف القولین (م 792ھ) نے شرح عقائد میں اس پر خوب لے دے کی اور اس کے ایمان تک میں بھی توقف کیا ہے تو حافظ ملا علی رحمہ اللہ قاری حنفی (م 1014ھ) نے شرح فقہ اکبر میں اس پر سخت تنقید کی اور اس کا بھرپور رد کیا ہے۔

د۔۔۔مؤرخین نے ایک طرف اگر اس کی مذمت میں حدیثیں نقل کی ہیں تو دوسری طرف

---

① خیر الفتاویٰ، ج① ص 485
② ایضاً، ج① ص 490
③ الصواعق المحرقة، ص 222

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے ہی یہ تصریح بھی کی ہے کہ ''وقد أورد ابن عساکر أحادیث فی ذم یزید بن معاویة کلها موضوعة لا یصح منها شيء وأجود ما ورد ذکرناه علی ضعف أسانید وانقطاع بعضه، واللہ أعلم''①

تنبیہ: یہاں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذم یزید سے متعلق ''لا یصح منها شيء'' کا جملہ لکھا ہے، اس طرح کا جملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے متعلق بھی کہا گیا ہے ''لم یصح فی فضائل معاویة شيء'' (فتح الباری، ج7 ص104) لیکن دنیا کا انصاف ملاحظہ ہو کہ اس نے فضیلتِ معاویہ رضی اللہ عنہ والا ''لم یصح'' تو یاد رکھا اور اس کی خوب تشہیر بھی کی لیکن ذمِ یزید والا یہ ''لا یصح الخ'' نہ صرف یہ کہ یاد نہیں رکھا بلکہ اس کو چھپایا بلکہ اس کو یاد رکھنے اور یاد دلانے والے کے لیے یزیدی اور خارجی وناصبی جیسے فتوے تیار کر کے رکھے۔

ہ۔۔۔ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ (م 1373ھ) نے تو کمال ہی کر دیا ہے کہ ایک طرف یزید کو اگر اُن بارہ خلفاء اسلام② میں شمار کیا جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''ان کے وقت تک اسلامی حکومت اچھی رہے گی''۔ ''ان کے دورِ خلافت میں اسلام معزز اور محفوظ رہے گا''۔ ''ان کے گزرنے تک دین ہمیشہ قائم رہے گا''③، تو دوسری طرف اس سے صرف دو ہی ورق بعد اس کی تخت نشینی کو اسلام کے سیاسی، مذہبی، اخلاقی

① البدایة، ج8 ص231
② سیرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج3 ص388 دارالاشاعت کراچی
③ حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر اور ملا علی قاری رحمہم اللہ نے بھی یزید کو اُن بارہ خلفاء میں شمار کیا ہے، ملاحظہ ہو۔ منهاج السنة، ج4 ص206۔ فتح الباری، ج13 ص214 مطبوعہ لاہور۔ شرح فقہ اکبر، ص70 مطبوعہ قدیمی کراچی۔ نیز ملاحظہ ہو شیخ ابوالعز حنفی کی کتاب شرح العقیدة الطحاویة، ص489 المکتب الاسلامی بیروت۔ نیز ملاحظہ ہو الصواعق المحرقة از ابن حجر مکی، ص21۔ نیز دیکھو تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص16 (اس صفحہ کا حاشیہ نمبر 7 غلط ہے)۔ نیز دیکھو تکملة فتح الملهم از مفتی تقی عثمانی، ج3 ص284)۔ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور روحانی ادبار ونکبت کی اولین شب قرار دیا اور اس کو ان احادیث کا مصداق ٹھہرایا ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ 60ھ کے شروع ہونے سے اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگنا ارشاد فرمایا ہے۔①

اِن حقائق وواقعات اور اکابرین دیوبند کی تصریحات سے یہ بات آفتابِ نیمروز کی طرح واضح ہوگئی کہ یزید کے فسق وفجور سے متعلق شروع سے ہی مختلف ومتضاد باتیں کہی جاتی اور اکابر اہل السنۃ کی اس سلسلے میں ہمیشہ سے ہی موافق ومخالف دونوں ہی قسم کی آراء چلی آتی ہیں، اور اکابر اہل السنۃ کے مابین یہ اختلاف اس وقت تک معتبر نہیں ہوسکتا جب تک کہ خود صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم میں ہی یہ اختلاف نہ رہا ہو، کیونکہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کا یزید کے فسق وفجور پر اتفاق واجماع مان لیا جائے (جیسا کہ آپ نے باور کروانے کی کوشش کی ہے) تو پھر بعد والوں کو تو اس میں اختلاف کرنے کا کوئی حق ہی نہیں رہے گا بلکہ ایسی صورت میں تو خود اُن کا اختلاف کرنا ہی اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ٹھہرے گا حالانکہ علماء اہل السنۃ میں کسی نے بھی اس کو غلط نہیں ٹھہرایا، اس لیے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یزید کے فاسق وفاجر اور زانی وشرابی ہونے کا مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم میں بھی اختلافی ہی تھا② اتفاقی واجماعی ہرگز نہ تھا، جس نے اتفاق کا دعویٰ کیا ہے محض بلا تحقیق اور بلا دلیل ہے۔

اور ایسے اختلافی مسائل کا حکم آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ ان میں اختیار تو انسان جس جانب کو چاہے کرسکتا ہے لیکن اس کی تائید وترجیح میں ایسا طریقہ اختیار نہیں

① سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج3 ص392

② یہ بھی تب ہے جبکہ آپ کی بات مان لی جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا اختلاف، یزید کے فسق کی وجہ سے تھا، ورنہ اگر ان کا اختلاف، انعقادِ خلافت کے طریقۂ کار میں مانا جائے جیسا کہ میں اگلے حصے میں بیان کروں گا، ان شاء اللہ، تو پھر تو فسق یزید کا مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں زیرِ بحث آنا ہی محتاجِ ثبوت ہوجائے گا۔منہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرسکتا جس سے دوسری جانب کی بالکلیہ ایسی تردید وتغلیط ہوجاتی ہو کہ اس میں سرے سے جواز کی بھی کوئی گنجائش باقی نہ رہے، کیونکہ اختلافی مسائل میں خصوصاً جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم سے اختلاف چلا آرہا ہو کسی بھی جانب کی نہ قطعی تصحیح کی جاسکتی ہے نہ قطعی تغلیط، اس لیے کسی جانب کی تائید وترجیح میں کوئی خواہ کتنی ہی دادِ تحقیق کیوں نہ دے ڈالے، قیل وقال اور ایراد واعتراض سے وہ خالی نہیں ہوسکتی۔

جب یہ معاملہ بھی اختلافی ہوا تو آپ بھی اگر اس میں یہی طریقۂ تحقیق اختیار کرتے تو یزید کو فاسق وفاجر اور زانی وشرابی وغیرہ وغیرہ کہنے کے باوجود بھی شاید کسی سُنی عالم کو آپ سے اختلاف نہ ہوتا، آپ کے نزدیک واقعۂ کربلا وغیرہ کا حل اگر یزید کو فاسق وفاجر اور زانی وشرابی وغیرہ بنانے بتانے میں ہی تھا تو جہاں اوروں نے اس کو یہ کچھ کہا ہے آپ بھی ضرور کہہ لیتے لیکن اس میں اتنا غلوّ کرنا آپ کی شان کے لائق نہ تھا جس سے دوسری جانب کے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کی عزت وحرمت مجروح ہوئے بغیر نہیں رہی۔

آپ نے یزید کو فاسق وفاجر اور زانی وشرابی وغیرہ ثابت کرنے میں کتنا زور مارا ہے لیکن آپ کی کوئی ایک دلیل اور کوئی ایک بات بھی رد وکد اور جرح وقدح سے خالی نہیں، مثلاً دیکھیے:

① ۔۔۔ آپ نے یزید کے فسوق وفجور گنواتے ہوئے لکھا ہے کہ جب وہ ''بادشاہ بنا تو اس نے سب سے پہلا اعلان یہ کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، مسلمانوں کو بحری جہاد پر بھیجتے تھے میں کسی مسلمان کو بحری جہاد پر نہ بھیجوں گا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمہیں روم کے (کافروں) کے ساتھ جہاد کے لیے بھیجتے تھے، میں تمہیں بالکل نہیں بھیجوں گا۔۔ الخ''①

اور پھر اس سے نتیجہ آپ نے یہ نکالا ہے کہ: ''یعنی اب کافروں سے جہاد بند کردیا گیا'' (ایضاً)، حالانکہ یہ نتیجہ آپ کا بالکل غلط ہے، آپ مناظر ہیں آپ کا تو صبح وشام

① الخیر، محرم 1416ھ، ص23

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشغلہ ہی دعاوی و دلائل میں مطابقتیں تلاش کرنا اور مدِ مقابل سے ان کے مطالبے کرنا ہے، یہاں آپ نے خود ہی ایسی چیز کو نظر انداز کر دیا، یزید نے آپ کے ہی بقول خاص بحری اور خاص رومی کافروں سے جہاد بند کیا تھا، اور کسی خاص مصلحت سے کسی خاص مہم کو موقوف یا بند کر دینے کو علی العموم جہاد بند کر دینا نہیں کہا جا سکتا، دیکھیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں نہ صرف یہ کہ ان کی طرف سے کوئی نئی فوجی مہم جاری نہیں کی گئی بلکہ بعض مہمات سے فوجیں واپس بلالی گئیں ① تو کیا یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ کافروں سے جہاد بند کر دیا گیا؟ پھر اگر آپ ناراض نہ ہوں تو عرض کروں کہ آپ نے یزید کی بات نقل کرنے میں بھی احتیاط سے کام نہیں لیا، اس نے رومی کافروں کے ساتھ جہاد کے لیے مسلمانوں کو بالکل ہی نہ بھیجنے کا نہیں کہا تھا بلکہ صرف موسمِ سرما میں نہ بھیجنے کا کہا تھا، جس البدایۃ کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ''وإن معاویة کان یشتیکم بأرض الروم ولستُ مشتیاً أحداً بأرض الروم''۔ اگر آپ غصہ نہ کریں تو ایک بات اور کہہ دوں کہ حوالوں میں اس قسم کی غلطی آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی زبان میں ''علمی خیانت، بددیانتی اور تلبیس'' ہے۔

اس کے علاوہ آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پورے دورِ خلافت میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شروع شروع میں بحری جہاد کی اجازت نہ دی تھی، اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصرار پر اجازت دی بھی تو یہ شرط لگا دی کہ ''بحری جنگ میں شرکت کے لیے کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔۔ الخ'' ② تو کیا اس کو بھی جہاد سے بالکلیہ روکنا اور منع کرنا اور جہاد بالکلیہ بند کرنا کہا جائے گا؟

جس تاریخ کے انکار کو آپ حدیث کا انکار اور منکرینِ حدیث کی گہری سازش کہتے

---

① تاریخ اسلام از ندوی، ج2 ص221
② تاریخ اسلام از ندوی، ج1 ص293

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں ① اسی تاریخ میں یزید کے بارے میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے امتحاناً پوچھا کہ: ''اگر تمہیں حکومت ملے تو کیسے چلاؤ گے؟ اس نے جواب دیا کہ 'کنتُ واللّٰہ یا أبتِ عاملاً فیھم عمل عمر بن الخطاب'' (''اے ابا جان! بخدا میں عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کا سا طرز اپناؤں گا''، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سبحان اللہ۔ بیٹا! میں تو عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کا طریق بھی نہ اپنا سکا، تو عمر رضی اللہ عنہ کی چال چل لے گا؟'' ② آپ تو مناظر ہیں، آپ سے کوئی اگر اسی حوالہ سے یہ کہہ دے کہ یزید نے بحری جہاد موقوف کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کی تھی، تو فرمایئے آپ کے پاس اس کا کوئی معقول جواب کیا ہوگا؟

پھر آپ کا یہ کہنا بھی کچھ واقعے کے مطابق نہیں کہ ''اب کافروں سے جہاد بند کر دیا جائے گا'' کیونکہ اس کے دور میں ترکستان اور افریقہ میں فتوحات و جہاد کا سلسلہ بدستور جاری تھا③، اور اگر آپ کی بات ہی مان لی جائے کہ اس نے کافروں سے جہاد بند کر دیا تھا تو پھر آپ سے کوئی یہ بھی تو پوچھ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں کافروں سے کتنی بار جہاد ہوا؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں کتنی فتوحات ہوئیں؟ پانچ چھ سو سالہ عباسی دور میں کافروں سے کتنے جہاد ہوئے؟ بنوعباس تو بنوامیہ کی فتوحات ہی چھ سو سال تک سنبھالتے رہے اور وہ بھی نہ سنبھال سکے، مزید فتوحات انہوں نے کیا خاک کرنی تھیں؟ تو کیا آپ سب کو کافروں سے جہاد بند کرنے والا فرما دیں گے؟ یہاں بھی اگر کوئی آپ سے پوچھ لے کہ اگر یزید نے بقول آپ کے کافروں سے جہاد بالکل ہی بند کر دیا تھا تو اس نے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی اتباع کیا تھا، تو فرمایئے آپ اس کی تسلی کیسے

---

① مکتوب صفدر بنام ضیاء الرحمن صدیقی، ص2

② البدایۃ، ج8 ص229

③ تاریخ اسلام از ندوی، ج2 ص61 تا 64

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرا سکیں گے؟ سوائے اس کے کہ اس پر یزیدیت وخارجیت وناصبیت کا فتویٰ لگا دیں؟

②۔۔۔آپ نے یزید کا وہ پہلا خط نقل کیا ہے جو اس نے بادشاہ بنتے ہی گورنرِ مدینہ کو لکھا تھا اور پھر اس کا ترجمہ یوں کیا ہے

''فوری طور پر حسین، عبداللہ بن عمر، اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو گرفتار کرلو اور گرفتار کرکے شدید سختی کرو، ذرہ بھر رعایت نہ کرو جب تک بیعت نہ کرلیں''۔

اور پھر اس سے استدلال یوں کیا ہے کہ:

''کتنے ظلم کی بات ہے کہ یزید نے کافروں سے جہاد ختم کر دیا، اس کے چارسالہ بادشاہی کے دور میں اس کی فوج کے ہاتھوں کسی کافر کی نکسیر تک نہ پھوٹی مگر اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خاک وخون میں تڑپایا گیا، اہل مدینہ پر حملہ کیا اور تین دن تک حرم مدینہ کو لوٹ مار اور قتل وغارت کے لیے حلال قرار دیا گیا، حرمِ مکہ بھی اس کے حملہ سے محفوظ نہ رہا، اس کی بادشاہی میں یہودی اور ہر قسم کے کافر بھی بستے تھے مگر پورے چارسالہ دور میں کسی ایک کافر کی گرفتاری کا اتنا سخت آرڈر نہیں دیا گیا جس قدر سخت آرڈر نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول کی گرفتاری کا دیا گیا، اس کی پوری بادشاہی میں کافروں کو امن تھا مگر نوجوانانِ جنت کے سردار کے لیے کوئی امن نہیں تھا''①

آپ کا یہ طویل اقتباس میں نے صرف یہ دکھانے کے لیے نقل کیا ہے کہ یہاں آکر آپ اپنے محققانہ ومناظرانہ بلند مقام سے کس قدر نیچے اُتر کر عام سُنی واعظوں اور رافضی ذاکروں کی سطح تک آپہنچے ہیں، آپ ہی خدالگتی فرماویں کہ کیا امام باڑوں کی مجالسِ عزاء میں شیعہ ذاکروں کا لب ولہجہ اور اندازِ بیان کچھ بھی اس سے مختلف ہوا کرتا ہے؟، اچھا ہوتا اگر آپ اپنے محققانہ بلند مقام کا لاج رکھتے اور اس سے اتنا نیچے نہ اتر آتے، اب تو آپ

① الخیر، ص24

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے یہ ذاکرانہ لب و لہجہ اپنا کر اپنے مدِ مقابل کے لیے راستہ کھول دیا ہے اب تو وہ بھی اسی لب و لہجہ میں آپ کو یوں جواب دے سکتا ہے کہ ''یزید نے یہ جو کچھ بھی کیا تھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ابّا محترم جناب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہی پیروی میں کیا تھا، انہوں نے بھی کافروں سے جہاد ختم کر دیا تھا، ان کے ساڑھے چار سالہ دور خلافت میں بھی کسی کافر کی نکسیر تک نہ پھوٹی تھی مگر ہزاروں اصحابِ رضی اللہ عنہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کو خاک و خون میں تڑپایا گیا، زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کی گئی، ان کے دورِ خلافت میں بھی یہودی اور ہر قسم کے کافر بستے تھے مگر پورے ساڑھے چار سالہ دورِ خلافت میں کسی ایک کافر کے خلاف بھی اتنا سخت اقدام نہیں کیا گیا جس قدر سخت اقدام زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما جیسے مبشر بالجنۃ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر اصحابِ جمل و صفین کے خلاف کیا گیا، ان کی بھی پوری خلافت میں کافروں کو امن تھا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو تو نہ صرف امن تھا بلکہ گورنری اور سپہ سالاری جیسے عہدوں سے نوازا جا رہا تھا مگر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی امن نہیں تھا''

بلکہ اب تو آپ کا مدمقابل اس سے ترقی کر کے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیعت کے لیے جو پالیسی اپنائی تھی وہ یزید کی اس سلسلے کی پالیسی سے کہیں زیادہ سخت تھی، وہ اس طرح کہ اگر موٹی سی تقسیم کی جائے تو عالمِ اسلام کی صرف ایک چوتھائی نے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی، اصحابِ جمل و اصحابِ صفین اور غیر جانبدار حضرات کی تین چوتھائیوں نے ابھی بیعت نہ کی تھی پھر بھی انہوں نے غیر مبایعین صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے تلوار کی نوک پر بیعت لینا اپنا شرعی حق سمجھا جس میں تاریخی ہی اعداد و شمار کے مطابق اسّی ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کام آئے ① جبکہ اس کے مقابلہ میں یزید کی بیعت، تاریخ ہی کی تصریح کے مطابق سوائے پانچ حضرات رضی اللہ عنہم کے

① البدایۃ، ج7 ص145 تا 275

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سارا عالمِ اسلام کرچکا تھا۔۔۔فبايع الناس فی سائر الأقاليم إلا عبدالرحمن ۔۔۔الخ'' ۔۔۔''فاتسقت البيعة ليزيد فی سائر البلاد ووفدت الوفود من سائر الأقاليم إلى يزيد۔۔الخ''① آپ کے پیرومرشد بھی یزید کی ولی عہدی سے اختلاف کرنے والے ان پانچ حضرات رضی اللہ عنہم کے سوا مزید کوئی چھٹا نام پیش نہیں کرسکے②، جبکہ بعد میں ان پانچ حضرات رضی اللہ عنہم میں سے بھی صرف دو ہی اپنے اختلاف پر قائم رہے تھے باقی دو نے بیعت کرلی تھی، ایک جنت کو سدھار گئے تھے③ ایسی صورت میں تو یزید کو ان دو حضرات سے بیعت کا مطالبہ کرنے اور اس کے لیے کاروائی کے نتیجہ میں بہتر کربلا میں اور آپ ہی کی نقل کے مطابق دس ہزار سات سو حرّہ میں یعنی کل دس ہزار سات سو بہتر حضرات کام آئے، اتنے ہی اگر یزیدی فوج کے بھی لگا لیجیے تو کل تقریباً بائیس ہزار ہوتے ہیں، تو کہاں اسّی ہزار اور کہاں بائیس ہزار؟ اور وہ بھی اس فرق کے ساتھ کہ وہاں عالمِ اسلام کی صرف ایک چوتھائی بیعت کرتی ہے اور یہاں صرف پانچ حضرات اختلاف کرتے ہیں، ہر آدمی اندازہ لگا سکتا ہے کہ بیعت لینے کے لیے زیادہ سخت کاروائی کس کی بنتی ہے؟ اس لیے یزید کی ایسی تیسی کرتے وقت صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے تقابل کو نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ دائیں بائیں یہ بھی دیکھ لینا چاہیے کہ اس سے کوئی صحابی رضی اللہ عنہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی خلیفہ راشد بھی تو کہیں زیرِ بحث نہیں آجاتا؟

③۔۔۔آپ نے ابن خلدون کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

''لما حدث فی يزيد ما حدث من الفسق اختلفت الصحابة حينئذٍ فی شأنه''

---

① البدایۃ، ج8 ص79و80

② خارجی فتنہ، ج2 ص219

③ البدایۃ، ج8 ص151

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''جب یزید میں فسق وفجور ظاہر ہوا، اس وقت صحابہ میں اس کے بارے میں اختلاف رائے ہوا''①

لیکن یہاں آپ نے یہ نہیں بتایا کہ یزید میں یہ فسق وفجور کب ظاہر ہوا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس کے بارے میں اختلافِ رائے کب سے ہوا تھا؟ اس کی ولی عہدی کے دور میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی یا بعد کے کسی زمانے میں؟ اگر دورِ ولی عہدی اور حیاتِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہی ہوا تھا تو سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کو بھی اس کے ان فسوق وفجور کا علم تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو دمشق سے سینکڑوں میل دور بیٹھے اہلِ مدینہ کو ان کا علم کیسے ہو گیا؟ اور اگر ان کو بھی علم تھا تو پھر انہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے باختیارِ خود ایسے فاسق وفاجر اور زانی وشرابی، کتے، چیتے، بندر اور رنڈی باز کو خلیفہ نامزد کیوں کیا یا اس کی نامزدگی برقرار کیوں رکھی؟ جبکہ باختیارِ خود کسی عام درجے کے فاسق وفاجر کو بھی خلیفہ بنانا مسلمانوں کے لیے گناہ ہے② چہ جائیکہ شراب نوشیوں، ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں تک سے زنا کاریوں اور رنڈی بازیوں کے درجے کے فاسق وفاجر کو؟

اور اگر اس کا فسق وفجور، دورِ ولی عہدی اور حیاتِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد کسی دور میں ظاہر ہوا تھا تو پھر سوال یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا صحابہ رضی اللہ عنہم نے روزِ اول سے ہی اس کی ولی عہدی سے اختلاف کس بنیاد پر کیا تھا؟، نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے متصل ہی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہلِ مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کے لیے پَر تولنا شروع کر دیے تھے، اگر یہ سب اہتمام اس کے فسق وفجور اور شراب نوشیوں اور زنا کاریوں کی وجہ سے تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ راتوں رات

---

① الخیر، ص 22

② ازالۃ الخفاء مترجم، ج 1 ص 23

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہی مہا پاپی، فاسق و فاجر اور زانی و شرابی بن گیا تھا، جبکہ زمانۂ خیر القرون میں کسی کا راتوں رات ایسا فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ وغیرہ بن جانا نہایت ہی حیران کن اور حد درجہ بعید از عادت ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ وہ فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ وغیرہ تو پہلے سے تھا لیکن ظاہر اب کیا تھا، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے سالوں اس نے اپنے جن پاپوں، شراب نوشیوں اور زنا کاریوں کو اتنی ہوشیاری سے چھپائے رکھا تھا کہ ایک ہی حویلی یا کم از کم ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے چوکنے، ہوشیار اور مُدبّر اپنے باپ کو بھی ان کا پتہ نہ لگنے دیا تھا، اب یکا یک اس کو اپنے یہ پاپ ظاہر کرنے کی آخر کون سی ضرورت اور مجبوری پیش آ گئی تھی کہ وہ ایک رات بھی مزید ان کو چھپا کے نہ رکھ سکا؟

جب تک ان سوالات و اشکالات کا کوئی معقول و مستند حل آپ پیش نہیں کر دیتے اس وقت تک ابن خلدون کی اس عبارت کا سہارا لینا محض طفل تسلی ہے۔

④۔۔۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو جماعت، آپ کے ہی بقول، یزید کے خلاف خروج کی منکر تھی اس کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ وہ اس کی منکر اس لیے نہ تھی کہ "ان کو یزید کے فاسق ہونے میں شک تھا (بلکہ) اس لیے کہ اس سے فتنہ اٹھے گا اور قتل و قتال ہوگا، پھر حالات بھی ایسے نہیں کہ یہ دعوت پوری ہو۔۔۔ الخ"①

لیکن یہ تو آپ کا صرف ایک دعویٰ ہے کہ "صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس جماعت کو یزید کے فاسق ہونے میں شک نہ تھا" اس کی آپ نے کوئی دلیل نہیں دی، حالانکہ ضابطے کی دلیل تو یہاں یہ تھی کہ آپ، خود ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہی یہ تصریح نقل کرتے کہ "ہمیں یزید کے فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں، ہم اس کی بیعت پر قائم اور اس کے خلاف خروج کے منکر اس لیے نہیں کہ ہم اس کو خلافت کا اہل اور غیر فاسق جانتے مانتے ہیں بلکہ محض اس لیے ہیں

① الخیر، ص 22

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اس سے فتنہ اٹھے گا اور قتل و قتال ہوگا''، کیونکہ یزید کی بیعت انہوں نے کی تھی، وہی اس پر قائم بھی رہے تھے، انہوں نے ہی اس کے خلاف خروج سے خود بھی انکار کیا اور دوسروں کو بھی نہ صرف یہ کہ سختی کے ساتھ اس سے منع کیا تھا بلکہ اطاعتِ امام اور لزومِ جماعت کی دعوت بھی دی تھی۔ لہٰذا اپنے اس قول و عمل کی اصلیت بھی وہ خود ہی بیان کر سکتے تھے کوئی اور نہیں بیان کر سکتا تھا، ورنہ اس کی مثال تو ایسے ہوگی جیسے آج کل کے مبتدعین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر اوپر سے بشر تھے اندر سے نور تھے، یا جیسے روافض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اوپر اوپر سے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی، اندر سے وہ ان کو غاصب اور ظالم ہی سمجھتے تھے، تو کیا آپ بھی یہی فرمانا چاہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو یزید کو خلیفہ بنایا اور مانا تھا، اس کی بیعت و اطاعت کی تھی، اس کے خلاف خروج نہ کیا تھا، دوسروں کو بھی اس سے منع کیا اور اطاعتِ امام و لزومِ جماعت کی دعوت دی تھی تو یہ سب کچھ انہوں نے محض اوپر اوپر سے کیا تھا ورنہ اندر سے وہ اس کو فاسق و فاجر اور زانی و شرابی ہی جانتے مانتے تھے۔ فرمایئے! اس طرح اس میں اور روافض کے تقیہ میں پھر کیا فرق رہ جائے گا، اپنے اندر کی وضاحت صحابہ رضی اللہ عنہم خود ہی کر سکتے تھے کوئی اور نہ ان کے اندر کی وضاحت کر سکتا ہے اور نہ کسی کو اس کا حق ہی پہنچتا ہے۔ اس لیے اول تو آپ کو خود انہی صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ وضاحت نقل کرنی چاہیے تھی لیکن آپ نے نہ تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی اس قسم کی تصریح نقل کی ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور ہی قابل اعتماد و قابل قبول اور مطابقِ اصول دلیل دی ہے، اور دعویٰ بلا دلیل کی حیثیت آپ خوب جانتے ہیں، ایسا دعویٰ تو کوئی دوسری طرف بھی کر سکتا ہے کہ ''صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس جماعت نے خروج سے انکار اور دوسروں کو بھی منع محض فتنے سے بچنے کے لیے نہ کیا تھا بلکہ اس لیے کیا تھا کہ ان کو یزید کے غیر فاسق اور اپنے درجے میں خلافت کا اہل ہونے میں شک نہ تھا''، اور اس دعوے کی تائید اِس جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اس طرزِ عمل سے بخوبی ہوتی ہے جو انہوں نے خروج کرنے والوں اور بیعت توڑنے والوں کو اس سے منع کرنے میں اختیار کیا تھا جس کا میں شروع خط میں ذکر کر آیا ہوں۔ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس جماعت کو آپ کے دعوے کے مطابق اگر یزید کے فاسق ہونے میں شک نہ ہوتا تو وہ اس کے خلاف خروج کرنے اور اس کی بیعت توڑنے والوں کو اس سے منع کرنے میں یوں اللہ کا ڈر نہ سناتے، اس کا واسطہ نہ دیتے، خروج کو اس طرح بلا وجہ و بلا جواز نہ بتاتے، اس پر وعیدیں نہ سناتے، خود ان کا ساتھ دیتے یا نہ دیتے مگر اس کو یوں غیر محمود نہ ٹھہراتے، تفرقہ بین جماعۃ المسلمین کا نام نہ دیتے، اطاعتِ اور لزومِ جماعت کا حکم نہ کرتے، صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اس قول و فعل، لب و لہجہ اور اندازِ منع کے ظاہر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ یزید کو فاسق و فاجر اور زانی و شرابی نہ سمجھتے تھے۔ اس لحاظ سے تو آپ کا یہ دعویٰ کہ ''ان کو یزید کے فاسق ہونے میں شک نہ تھا'' صرف بلا دلیل ہی نہیں رہتا بلکہ خلافِ دلیل بھی ہو جاتا ہے۔

چلیے! مان لیجیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس جماعت کو یزید کے فاسق ہونے میں شک نہ تھا، لیکن جب آپ خود یہ لکھ رہے ہیں کہ ''حالات بھی ایسے نہیں کہ یہ دعوت پوری ہو'' تو فرمائیے! جب ایسے حالات نہ ہوں تو اس وقت شرعی حکم کیا ہوتا ہے؟ وہ، جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی اِس جماعت نے کہا تھا یا وہ، جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہلِ حرّہ نے کیا تھا؟ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل السنۃ کے عقائد و اصول اس سلسلہ میں کیا کہتے ہیں؟

⑤ ۔۔۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی عدمِ خروج کا مشورہ دیا تھا، آپ نے ان کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے یہ مشورہ تو دیا تھا ''مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید فاسق نہیں بلکہ یہ کہہ کر کہ جن اہل کوفہ پر آپ بھروسہ کر رہے ہیں وہ منافق ہیں''①، سوال یہ ہے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اگر یہ نہیں کہا تھا کہ ''یزید فاسق نہیں'' تو

① الخیر، ص 22

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا انہوں نے یہ کہا تھا کہ ''یزید فاسق ہے''؟ جب انہوں نے یہ بھی نہیں کہا تھا تو یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ وہ ضرور اس کو فاسق وفاجر ہی جانتے مانتے تھے؟ اگر یزید فاسق نہیں نہ کہنے سے وہ فاسق بنتا ہے تو ''یزید فاسق ہے'' نہ کہنے سے وہ آخر غیر فاسق کیوں نہیں بن سکتا؟

نیز سوال یہ بھی ہے کہ اگر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ''یزید فاسق نہیں'' تو کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہی اس کے خلاف خروج یہ کہہ کر کیا تھا کہ ''یزید فاسق ہے''؟ کیا اس کا کوئی ثبوت آپ پیش کر سکتے ہیں؟ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہی اس کے خلاف اپنا یہ خروج یہ کہہ کر نہیں کیا تھا کہ ''یزید فاسق ہے'' تو ان کو منع کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم ہی یہ کہہ کر اس سے منع کیوں کرتے کہ ''یزید فاسق نہیں''؟ کتنی عجیب بات ہے کہ خروج کرنے والوں کا صرف خروج ہی دلیل ہو فسقِ یزید کی، اس کے لیے یہ کہنا ضروری نہ ہو کہ ''یزید فاسق ہے'' لیکن اس سے منع کرنے والوں کا فقط منع کرنا اور وہ بھی اس انداز سے جس کا اوپر ذکر ہوا، دلیل نہ ہو اس کے فاسق نہ ہونے کی بلکہ اس کے لیے یہ کہنا بھی ضروری ہو کہ ''یزید فاسق نہیں''؟

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی عدمِ خروج کا مشورہ دینے والے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اگر یہ نہیں کہا تھا کہ ''یزید فاسق نہیں'' تو اس لیے نہیں کہ وہ ضرور اس کو فاسق ہی جانتے مانتے تھے بلکہ اس لیے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہی خروج یہ کہہ کر نہیں کیا تھا کہ ''یزید فاسق ہے''، یعنی وہاں یزید کے فسق کی کوئی بات ہی نہ چھڑی تھی کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس کی تردید یا تائید کرتے، ورنہ جہاں اہلِ مدینہ نے یہ بات چھیڑی تھی وہاں حضرت محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ نے نقد ونقد اس کی مفصل ومدلل تردید بھی کردی تھی (اس پر جو آپ نے گفتگو کی ہے آگے چل کر شاید میں بھی اس سے متعلق کچھ عرض کروں گا)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر عرض یہ بھی ہے کہ اگر وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم الفرض یہ کہہ ہی دیتے کہ ''یزید فاسق نہیں'' تو پھر کیا ہو جاتا؟ کیا آپ پھر اس کو غیر فاسق مان لیتے؟ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنا موقف چھوڑ دیتے؟ بقول آپ کے اہلِ کوفہ کو ''منافق'' تو انہوں نے کہا ہی تھا، تو کیا پھر اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو ''منافق'' مان لیا تھا؟ ان پر اپنا بھروسہ چھوڑ دیا تھا؟

⑥...آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ ''سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کی بنیاد یزید کا فسق وفجور تھا''① لیکن اس کی کوئی دلیل آپ نے پیش نہیں کی، یزید کا کوئی ایک فسق وفجور بھی ایسا ذکر نہیں کیا جس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی بنیاد کہا اور بتایا جا سکے، بنیاد تو عمارت سے پہلے اور مقدم ہوا کرتی ہے جبکہ واقعۂ کربلا، واقعۂ حرہ اور واقعۂ مکہ جیسے اس کے جو فسق وفجور آپ نے ذکر کیے ہیں وہ سب خروجِ حسینی کے بعد کے ہیں، اس اعتبار سے خود خروجِ حسینی کو ان فسوق وفجور کی بنیاد کہا جانا تو معقول ہو سکتا ہے لیکن ان فسوق فجورِ متأخرہ کو خروجِ مقدم کی بنیاد قرار دینا تو معقول بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ امرِ واقعہ؟۔ اس کے لیے تو آپ کو خروجِ حسینی سے پہلے کا اس کا کوئی فسق وفجور ذکر کرنا چاہیے تھا، اور وہ آپ نے ذکر نہیں کیا، لہٰذا آپ کا دعویٰ بلا دلیل ہوا، اور دعویٰ بلا دلیل کی حیثیت جو کچھ ہوتی ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں۔

پھر یہ تو آپ فرما رہے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی بنیاد یزید کا فسق وفجور تھا، سوال یہ ہے کہ کیا خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے خروج کے کسی بھی مرحلہ میں یزید کے فسق وفجور کو اپنے اس خروج کی بنیاد قرار دیا؟۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کوئی آناً فاناً تو نہ ہوگئی تھی کہ ان سے اس بنیاد کا منقول ہونا پردۂ خفاء میں رہ گیا ہو، بلکہ انہوں نے یزید کی ولی عہدی سے، پہلے دن سے ہی اختلاف کیا اور اپنے خروج تک اس پر قائم

① الخیر، ص 23

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بھی رہے۔ ولی عہدی کے زمانہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مذاکرات ہوئے، ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ کے گورنر سے اس پر گفتگو ہوئی، مدینہ سے مکہ کا سفر ہوا، وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم سے صلاح مشورے ہوئے، کوفہ کی طرف نکلے تو صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم نے روکا، کربلا پہنچ کر یزیدی فوج کے ذمہ داروں سے بالمشافہ باتیں ہوئیں، ان تمام مراحل میں سے کیا کسی بھی مرحلے پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خروج کی بنیاد یزید کے فسق و فجور کو قرار دیا؟ بلکہ کیا کہیں کسی موقع پر اس کے فسق و فجور کا نام بھی لیا؟ آپ اور آپ جیسے دوسرے حضرات تیرہ چودہ صدیوں کی لمبی چھلانگ لگا کر حضرت گنگوہی و نانوتوی اور حضرت تھانوی و مدنی (رحمۃ اللہ علیہم) سے یزید کا فسق و فجور دنیا کو جو سنانے لگ جاتے ہیں تو خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ہی اس کے فسق و فجور کی تصریح کیوں نہیں دکھلا دیتے؟ آپ کا تو خیر یہ موضوع ہی نہ تھا، آپ نے تو خواہ مخواہ دخل در معقولات دیا، جن کا یہ موضوع تھا وہ تک بھی اپنی تمام تر جدوجہد کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے یزید کا فسق نہ کہلوا سکے نہ دکھلا سکے، مولانا عبدالرشید نعمانی کو آپ خوب جانتے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں'' میں یزید کو فاسق و فاجر اور لعنتی بنانے پر اپنا ایڑی چوٹی کا سارا زور لگا دیا ہے، اِدھر اُدھر کے حوالے خوب نقل کیے اور اِن میں معانی و مطالب اپنی طرف سے بھرے ہیں لیکن اپنی اس تمام تر کوشش کے باوجود وہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اس کے فسق و فجور کی ایک تصریح بھی نقل نہیں کر سکے۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے 674 صفحے کی ضخیم کتاب ''خارجی فتنہ حصہ دوم'' خاص فسق یزید پر ہی لکھی ہے، وہ بھی یزید کو فاسق و فاجر بنانے پر اپنی ساری توانائی خرچ کرنے کے باوجود ہما شما سے تو اس کا فسق کہلواتے اور اگلواتے رہے ہیں لیکن خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ بھی اس کا فسق نہ کہلوا سکے، ایسی صورت میں آپ کا یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی بنیاد یزید کا فسق و فجور تھا، شاید ''مدعی سُست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گواہ چُست'' سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

⑦۔۔۔آپ نے مولانا محمد امین صاحب اورکزئی کے خط کے جواب میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''یزید کو فاسق وفاجر کہنا ضروری ہے'' اور دلیل یہ دی ہے کہ ''اگر اس کو عادل وصالح کہا جائے، فاسق وفاجر نہ کہا جائے تو پھر بہت سے اکابر صحابہ، جلیل القدر تابعین، اور اہلِ بیت کو فاسق کہنا لازم آتا ہے، لہٰذا ناموسِ صحابہ کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ اس اکیلے کو ہی فاسق کہہ دیا جائے'' ① لیکن آپ کی یہی دلیل بعینہ وبلفظہ دوسری طرف بھی جاری ہوسکتی ہے، کیونکہ یزید کو خلیفہ نامزد کرنے والے، اس کا مشورہ دینے والے، اس کی بیعت کرنے والے، اس کی بیعت توڑنے والوں کو اور اس کے خلاف خروج کرنے والوں کو اللہ کا ڈر سنا کر اس سے سختی کے ساتھ منع کرنے والے، اس پر وعیدیں سنانے والے، اس کو بلا جواز وغیر محمود کہنے بتانے والے بھی تو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم، جلیل القدر تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور اہلبیت رحمۃ اللہ علیہم ہی تھے۔ لہٰذا آپ کی یہی دلیل کوئی یوں بھی پلٹ سکتا ہے کہ ''یزید کو فاسق وفاجر، زانی وشرابی اور چیتے باز وبندر باز وغیرہ وغیرہ کہنے سے اپنی زبانوں کو روکنا ضروری ہے کیونکہ اس سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم، جلیل القدر تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور اہلِ بیت رحمۃ اللہ علیہم کو گناہ گار کہنا لازم آتا ہے، کیونکہ کسی فاسق کو باختیارِ خود خلیفہ بنانا گناہ ہے ② لہٰذا ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ یزید کو فاسق وفاجر اور زانی وشرابی بھی نہ کہا جائے''، ظاہر بات ہے کہ یزید کو عادل کہنے اور فاسق وفاجر نہ کہنے سے اگر بیعت توڑنے اور خروج کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اور اہل بیت رحمۃ اللہ علیہم کی عظمت وحرمت پر حرف آتا اور ان کے ناموس کے تحفظ کے لیے اس کو فاسق وفاجر کہنا ضروری ٹھہرتا ہے تو اس کو عادل نہ کہنے اور فاسق وفاجر کہنے سے دوسری طرف کے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم اور اہل

---

① ملخصاً جوابی مضمون، ص9

② ازالۃ الخفاء مترجم، ج1 ص23

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیت رحمۃ اللہ علیہم کی عظمت وحرمت پر بھی حرف آخر کیوں نہ آئے گا؟ ان کے بھی ناموس کے ہی تحفظ کے لیے اس کو فاسق وفاجر نہ کہنا بھی آخر کیوں ضروری نہ ٹھہرے گا؟

الغرض جس دلیل سے آپ کے نزدیک یزید کو فاسق وفاجر کہنا ضروری ہے بعینہ وبلفظہ اسی ہی دلیل سے اس کو یہ کچھ نہ کہنا بھی ضروری ٹھہرتا ہے۔ اس کو فاسق فاجر بنا کر صفائی جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا اصحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کی دی جاسکتی ہے ایسے ہی اس کو فاسق وفاجر نہ کہہ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کی بھی دی جاسکتی ہے، بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر عمدہ اور بآسانی دی جاسکتی ہے۔ کیا ضروری ہے کہ اس معاملہ میں ضرور حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ہی اصل اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ہی تابع ٹھہرایا جائے؟ اس کا عکس بھی تو ہوسکتا ہے؟

پھر بات صرف مولانا محمد امین اورکزئی صاحب کی ہی تو نہیں، اکابرِ دیوبند نے بھی تو یزید کو مختلف فیہ فرمایا ہے، اس سے موجبِ لعن افعالِ ناشائستہ کے صدور کے ثابت ہونے نہ ہونے یعنی اس کو فاسق وفاجر ماننے نہ ماننے کو دونوں کو ہی حق، صحیح اور اصول کے موافق کہا ہے، دونوں ہی طرف نصوص سے بکثرت دلائل کا ہونا بتایا ہے، تو کیا ان اکابر کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ انہوں نے یزید کے غیر فاسق ہونے کو بھی حق، صحیح اور موافقِ اصول کہہ کر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم، جلیل القدر تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور اہل بیت کو (معاذ اللہ) فاسق کہنے کا دروازہ کھول دیا ہے؟ حاشا وکلاّ۔

دراصل بات یہ ہے کہ یزید کو فاسق کہا جائے یا غیر فاسق، محض اس کہنے سے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ، تابعی رحمہ اللہ یا اہل بیت رحمۃ اللہ علیہم کو فاسق کہنا لازم نہیں آتا، بلکہ یہ اس سے لازم آتا ہے جو آپ نے اس کے فسق کو بالکل خلافِ واقعہ، اتفاقی فرض کیا ہوا ہے، ورنہ اگر اس کو واقع کے مطابق اختلافی مانا جائے تو پھر یہ محظور ہرگز ہرگز لازم نہیں آتا، کیونکہ خلافیات میں اختلافی اجتہادی مواقف اور ان کے اجتہادی دلائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوا ستدلالات کا یوں تقابل نہیں کیا جایا کرتا بلکہ ہر ایک موقف کو مدِمقابل موقف سے قطع نظر کر کے اس کے اپنے دلائل کی روشنی میں اس کو دیکھا جایا کرتا ہے، ورنہ تو دنیا جہاں کے سارے ہی اختلافی اجتہادی مواقف ایک دوسرے کے دلائل کی رُو سے غلط ٹھہریں گے، حنفی فقہیات مثلاً شافعی فقہیات کے دلائل کی رُو سے اور شافعی فقہیات مثلاً حنفی فقہیات کے حوالہ سے قرآن وحدیث کے خلاف قرار پائیں گے۔ یزید کے فسق وفجور کا مسئلہ بھی جب اختلافی ہوا (جیسا کہ میں عرض کر آیا ہوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانہ سے اختلافی چلا آ رہا ہے) تو کوئی اس کو فاسق کہے یا غیر فاسق، یہاں بھی ہر ایک کے موقف کو اس کے اپنے دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے گا، آپس میں تقابل کر کے ایک دوسرے کی تردید وتغلیط نہ کی جائے گی۔ اور جب ہر ایک موقف کو اس کے اپنے ہی دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے گا تو کسی بھی جانب کے نہ کسی صحابی وتابعی کو فاسق کہنا لازم آئے گا نہ کسی اہل بیت کو۔ لہٰذا قابلِ اصلاح اگر بات ہے تو مولانا محمد امین صاحب اورکزئی کی نہیں بلکہ مناظرِ اہلِ سنت حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی کی بات ہے۔

⑧۔۔۔آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے صفائی دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ''سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں اس قسم کی کھلم کھلا بے حیائیاں اس نے (یعنی یزید نے۔ناقل) نہ کی تھیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیا اعتراض'' ①

آپ کی یہ صفائی خلافِ عقل بھی ہے اور خلافِ نقل بھی۔ خلافِ عقل تو اس طرح کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو جب خلیفہ نامزد کیا تو اس کی نامزدگی سے جن حضرات نے روزِ اول سے ہی اختلاف کیا تھا یعنی حضرت حسین، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن عُمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) یہ حضرات، دمشق سے سینکڑوں میل دُور

---

① جوابی مضمون، ص9

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مدینہ یا مکہ میں تھے، اب اگر انہوں نے یہ اختلاف بقول آپ کے یزید کے فسق وفجور کی بنیاد پر کیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی شراب نوشیوں، امہات الاولاد اور بیٹیوں بہنوں تک سے زنا کاریوں اور کُتے و بندر بازیوں کے چرچے مکہ و مدینہ تک پہنچے ہوئے تھے، اگر اس نے یہ بے حیائیاں ابھی تک کھلم کھلا نہیں کی تھیں تو مکہ و مدینہ والوں کو یہ کہاں سے معلوم ہوگئیں؟۔ نیز پھر عقل کیسے باور کرلے کہ اس کی جن بے حیائیوں کا شہرہ مکہ و مدینہ میں اڑ رہا تھا ایک ہی حویلی یا کم از کم ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے اس کے ایسے باپ کو ان کا علم نہ ہوسکا جو ہزاروں لاکھوں مربع میل میں پھیلی ہوئی اسلامی مملکت کے کونے کونے کی خبر رکھتا تھا؟ یکے از دُھاۃ العرب یعنی عرب کے دوراندیشوں اور دیدہ وروں میں کا ایک تھا۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی ولی عہدی کا فیصلہ بلاکسی سے پوچھے پاچھے اور بلاکسی سے مشورہ کیے کرائے، حالات سے آنکھیں موند کر اپنے گھر کی چاردیواری میں نہ کردیا تھا، بلکہ ساری اسلامی مملکت سے رائے لی تھی، اربابِ حل وعقد سے مشورے کیے تھے، اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ سے اس سلسلے میں گفتگو کرنے کے لیے تو انہوں نے بنفسِ نفیس مکہ و مدینہ کا سفر کیا تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اُن کے ہمنوا حضرات سے اس موضوع پر بالمشافہ بات چیت کی تھی۔ سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اگر یزید کی شراب نوشیوں، بہنوں، بیٹیوں تک سے زنا کاریوں، کتے، چیتے اور بندر بازیوں جیسی فاسقانہ وفاجرانہ بے حیائیوں کا علم نہ تھا تو کیا ساری اسلامی مملکت بھی اس کی ان بے حیائیوں سے اندھی بہری ہوگئی تھی؟ خصوصاً جبکہ اس قسم کی بے حیائیاں تو عوام کی بھی چھپی نہیں رہا کرتیں چہ جائیکہ شہزادوں کی؟ جو اپنی شہزادگی کے نشے میں اپنی اس قسم کی بے حیائیوں کو چھپانے کا کوئی خاص اہتمام بھی نہیں کیا کرتے، اگر ساری اسلامی دنیا یزید کی اس قسم کی بے حیائیوں سے اندھی بہری نہ ہوئی تھی تو کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس استفسار واستشارِ عام پر بھی کسی نے ان کو اس کی یہ بے حیائیاں نہ بتائی ہوں گی؟، اور اگر یہی فرض کرلیا جائے کہ یزید، بہنوں، بیٹیوں تک سے نکاح وصحبت اور کتے، چیتے، بندر بازیاں تک اس رازداری سے کرتا تھا کہ ساری اسلامی دنیا میں کسی کو بھی کانوں کان خبر نہ ہونے دیتا تھا یا یہ کہ کسی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ کچھ بتانے کی جرأت نہ تھی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اُن کے ہمنوا صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کو تو اس کی اِن بے حیائیوں کی پوری پوری خبر تھی ہی، جنہوں نے اس کی ولی عہدی سے پہلے دن سے ہی اختلاف کیا تھا اور پھر مکہ ومدینہ میں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں ان سے گفتگو کی تھی اور انہوں نے ان کے سامنے بھی ان کی رائے سے اختلاف ہی کیا تھا تو ظاہر ہے کہ اول تو خود ہی ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر تو ضرور ہی اپنے اختلاف کی وجہ میں یزید کی یہ بے حیائیاں انہوں نے بیان کی ہوں گی۔ لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس سے پہلے اگر یزید کی ان بے حیائیوں کا علم نہ تھا تو اب تو ضرور ہی ہوگیا تھا یا ہوجانا چاہیے تھا، لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنی رائے پر جو قائم رہے اور یزید کو ولی عہد بنا کے ہی دم لیا تو اس کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں، یا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزیدی بے حیائیوں سے متعلق ان حضرات کے بیان کو غلط قرار دے کر رد کر دیا ہوگا، یا صحیح مان کر بھی اپنی رائے پر قائم رہے ہوں گے۔ اگر ان کے بیان کو ردّ کر دیا تھا تو ''صاحب الدار أدریٰ بما فیه'' کے مطابق انکار ردّ کرنا ہی زیادہ لائقِ قبول ہوگا، (خصوصاً جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وقت کے امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین بھی ہیں اور آپ کے ہی پیرومرشد نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وقت کے خلیفہ کا اجتہاد، مدِمقابل دوسروں کے اجتہادوں کی بنسبت زیادہ لائق اخذ ہوگا، خصوصاً جبکہ خلیفہ کا یہ فیصلہ نافذ بھی ہوگیا تھا، ساری اسلامی مملکت نے سوائے گنتی کے چند حضرات کے اس کو قبول بھی کرلیا تھا) اور اگر اس کو صحیح مان کر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی رائے پر قائم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ ''یزید نے یہ بے حیائیاں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں کھلم کھلا نہ کی تھیں'' کیونکہ کھلم کھلا بالفرض نہیں بھی کی تھیں تو ان کا علم تو کسی نہ کسی طرح سے ان کو ہو ہی گیا تھا، اس کے باوجود بھی جب انہوں نے اس کو خلیفہ نامزد کر دیا تو ایک فاسق وفاجر اور زانی وشرابی وغیرہ وغیرہ کو مسلمانوں پر مسلط کرنے والا گناہ کمانے کا الزام ان پر بدستور قائم رہا اور آپ کی اس خلافِ عقل صفائی سے زائل نہ ہوا۔ پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اختلاف کرنے والے مذکورہ بالا پانچ حضرات میں سے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید کی بیعت خلافت کر لی تھی، اور میدانِ کربلا میں جا کر یزیدی فوج کے امیرِ عسکر عمر بن سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص سے کامیاب مذاکرات کے نتیجے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اس کی بیعت کر لینے پر آمادہ ہو گئے تھے، اگر یزید نے حیاتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں کھلم کھلا بے حیائیاں نہ کی تھیں بلکہ یہ سب کچھ ان کی وفات کے بعد ظہور پذیر ہوا تھا تو اِس کی آخر کیا توجیہ کی جائے گی کہ جب اس نے کھلم کھلا بے حیائیاں نہیں کی تھیں تو یہ حضرات اس کی بیعتِ ولی عہدی بھی کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے، لیکن وفاتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد جوں ہی اس نے بے حیائیاں کھلم کھلا کرنا شروع کر دیں تو ان حضرات نے اس کی بیعتِ خلافت تک کر لی؟، حالانکہ اب تو ان کو اپنے پہلے موقف پر اور بھی زیادہ سختی سے ڈٹ جانا چاہیے تھا نہ یہ کہ جب اس نے کھلم کھلا بے حیائیاں نہ کی تھیں تو اس وقت تو اس کی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیتے اور جس وقت وہ کھلم کھلا بے حیائیاں کرنے لگا تو اس کے ہاتھ میں بیعت کا ہاتھ دے دیتے۔

اور خلافِ نقل آپ کی یہ صفائی اس لیے ہے کہ جس تاریخ کا بقول آپ کے زندہ قومیں انکار نہیں کیا کرتیں اور جس کا انکار آپ کے نزدیک حدیث کے انکار کا پیش خیمہ ہے، وہی تاریخ بتاتی ہے کہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ ان کی رعایا تک بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یزید کی ان بے حیائیوں سے واقف تھی، حتیٰ کہ بعض نے ولی عہدی کے موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی ان بے حیائیوں کی طرف توجہ دلا کر ان کو اس اقدام سے باز رہنے کا اشارہ تک بھی کیا تھا، نیز تاریخ ہی یہ تک بھی بتاتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلکہ ان کی رعایا کے بعض ذمہ دار افراد نے بھی اس سلسلہ میں یزید کو فہمائش بھی کی تھی، ملاحظہ ہو (البدایہ، ج8 ص80 و ص228۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی، ج3 ص21)

لہٰذا یزید کو جیسا فاسق و فاجر اور زانی و شرابی نیز چیتے اور بندر باز بنانے کی آپ نے کوشش کی ہے ایسا کچھ بنانے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بھی بالکل اسی طرح فسق اور گناہ سے نہیں بچایا جا سکتا جس طرح آپ کے نزدیک اس کو صالح و عادل مان کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو فسق سے نہیں بچایا جا سکتا۔①

⑧۔۔۔آپ نے اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اس سلسلے میں مزید لکھا ہے کہ:

> ''بالفرض اس وقت کسی درجہ میں فاسق تھا تو کسی شرعی مصلحت کے لئے فاسق کی تولیت اور اثارتِ فتنہ سے بچنے کے لئے کسی فاسق کی بیعت کس اصولِ اہلسنت کے موافق گناہ ہے، ذرا وضاحت فرمائیں''②

اس سلسلے میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ یہاں گفتگو یزید کے ''کسی درجے میں فاسق'' ہونے کی نہیں ہو رہی بلکہ شراب نوشی، امہات الاولاد حتیٰ کہ بیٹیوں، بہنوں تک سے زنا کاری، نمازوں کی بربادی، بے دینی، احکامِ الٰہی سے تجاوز اور باجوں طبلوں کے ساتھ گانے والیوں سے چمٹے رہنے کے درجے میں اس کے فاسق ہونے کی بات ہو رہی ہے③۔ آپ نے انتہائی درجے میں فاسق ہونے اور کسی درجہ میں فاسق ہونے میں خلط مبحث کر دیا ہے، جس درجہ کا فاسق آپ نے یزید کو بنایا ہے اس درجے کے فاسق کی بابت

---

① جوابی مضمون، ص9
② جوابی مضمون، ص9
③ جوابی مضمون، ص7و8

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فرمائیں کہ اس کی تولیت و بیعت وغیرہ اہلِ سنت میں گناہ ہے یا نہیں؟ ۔آپ نے مولانا محمد امین صاحب پر موضوع سے ہٹنے کی بدترین مثال پیش کرنے کی تعریض کی ہے (ص8) تو کیا یہاں خود آپ نے بھی تو کہیں وہی مثال نہیں پیش کی؟

دوسری گزارش یہ ہے کہ مسئلہ یہی ہے کہ باختیارِ خود ابتداءً کسی فاسق وفاجر اور زانی وشرابی خصوصاً یزید جیسے فاسق وفاجر اور زانی وشرابی کو خلیفہ بنانا اور اس کی بیعت کرنا اصولِ اہل سنت میں صرف گناہ ہی نہیں بلکہ سرے سے اس کی خلافت ہی باطل ہے:

الف ۔۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، شرائط خلافت بیان کر کے کہ جن میں ایک شرط ''عدالت'' بھی ہے، فرماتے ہیں:

''اگر کسی ایسے شخص کو لوگ خلیفہ بنائیں جن میں یہ شرائط نہ پائے جاتے ہوں تو اس کی خلافت کے بانی گنہگار رہوں گے''۔ ①

ب ۔۔ حافظ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ، فرمانِ باری تعالیٰ ''لا ينال عهدى الظالمين'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''فثبت بدلالة هذه الآية بطلان إمامة الفاسق وأنه لا يكون خليفة۔۔۔الخ'' ②

ج ۔۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ بھی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''قال الجمهور من الفقهاء والمتكلمين: الفاسق حال فسقه لا يجوز عقد الإمامة له۔۔الخ''

نیز فرماتے ہیں:

''فثبت بدلالة الآية بطلان إمامة الفاسق'' ③

---

① ازالۃ الخفاء مترجم، ج1 ص23

② احکام القرآن، ج1 ص70

③ تفسیر کبیر، ج2 ص42

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

د۔۔حافظ قُرطبی رحمہ اللہ نے بھی اسی آیت کے تحت، شرائط امامت وخلافت بیان کرتے ہوئے گیارہویں شرط ''عدالت'' بیان کی ہے، پھر لکھتے ہیں:

''لا خلاف بين الأمة أنه لا يجوز أن تعقد الإمامة لفاسق''①

ہ۔۔امام نووی رحمہ اللہ، قاضی عیاض رحمہ اللہ سے ناقل ہیں کہ:

''ولا تنعقد لفاسق ابتداءً فلو طرأ على الخليفة فسق۔۔۔الخ'' ②③

آپ نے یہاں بھی خلطِ مبحث کیا ہے کہ فاسق کی خلافت و بیعت، اور بقاءً کو یا تو گڈمڈ کردیا ہے یا دونوں میں فرق نہیں کیا ہے، کسی شرعی مصلحت یا اثارتِ فتنہ سے بچنے کے لیے کسی فاسق کی بیعت وتولیت میں گناہ نہ ہونا فسقِ طاری میں ہے نہ کہ فسقِ اصلی وابتدائی میں بھی اور یہاں یزید کا فسق، طاری نہ تھا کہ تختِ خلافت پر بیٹھتے وقت تو وہ عادل ہو اور بعد میں فاسق ہوگیا ہو، بلکہ اس کا فسق، ابتدائی واصلی تھا، یعنی جب اس کو خلافت کے لیے نامزد کیا گیا تھا اس وقت سے ہی وہ فاسق وفاجر چلا آرہا تھا، ورنہ اختلاف کرنے

---

① تفسیر قُرطبی، ج1 ص270

② نووی شرح مسلم، ج2 ص125

③ بلکہ امام نووی رحمہ اللہ نے تووُلاۃ امور کے خلاف خروج کرنے کے بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ: ''أما الخروج عليهم وقتالهم فكفر بإجماع المسلمين وإن كانوا فسقة ظالمين، وقد تظاهرت الأحاديث بمعنى ماذكرتُه وأجمع أهل السنة أنه لا ينعزل السلطان بالفسق۔۔۔الخ'' وُلاۃِ امور (حاکموں) کے خلاف خروج کرنا اوران کے خلاف قتال کرنا اگرچہ وہ فاسق اورظالم ہوں (یعنی اگر دورانِ امارت ان سے فسق یا ظلم کا صدور ہو) یہ بالاجماع کفر ہے، جو بات میں نے ذکر کی ہے بہت سی احادیث سے یہی معنی نکلتا ہے، اوراہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ بادشاہ اپنے فسق کی وجہ سے معزول نہیں ہوجاتا۔ (نووی شرح مسلم، ج12 ص229 طبع مصر)

از: ابوسعد رضوان اللہ سیالکوٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والے پہلے دن سے ہی اختلاف کیوں کرتے؟ آپ نے خود بھی تو لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی بنیاد یزید کا فسق و فجور رہی تھا، یہ تبھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ واقعۂ کربلا سے پہلے سے ہی فاسق چلا آرہا ہو۔ اہلِ مدینہ نے بھی اس کے کربلائی فسق و فجور کے حوالہ سے خروج نہ کیا تھا بلکہ ان کے خروج کی بنیاد بھی اس کے وہی فسوق و فجور تھے جو حسینی خروج کے تھے اور وہ اس کے تختِ خلافت پر بیٹھنے سے پہلے کے ہی تھے، لہٰذا یہاں کسی شرعی مصلحت اور اثارتِ فتنہ والا ضابطہ لاگو نہیں ہوتا بلکہ کسی عادل وصالح اور جامعِ شرائط خلافت شخص کو خلیفہ بنانے والے فرضِ کفایہ والا ضابطہ لاگو ہوتا ہے① اور اس ضابطے میں یزید جیسے فاسق وفاجر اور زانی وشرابی کو خلیفہ بنانا، اس کی بیعت کرنا بلکہ اوروں کو بھی اس کی بیعت کی دعوت دینا سب گناہ تھا، اور ایسے سب صحابہ رضی اللہ عنہم، ایک باطل خلافت کو قائم کرکے اپنے فرضِ منصبی میں کوتاہی کرنے والے گناہگار ہی ٹھہرتے ہیں، آپ نے یزید کو جتنا اور جیسے فاسق وفاجر اور شرابی وزانی بنایا ہے اس کے بعد آپ ان صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کو اس گناہ کے الزام سے نہیں بچاسکتے، اور سوائے پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم کے چھٹا نام اس سلسلہ میں اختلاف کرنے والا تاریخ میں کوئی نہیں ملتا، تو گویا اس دورِ خیر القرون کے قریب بکل صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم، یزید کو خلیفہ بنا اور مان کر گناہگار ہوئے، تو وہ دور، خیر القرون رہا یا شر القرون؟ کیا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر القرون والے ارشاد کی تکذیب لازم نہیں آتی؟ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد بھی ہے کہ اللہ، اس امت کو گمراہی یعنی گناہ پر جمع نہ کرے گا، اس صورت میں اس فرمان نبوی کی بھی تکذیب لازم آتی ہے کہ سوائے پانچ کے اس دور کی ساری امت گناہ کے کام پر جمع ہوگئی؟ کیا یہ وہی رافضیانہ نظریہ نہیں کہ وفاتِ نبوی کے بعد پانچ افراد کے سوا باقی سب صحابہ رضی اللہ عنہم (العیاذ باللہ) مرتد ہوگئے تھے؟، یزید کو فاسق وفاجر اور زانی وشرابی بنانے میں اس طرح

① ازالۃ الخفاء مترجم، ج1 ص17

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی توانائیاں صرف کرتے وقت ذرا دائیں بائیں بھی دیکھ لیا ہوتا تو بہتر تھا۔

تیسری گزارش یہ ہے کہ بقول آپ کے یزید جیسے فاسق کی بیعت وتولیت میں بھی کسی شرعی مصلحت کے لیے اصولِ اہل سنت کے موافق اگر کوئی گناہ نہ تھا، اور ہزاروں بے گناہ انسانوں کے قتل، حرمِ مدینہ ومکہ کی بے حرمتی اور ہزار دوشیزاؤں کی عصمت دری جیسے وہ نقصانات بھی ظاہر ہے کہ اس میں ہرگز نہ تھے جو خلعِ بیعت اور خروج میں تھے تو پھر کوئی آپ سے بھی تو پوچھ سکتا ہے کہ خلعِ بیعت اور خروج کرنے والوں نے بھی یہ پُرامن بے گناہ راستہ آخر کیوں اختیار نہ کیا؟ اگر وہ بھی یہی بے گناہ مگر پُرامن راستہ اختیار کر لیتے تو نہ اتنا قتل وقتال اور خون خرابا ہوتا نہ حرم مکہ ومدینہ کی اس قدر بے حرمتی ہوتی اور نہ ایک ہزار دوشیزاؤں کی عزت یوں خاک میں ملتی۔ ایسی صورت میں اگر کوئی، مدینہ ومکہ کی عزت وحرمت کی اس پامالی، ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے اس بے گناہ قتل وقتال اور ہزار دوشیزاؤں کی اس عصمت دری وغیرہ وغیرہ کی تمام تر ذمہ داری اُلٹا ان حضرات پر ہی ڈالنے لگے جنھوں نے بقول آپ کے شرعی مصلحت اور اثارتِ فتنہ سے بچنے والا بے گناہ مگر پُرامن راستہ اختیار کرنے کے بجائے جان بوجھ کر اس شرعی مصلحت کے خلاف اور خوفِ فتنہ والا بے گناہ ہی سہی مگر پُرخطر راستہ اختیار کیا تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ آپ اس کی اصلاح اتنی آسانی سے کر سکیں گے۔

⑨ ۔۔۔آپ نے حرہ میں 700 مہاجرین اور انصار اور دس ہزار دیگر اہلِ مدینہ کا جانیں قربان کرنا لکھا ہے (ص 9) لیکن اگر کوئی آپ سے ان سات سو میں سے صرف سات مہاجرین اور صرف سات ہی انصار کے نام پوچھ لے تو مجھے یقین نہیں کہ آپ صرف سات، سات نام بھی بتا سکیں، محمود احمد عباسی اور ان کے پیروکاروں نے یزید کو صالح وعادل وغیرہ ثابت کرنے کے لیے بڑا زور مارا تو سنہ 50ھ سے لے کر سنہ 108ھ تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساری اسلامی مملکت میں پھیلے ہوئے صرف تین پونے تین سو صحابہ رضی اللہ عنہم نکال سکے، آپ صرف حرہ میں شہید ہونے والے سات سو اور وہ بھی عام نہیں بلکہ خالص مہاجرین وانصار بتا رہے ہیں؟، چلیے آپ واقعۂ حرہ والے سال یعنی سنہ 63ھ میں ساری اسلامی مملکت میں سے صرف مہاجرین وانصار نہیں بلکہ علی العموم چھوٹے بڑے سب صحابہ رضی اللہ عنہم ہی سات سو پورے کر دیں، آپ خود یہ تصریح کر چکے ہیں کہ ''یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے وقت کسی ایک شہر میں دو سو صحابہ موجود ہوں''①

یزید کے حق میں ذرا سی کوئی بات کرے تو آپ سندیں اور ثبوت مانگنے لگ جاتے ہیں اس پر اتنے بڑے بڑے الزامات لگانے کے لیے بھی کوئی سند اور دلیل وثبوت ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے اور یقیناً ضروری ہے تو بسم اللہ، یزید کی شراب نوشیوں، امہات الاولاد حتیٰ کہ بیٹیوں، بہنوں تک سے زنا کاریوں، نمازوں کی بربادیوں اور باجوں طبلوں کے ساتھ گانے والیوں کے جھرمٹ میں رہنے جیسی اس کی رنگ رلیوں کی کوئی قابلِ اعتماد سند اور کوئی ایسا ثبوت پیش کریں جو الزام وثبوت کے شرعی ضابطوں میں قابل قبول ٹھہرتا ہو۔ اور ان سات سو مہاجرین وانصار کا کوئی اتا پتا بھی کسی قابل اعتماد سند سے بتائیں۔

⑩ ۔۔۔مولانا محمد امین صاحب نے حضرت محمد بن الحنفیۃ رحمہ اللہ کی شہادت پیش کی تھی، آپ نے جواباً فرمایا کہ: ''صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے اجماع کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت کیا رہ جاتی ہے''...... ''یہ قول اُن سے کسی قابل اعتماد سند سے ثابت ہی نہیں''۔ آگے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور اہلِ حرہ کے تحقیقاتی کمیشن (جس کے سربراہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہم تھے) کے حوالہ سے یزید کی وہی شراب نوشیاں، بندر بازیاں، رنڈی بازیاں اور نمازوں کی بربادیاں وغیرہ وغیرہ ذکر کر کے آخر

① مجموعۂ رسائل، تحقیق مسئلہ آمین، ج1ص29

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں آپ نے لکھا ہے کہ ''مولانا ان سب صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے مقابلہ میں آپ ایک محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ کی بات بے سند ہے پیش کرتے ہیں، جس کی بات کو تمام اہل مدینہ نے رد کردیا وہ آپ کو پسند آگئی'' ①

فسقِ یزید پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کا دعویٰ بالکل خلافِ واقعہ ہے، کیا جنہوں نے یزید کو خلیفہ نامزد کیا تھا وہ صحابہ رضی اللہ عنہم نہ تھے؟ بلکہ عبداللہ بن مطیع جیسے صحابہ تو خود ان کے مدمقابل یزیدی لشکر میں بھی موجود تھے، چنانچہ عبداللہ بن مسعدہ فزاری، رَوح بن زنباع الجذامی، مسلم بن عقبہ، حضرت عبداللہ بن عصام الاشعری، عمر بن سعد کوفہ کے امیرِ عسکر رضی اللہ عنہم، یزیدی لشکر میں تھے (دیکھو، الإصابة فی تراجمهم)، کیا انہوں نے زانی، شرابی اور لُچے لفنگے کو خلیفہ بنادیا تھا؟ اُس وقت اگر وہ ایسا نہ تھا تو پھر وہ ایسا کب بنا تھا؟ اس کا کوئی اتا پتا بھی تو بتانا چاہیے؟ پھر جن حضرات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہلِ مدینہ کو خلعِ بیعت اور خروج سے منع کیا تھا، کیا وہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم نہ تھے؟ یہ کہنا کہ وہ بھی جانتے مانتے اس کو فاسق وفاجر ہی تھے، صرف اثارتِ فتنہ سے بچنے بچانے کے لیے انہوں نے منع کیا تھا، محض بلا دلیل ہے، اگر اس کے فسق پر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع ہوتا تو بعد کے اہل سنت اس میں مختلف نہ ہوتے ② یہ کہنا کہ وہ، یزید کا نام لے کر

---

① جوابی مضمون، ص7و8

② رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند، محدث جلیل حضرت مولانا ابوالمآثر حبیب الرحمن الاعظمی رحمہ اللہ (م1412ھ)، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے (جس میں قاری صاحب نے یزید کے فسق پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع بتایا تھا)، لکھتے ہیں: ''مہتمم صاحب کی پوری کتاب پڑھ جایئے، یزید کے فسق پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے اتفاق کا ایک ثبوت بھی انہوں نے پیش نہیں کیا ہے، اور کیسے پیش کرسکتے جبکہ یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ یزید کے عہد میں جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، سب نے یزید کی بیعت قبول کرلی تھی، صرف دو صحابیوں (حضرت حسین اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم) نے بیعت قبول نہیں کی تھی۔ اور عقلاً ونقلاً کسی طرح یہ درست نہیں ہے کہ دو کے سوا سب صحابہ رضی اللہ عنہم ایک فاسق کی بیعت پر راضی ہوجائیں۔ اگر مہتمم صاحب فرمائیں کہ اس وقت یزید فاسق نہیں تھا، اور بعد میں ہوا، ==>

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس پر لعنت کرنے نہ کرنے میں مختلف ہوئے تھے، اس کے فاسق ہونے نہ ہونے میں مختلف نہ ہوئے تھے، یہ بھی محض تحکم ہے، نام لے کر لعنت کے جواز وعدمِ جواز کا اختلاف تو ہے ہی صرف انہی حضرات کے درمیان جو اس سے فاسقانہ وفاجرانہ افعال کا صدور ثابت مان کر اس کو فاسق وفاجر مانتے ہیں۔ رہے وہ حضرات، جن کے نزدیک اس سے فاسقانہ وفاجرانہ افعال کا صدور ثابت ہی نہیں وہ تو اس کو فاسق وفاجر نہیں مانتے، نام لے

==> تو اولاً: انہوں نے تسلیم کرلیا کہ حضرت حسین وابن الزبیر رضی اللہ عنہم کا امتناع یزید کے فسق کی وجہ سے نہ تھا۔ ثانیاً: ان کو بتانا پڑے گا کہ پھر بیعت کے کتنے دنوں بعد وہ فاسق ہوا۔ پھر مستند حوالوں سے بتانا پڑے گا کہ کن کن صحابیوں نے اس کو فاسق کہا ہے، یا اس کے فاسقانہ اعمال کو بیان کیا ہے، اور اگر وہ یہ نہ کرسکیں تو انکا یہ دعویٰ صحابہ رضی اللہ عنہم پر کھلا ہوا افترا ہے۔۔۔مہتمم صاحب نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اگر یزید باتفاق صحابہ، فاسق ہوتا، تو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اس فاسق وفاجر کے ساتھ ساتھ ہرگز لگے نہ رہتے، ہماری عقیدت اس بات کو کسی طرح قبول نہیں کرتی کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی، ایک شرابی، زانی، اور بے نمازی امیر کی مجلسوں میں برابر شریک ہوں گے، اس کی طرف سے سفارت کی خدمت انجام دیں گے، اور اس کی طرف سے حمص کے امیر بن کر اس کی حکومت کو قوت پہنچائیں گے۔ اسی طرح ہماری عقیدت اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرسکتی کہ ایک شرابی وبے نمازی وزانی کی بیعت توڑنے والوں کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسے فقیہ مجتہد، عالم باعمل اور متقی پاکباز صحابی یہ حدیث سنانے جائیں گے کہ: جو امام کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے گا وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی۔۔۔ اور جو اس حال میں مرے کہ اس کی گردن میں امام کی بیعت کا قلادہ نہ ہو، وہ جاہلیت کی موت مرا (دیکھو مسلم، 2/128)، اس موقع پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اس حدیث کو سنانا صریح دلیل اس بات کی ہے کہ وہ یزید کو فاسق وفاجر نہیں سمجھتے تھے، اگر فاسق وفاجر سمجھتے تو یہ حدیث نہ سناتے، بلکہ یہ فرماتے کہ ایسے فاسق کی بیعت توڑ دینا جائز تو ضرور ہے، مگر بڑے فتنہ کا اندیشہ ہے، لہٰذا یہ اقدام جائز یا مناسب نہیں ہے۔ (تبصرہ بر ''شہید کربلا ویزید''، ص 73 تا 75)
از: ابوسعد رضوان اللہ سیالکوٹی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کر ہو یا بغیر نام لیے، لعنت کے جواز کے قائل وہ کہاں ہوں گے؟ بلکہ ان کے ہاں تو لعنت کا جواز و عدمِ جواز سرے سے زیرِ بحث ہی نہیں خواہ بنام ہو یا بلا نام۔ چنانچہ اکابرِ علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہم اور خود مفتیانِ جامعہ خیر المدارس کی تصریحات گزر چکی ہیں، ایک تصریح حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بھی ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

''أما ترك سبّه ولعنته فبناءً علىٰ إن لم يثبت فسقه الذى يقتضي لعنه أو بناءً علىٰ أن الفاسق المعين لا يلعن بخصوصه إما تحريماً وإما تنزيهاً'' ①

یزید کے فسق و فجور پر آپ کے دعوے کے مطابق اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع مان لیا جائے تو پھر اس کے بعد یہ بھی ماننا پڑے گا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جانتے مانتے ہوئے بھی ایک فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ وغیرہ کو خلیفہ بنا کر یا مان کر اپنے ہاتھوں خلافتِ عادلہ کی جگہ خلافتِ باطلہ قائم کر کے گناہ کمایا تھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خلافتِ باطلہ کی جگہ خلافتِ عادلہ کے قیام کی حسینی کوششوں میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے یا کم از کم ان کا حوصلہ ہی بڑھانے کے بجائے اُلٹا ان کو بھی اس سے نہ صرف منع کیا تھا بلکہ یزید جیسے فاسق و فاجر اور زانی و شرابی کی ہی اطاعت قبول کر کے خلافتِ باطلہ پر ہی قناعت کر لینے کی ان کو دعوت دی تھی، نیز یہ کہ وہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ وعیدیں، خلافتِ باطلہ غیر منعقدہ (اہلِ سنت کے نزدیک فاسق کی خلافت منعقد نہیں ہوتی، یزید فاسق تھا تو اس کی خلافت منعقد ہی نہ ہوئی تھی اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو قبول کرنے کی دعوت دے رہے تھے تو لازم آیا کہ وہ خلافتِ باطلہ غیر منعقدہ کو قبول کرنے کی دعوت دے رہے تھے) کو قبول نہ کرنے اور زانی و شرابی متغلب کی اطاعت نہ کرنے پر سناتے رہے۔

ظاہر ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسا کوئی دشمنِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی سوچ سکتا ہے، کوئی صحیح

① فتاوی ابن تیمیہ، ج8 ص484 طبع لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

العقیدہ سُنی مسلمان ایسا ہرگز نہیں سوچ سکتا، لہٰذا یہ کہے اور مانے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ یزید کے فاسق وفاجر اور زانی وشرابی وغیرہ وغیرہ ہونے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہرگز نہ تھا بلکہ اس سے متعلق ان میں اختلاف تھا، اور بارِ ثبوت اس پر شراب نوشیوں، زنا کاریوں اور کتے، چیتے، بندر بازیوں نیز رنڈی بازیوں کا الزام لگانے والوں پر ہے، انکار کرنے والوں پر نہیں۔

رہی بات اس قول کے بے سند ہونے کی؟ تو یہ بات آپ کی بجا ہے،① لیکن آپ نے شراب نوشیوں، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں تک سے زنا کاریوں اور بندر بازیوں، رنڈی بازیوں کے جو شرمناک الزامات اس پر لگائے ہیں اور بار باران کو دہرایا ہے ان کی بھی تو قابل اعتماد سند کوئی ماں کا لال پیش کرے؟ یہ الزامات بھی تو کسی قابل اعتماد سند سے ثابت نہیں، بلکہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ (رضی اللہ عنہم) کی شان سے بہت ہی فروتر ہونے کی وجہ سے وہ بھی ان پر بہتان ہی بنتے ہیں، حالانکہ الزامات کے لیے قوی اور قطعی ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ براءت کے لیے شک اور احتمال بھی کافی ہوجاتا ہے۔ تاریخ میں جب محمد رحمہ اللہ بن الحنفیہ کا یہ قول مذکور ہے تو کم از کم احتمال تو اس کا ہے ہی کہ وہ ان کا ہی قول ہو، لہٰذا یزید کی براءت کے لیے کافی ہوگا، بخلاف آپ کے الزامات کے کہ ان کے ثبوت میں جب تک ایک رائی جتنا احتمال بھی رہے گا اس وقت تک وہ ثابت نہ ہوں گے، لہٰذا محمد رحمہ اللہ بن الحنفیہ کے قول کی قابل اعتماد سند کی بات کرنے کے بجائے آپ کو ان الزامات کی قابل اعتماد سند کی فکر کرنی چاہیے جو آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما یا ابن کثیر اور الصواعق وغیرہ کے حوالے سے یزید پر لگائے ہیں۔

آپ کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ ''محمد بن الحنفیہ کی بات کو تمام اہلِ مدینہ نے رد کردیا تھا''۔ اول تو اس لیے کہ نہ تمام اہلِ مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا (چنانچہ آلِ عمر،

---

① درست بات یہی ہے کہ محمد بن علی الحنفیہ رحمہ اللہ کا یہ قول بے سند نہیں بلکہ مسند ومتصل سند سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ''یزید رحمہ اللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ'' از فضیلۃ الشیخ کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ، (صفحہ 480 تا 483، 702 تا 722) از: محمد فہد حارث

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آل علی، آلِ عباس، آلِ جعفر رضی اللہ عنہم، اس میں شریک نہ تھے، اسی طرح انصار کا سب سے بڑا قبیلہ ''بنی عبد الاشہل'' بھی اس میں شریک نہ تھا، مدینہ کے بڑے بڑے ذی اثر گھرانے بھی اس خروج سے بے زار تھے، خود شہر والوں کی مدد سے ہی شہر پر یزیدی فوج کا قبضہ ہوا تھا، مدینہ میں رہائش پذیر تمام بنو امیہ بھی اس خروج سے الگ تھلگ تھے)، اور نہ تمام اہلِ مدینہ نے یزید پر شراب نوشی وزنا کاری اور ترک صلوٰۃ وغیرہ کے الزام لگائے تھے اور نہ محمد رحمہ اللہ بن الحنفیہ کی بات چیت ہی تمام اہل مدینہ سے ہو رہی تھی بلکہ ان کی گفتگو تو صرف عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھیوں سے ہو رہی تھی، یہ چند افراد اپنی ساری جماعت سمیت بھی ''تمام اہلِ مدینہ'' ہرگز نہ تھے۔

دوم! ان چند افراد نے بھی محمد رحمہ اللہ بن الحنفیہ کی بات رد نہ کی تھی بلکہ ان کے سوال پر کہ ''تم نے اس کو یہ کچھ کرتے دیکھا ہے''؟، اقرار کیا تھا کہ ''ہم نے اگرچہ خود دیکھا نہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ حق ہے'' ---إنه لحق وإن لم يكن رأيناه--- پھر محمد بن الحنفیہ نے ان پر قرآن سے اتمام حجت کیا تو وہ لاجواب ہو گئے۔ نیز انہوں نے ان کے ''ما رأيتُ... الخ'' والے مشاہدے کو بھی رد نہیں کیا بلکہ اس کو تسلیم کر کے یہ کہا کہ ''اس نے یہ سب آپ کو دکھانے کے لیے کیا تھا'' ---فإن ذلك كان منه تصنعاً لك--- اس کا بھی جو جواب محمد بن الحنفیہ نے دیا اس کو وہ رد نہیں کر سکے۔ الغرض ہر طرح سے وہ لاجواب ہوئے تھے، اس کو یہ کہنا کہ ''تمام اہل مدینہ نے ان کی بات کو رد کر دیا تھا''، حد درجہ تعجب خیز اور مضحکہ خیز ہے۔

اسی طرح آپ کا محمد رحمہ اللہ بن الحنفیہ کی بات کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے مقابلہ میں کہنا بھی بالکل غلط ہے، کیونکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم بھی اس خروج میں اہل حرہ کے ساتھ شریک نہ تھے اور نہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کا یزید کو فاسق وفاجر اور زانی وشرابی کہنا، ماننا ہی کسی قابل اعتماد سند سے ثابت ہے، قسم اول کے صحابی تو صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما ہی تھے، قسم دوم یعنی عہد نبوی میں صرف پیدا ہونے کی وجہ سے صحابی کہلانے والے بھی دس بارہ سے زیادہ نہ تھے، پھران میں سے بھی اکثر کے بارے میں صرف ''قُتِل یوم الحرۃ'' کی تصریح ملتی ہے یہ تصریح نہیں ملتی کہ وہ باقاعدہ اہل خروج کے ساتھ شریک ہوکر یزیدی فوج سے مقابلہ میں قتل ہوئے یا ہڑبونگ میں، بہرحال ان سب کو صحابی بھی مان لیا جائے اور خروج میں باقاعدہ شریک بھی تو تب بھی یہ ''تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم'' نہیں بنتے بلکہ صرف چند بنتے ہیں، جبکہ اس خروج میں شریک نہ ہونے والے، بلکہ اوروں کو بھی سختی کے ساتھ منع کرنے والے نیز خود بھی یزید کی اطاعت ولزومِ جماعت پر قائم رہنے والے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم ان سے تعداد میں بھی کہیں زیادہ تھے اور مرتبے میں بھی ان سے کہیں بڑھ کر تھے۔

پھر آپ کی یہ تعریض بھی بالکل بے معنیٰ ہے کہ ''جس کی بات کو تمام اہلِ مدینہ نے رد کردیا وہ آپ کو پسند آگئی''، اس لئے کہ اول تو (وہ بعض) اہلِ مدینہ محمد رحمہ اللہ بن الحنفیہ کی بات کو رد نہ کرسکے تھے بلکہ دلیل کے اعتبار سے خود ان کی بات رد ہوگئی تھی، کما مرّ آنفاً۔ دوم اگر یہی فرض کرلیا جائے کہ انہوں نے اِن کی بات رد کردی تھی تو تب اس کا پسند آجانا بالکل ہی بے بنیاد نہیں بلکہ اس کی ایک معقول وجہ موجود ہے، وہ یہ کہ یہاں تقابل صرف تمام اہل مدینہ اور محمد رحمہ اللہ بن الحنفیہ کا ہی نہیں تھا بلکہ دید وشنید کا تقابل بھی تھا، محمد رحمہ اللہ بن الحنفیہ اپنا مشاہدہ بیان کررہے تھے اور اہل مدینہ (بلکہ صرف اہل حرہ) محض سُنی سنائی اور خالص افواہی بات کو آگے چلتا کررہے تھے، اور دید وشُنید میں دید کو ہی پسند کرنا یا اس کا پسند آنا نہ صرف یہ کہ قرین عقل وقیاس ہے بلکہ تعلیمِ نبوی بھی ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد (حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا) کا واقعہ مذکور ہے کہ بعض منافقین نے ان کو ان کے چچازاد بھائی (حضرت مابور رضی اللہ عنہ) سے متہم کردیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مابور رضی اللہ عنہ کو جا کر قتل کر دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے اور اور اس کو پکڑ کے جو اپنی طرف کھینچا تو اس کشمکش میں اس کا ستر کھل گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پیدائشی طور پر اس کا عضو مخصوص ہی نہ تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو قتل کیے بغیر واپس آ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری بات آ کر بتلا دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الشاهد یریٰ ما لا یریٰ الغائب'' یعنی حاضر وہ کچھ دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔① فقہاء نے بھی اس اصول کو دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے، چنانچہ صاحبِ ہدایہ ایک جگہ ایک مسئلہ کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ولیس الخبر کالمعاینة''②، نیز حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے مسند احمد کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کیا ہے: ''لیس المخبر کالمعاین''، محشی لکھتے ہیں ''قال الحاکم: هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين فلم يخرجاه ووافقه الذهبي وصححه ابن حبان وقال الهيثمي: رجاله رجال الصحيح''③

دیکھ لیجیے یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شنید پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دید کو پسند فرما رہے ہیں، وہاں تو شنید بھی چند اہلِ مدینہ کی تھی ان کے مقابلہ میں محمد رحمہ اللہ بن الحنفیہ کی دید اگر مولانا امین صاحب کو پسند آ گئی تو اس پر تعریض کے کیا معنیٰ؟۔④

① صحیح مسلم، ج2 ص368 والبدایة، ج5 ص307

② الهداية، ج3 ص170 مکتب شرکت علمیہ ملتان

③ الجواب الکافي فیمن سئل عن الدواء الشافي، از ابن قیم، ص54

④ رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند، محدث جلیل حضرت مولانا ابوالمآثر حبیب الرحمن الاعظمی رحمہ اللہ (م1412ھ) لکھتے ہیں: ''اور یہ جو بعض علماء جذبات کی رَو میں بہہ کر کہہ دیتے ہیں کہ یزید کی بداعمالیوں کی شہرت حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے، تو میرے نزدیک یہ بات محبتِ اہل بیت کے جوش میں قلم سے نکل گئی ہے، مگر شریعت ایسے جوش کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں کرتی، اور میں اس کو ان علماء کی اضطراری حرکت سمجھتا ہوں، ورنہ حقیقت کی میزان میں ان کی یہ بات پوری نہیں اترتی، ہر افواہ جو پھیل جائے اس کو خبر متواتر کہنا تواتر کی سخت توہین ہے، تواتر کے لیے جہاں اور شرطیں ہیں اس کی ایک <==

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض دفعہ ایک آدمی پروپگنڈہ سے متأثر ہو کر ایک امرِ غیر واقع کو امرِ واقع یقین کر سکتا ہے، اور یہ نبوت کے بھی منافی نہیں چہ جائیکہ صحابیت و تابعیت کے؟

اس لیے کچھ بعید نہیں کہ اہل مدینہ، سبائی پروپگنڈے سے متأثر ہو کر ہی یہ باتیں کر رہے ہوں، کیونکہ یہ اقرار تو وہ خود کر رہے ہیں کہ انہوں بچشمِ خود یزید کو یہ کام کرتے نہیں دیکھا، ایسی صورت میں یہ محض ان کی شنید ہوئی، اور شنید و دید میں تعارض کے وقت دید کا قابلِ پسندیدگی ہونا بنصِ حدیث ثابت ہے، لہٰذا مولانا امین صاحب نے محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ کی دید کو اہلِ مدینہ کی شنید کے مقابلہ میں پسند کیا ہے تو بالکل صحیح کیا ہے، اس پر آپ کی تعریض بالکل غلط ہے بلکہ اگر اس کو حدیثِ مذکور کے خلاف بھی کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہو۔

⑪ آپ نے ایک درجن کے قریب اکابر علماء اہل سنت کا یزید کو فاسق و پلید وغیرہ کہنا بھی نقل کیا ہے۔ بالکل بجا! لیکن آپ تو محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ جیسی عظیم تابعی شخصیت کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں بے حیثیت قرار دے آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں ان کی بات بڑی

==> ضروری شرط یہ ہے کہ اگر خبر کا تعلق کسی دیکھنے والی چیز سے ہے تو ضروری ہے کہ اس کا مستندِ انتہا مشاہدہ ہو، ورنہ وہ متواتر نہیں ہو سکتی۔ پس یزید کی بداعمالیوں کو متواتر کہنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ان خبروں کا سلسلہ اوپر جا کر جہاں ختم ہوتا ہے، وہاں بکثرت ایسے لوگوں کے بیانات پائے جاتے ہیں یا نہیں جو یہ کہتے ہوں کہ ہم نے ان بداعمالیوں کا ارتکاب کرتے ہوئے یزید کو دیکھا ہے، اگر خبروں کا سلسلہ ایسے بیانات پر منتہی ہوتا ہے تو ان کو متواتر کہنا بے شک صحیح ہے، لیکن اگر ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی آخری کڑی محض افواہ اور سُنی سنائی باتیں ثابت ہوتی ہیں، تو تواتر کہنا بالکل غلط اور صریح مغالطہ ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھ کر کہنے والا ایک شخص بھی نہیں ہے، چہ جائیکہ جم غفیر، اور دعویٰ کر دیا جاتا ہے تواتر کا، حالانکہ ایسی صورت میں تواتر تو درکنار، شرعی اصول سے بداعمالیوں کا مطلقاً ثبوت نہیں ہوتا، ایسی صورت میں یزید پر شرعی اصول سے فاسق ہونے کا حکم کیسے لگے گا؟''

(تبصرہ بر ''شہیدِ کربلا و یزید''، ص50و51) از: ابوسعد رضوان اللہ سیالکوٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سختی سے رد کر آئے ہیں، یزید کو خلیفہ بھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہی بنایا تھا، اس کی بیعت کرنے اور اس پر قائم رہنے والوں میں بھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، اس کی بیعت توڑنے اور اس کے خلاف خروج کرنے والوں کو سختی سے منع کرنے والے بھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم ہی تھے، اور ادھر یہ اکابر اپنی جگہ کتنے ہی عظیم سہی پر سب مل کر بھی اکیلے محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ جتنے عظیم تو ہرگز نہ تھے، جب ان کی بات حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما جیسے صغار صحابہ کے مقابلہ میں آپ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتی تو ان سے نچلے درجے کے ان اکابر کی اس بات کو بھی کوئی آپ ہی کے اصول کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول و عمل کے مقابلہ میں اس سے بھی زیادہ بے حیثیت کیوں نہیں کہہ سکتا؟ اگر محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کی بات اس لیے بے حیثیت ہے کہ وہ بے سند ہے تو یزید کو شراب پیتے، زنا کرتے ان اکابر نے بھی نہ خود دیکھا ہے اور نہ کسی دیکھنے والے تک ان کی بھی کوئی سند ہی متصل ہے، ان کی یہ بات بھی محض بے سند افواہوں پر ہی مبنی ہے سَند وندا اُن کی اِس بات کی بھی کوئی نہیں ہے۔ الغرض! جیسے آپ نے محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ جیسی عظیم تابعی شخصیت کی بات کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں بے حیثیت و بے سند کہہ کر رد کر دیا ہے، ایسے ہی کوئی آپ کا مدمقابل ان اکابر کی اس رائے کو بھی ان کی تمام تر عظمت کے باوجود صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں اول تو اس سے کہیں بڑھ کر ورنہ کم از کم اسی حد تک تو ضرور ہی بے حیثیت و بے سند کہہ کر رد کر سکتا ہے۔ پھر آپ کا دعویٰ تو فسقِ یزید کے اجماعی ہونے کا ہے، ان درجن کے قریب اکابر کے اس کو فاسق و پلید کہنے سے اس کا اجماعی ہونا کیسے ثابت ہو گیا جبکہ انہی یا انہی جیسے اکابر نے ہی اس فسق و فجور کو اختلافی بھی بتلایا ہے؟۔

یہ سب آپ کے ہی ضابطے قاعدے کے مطابق ہے، ورنہ حقیقت کے اعتبار سے اکابر کی اس بات کو بھی رد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر کوئی شخص ان اکابر کی اتباع میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یزید کو فاسق اور پلید ہی کہنا چاہتا ہے تو جیسے انہوں نے کہا ہے ویسے بڑے شوق سے کہے، لیکن اس سے آپ کو کیا فائدہ؟ اور مولانا محمد امین صاحب اور کرزئی کو کیا نقصان؟، کیونکہ جن اکابر نے اس کو فاسق و پلید وغیرہ کہا لکھا ہے انہوں نے ہی اس سے ملعونانہ وفاسقانہ افعال کا صدور ثابت نہ ماننے کو بھی حق، صحیح اور موافق اصول کہا اور لکھا ہے، اِس طرف بھی نصوص سے دلائل کا بکثرت موجود ہونا بتایا ہے، اس اعتبار سے ان اکابر کا مسلک یزید کو صرف فاسق و پلید وغیرہ کہنا ماننا ہی نہ ہوا بلکہ اس کو یہ کچھ نہ کہنا نہ ماننا بھی ہوا، لہٰذا اگر کوئی شخص اس کو فاسق اور پلید وغیرہ کہنا ماننا نہ چاہے تو جیسا کہ میں شروع میں عرض کر آیا ہوں، غلط اور اکابر کے مسلک کے خلاف اس کو بھی نہیں کہا جا سکتا اور نہ ایسے شخص کے خلاف اکابر کی یہ عبارتیں حجت کے طور پر پیش ہی کی جا سکتی ہیں، کیونکہ وہ بھی اکابر کا کہا ہوا ہی کہہ اور مان رہا ہے۔①

نیز اس لیے بھی اس کو غلط اور اکابر کے مسلک کے خلاف نہیں کہا جا سکتا کہ یہ شخص بھی یزید کو عادل، صالح کہہ کر بعینہ وہی کچھ کہتا کرتا ہے جو کچھ اکابر نے اس کو فاسق و فاجر کہہ کر کہا اور کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یزید کی خلافت و بیعت سے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف تھا، ایک جماعت اگر اس کے حق میں تھی تو دوسری جماعت اس کے خلاف تھی، ایسی صورت میں یزید کو فاسق وفاجر کہا جائے یا عادل وصالح کسی صورت میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے دونوں موقف صحیح نہیں بنتے بلکہ صرف کوئی ایک ہی صحیح بنتا اور اس کے

---

① رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند، محدث جلیل حضرت مولانا ابوالمآثر حبیب الرحمن الاعظمی رحمہ اللہ (م 1412ھ) لکھتے ہیں ''عقیدہ فسقِ یزید کا تعلق سُنّیت سے نہیں ہے، نہ اثباتاً نہ نفیاً، بلکہ اس کی حیثیت محض ایک علمی تحقیق کی ہے، اگر کسی عالم کے نزدیک شرعی قواعد کے ماتحت اس کا فسق ثابت ہو، اور وہ اس کو فاسق مانتا ہو، تو وہ بھی سُنّی ہے، اور کسی عالم کے نزدیک ان قواعد کی رُو سے اس کا فسق ثابت نہ ہوتا ہو تو، اس لیے وہ اس کو فاسق نہ مانتا ہو تو وہ بھی سُنّی ہے''
(تبصرہ بر ''شہیدِ کربلا و یزید''، ص 109)۔ ابوسعد رضوان اللہ سیالکوٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدِ مقابل دوسرا لازماً غلط ہی قرار پاتا ہے، چنانچہ اگر اس کو فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ کہا جائے تو اس کی خلافت و بیعت سے اختلاف کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف بظاہر صحیح بن جاتا ہے لیکن اس سے اتفاق کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف غلط ہی نہیں بلکہ گناہ بھی ہے۔ اور اگر اس کو صالح و عادل کہا جائے تو اس کی خلافت و بیعت سے اتفاق کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف تو صحیح بن جاتا ہے، لیکن اس سے اختلاف کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف، غلط قرار پاتا ہے کیونکہ ایک صالح و عادل خلیفہ کو خلیفہ نہ ماننا، اس کی بیعت و اطاعت نہ کرنا، اس سے بڑھ کر بیعت کر کے توڑ دینا اور اس کے خلاف خروج کرنا کرانا غلط اور گناہ ہے۔

ایسی صورت میں کوئی شخص، یزید کو فاسق و فاجر کہے یا عادل و صالح، اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان دونوں موقفوں میں سے کسی ایک موقف کی کوئی مناسب تاویل ضرور کرنی پڑے گی۔ چنانچہ اکابر علماء اہل السنۃ نے یہی کیا ہے کہ یزید کو فاسق و فاجر کہہ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کے موقف کو صحیح بنا لیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے موقف کی تاویل کر لی، لہٰذا اگر کوئی شخص، یزید کو صالح و عادل کہہ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے موقف کو تو صحیح بنا لے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کے موقف کی تاویل کر لے تو اصولی طور پر وہ بعینہ اکابر کے طریقۂ کار کی ہی پیروی کرنے والا سمجھا جائے گا، اس کی مخالفت کرنے والا اس کو ہرگز نہ کہا جائے گا کیونکہ اُس نے بنیادی طور پر وہی کچھ کیا ہے جو کچھ اکابر نے کیا تھا، اکابر نے یزید کو فاسق و فاجر کہہ کر ایک موقف کو صحیح بنایا اور دوسرے کی تاویل کی تھی اس نے بھی اس کو صالح و عادل کہہ کر ایک موقف کو صحیح بنایا اور دوسرے کی تاویل کی ہے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یزید کے فسق و عدل کی بحث سے اکابر کا مقصود اصلی اس کی تفسیق و تعدیل نہیں بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان موقفوں کی تصحیح و تاویل ہے جو انہوں نے یزید کی خلافت و بیعت سے متعلق اختیار کیے تھے، کیونکہ جب اس کو فاسق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفاجر یا عادل وصالح کہنے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دونوں موقف صحیح بنتے ہی نہیں بلکہ کوئی ایک ضرور غلط ہی ٹھہرتا ہے تو اکابر نے اس کی تفسیق وتعدیل کو مقصود اصلی بنا کر، کرنا ہی کیا تھا؟، لہٰذا صحابہ رضی اللہ عنہم کے موقفوں کی تصحیح وتاویل کے بجائے یزید کے فسق وعدل کو اپنا مقصود اصلی بنالینا، اسی کو ہر کسی سے اپنے اتفاق واختلاف کی بنیاد ٹھہرانا، اسی کے حوالہ سے اپنی جماعت میں تفریق پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ بجائے خود اکابر کے اصلی مقصود اور بنیادی مسلک سے انحراف ہے۔

⑫ آپ نے اکابر کی عبارتیں نقل کر کے مولانا محمد امین صاحب اورکزئی سے یہ پوچھا ہے کہ: ''مولانا ارشاد فرمائیے یہ بزرگ سب رفض وتشیع کی خدمت ہی کرتے رہے'' ①

لیکن مولانا محمد امین صاحب نے تو آپ کے مضمون کی بابت لکھا تھا کہ اس میں ''یزید کے بارے میں سُنیت وحنفیت سے زیادہ رفض وتشیع کی ترجمانی کی گئی ہے''، انہوں نے ان اکابر کے بارے میں تو نہ لکھا تھا، اور آپ کے مضمون کے بارے میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے بالکل صحیح لکھا ہے، اس سے اکابر کے بارے میں بھی ان کا یہی لکھنا لازم نہیں آتا، کیونکہ آپ کے مضمون اور اکابر کے لکھے ہوئے میں زمین وآسمان کا فرق ہے، مثلاً:

الف۔۔۔ اکابر نے یزید کو فاسق وپلید صرف لکھا یا بتایا ہے، یہ کچھ اس کو زبردستی بنایا نہیں ہے جبکہ آپ نے تو محض تاریخی موضوعات ومکذوبات بلکہ خرافات ولغویات کی بنیاد پر اس کو فاسق وفاجر اور زانی وشرابی وغیرہ بنانے پر اپنا سارا زور لگا دیا ہے اور برابر لگائے جارہے ہیں۔

ب۔۔۔ آپ نے اپنے مضمون میں یزید کو صرف فاسق وفاجر ہی نہیں لکھا بلکہ اس سے متعلق کسی امام باڑے کی پوری مجلس پڑھی بلکہ پٹوائی ہے، جبکہ اکابر کی عبارتوں کا اس سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں نہ اس مجلس خوانی کا وہاں کوئی اتا پتا ہی ہے۔

① جوابی مضمون، ص3

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ج۔۔۔اکابر نے اس مسئلہ میں اختلاف نہ صرف برداشت کیا بلکہ خود اس کا قدیماً وحدیثاً اختلافی ہونا بیان کیا پھر جانبین کو حق، صحیح اور موافق اصول بھی کہا بلکہ دونوں طرف دلائل کا نصوص سے بکثرت موجود ہونا بھی بتایا، جبکہ آپ کا معاملہ اس کے برعکس ہے، آپ تو ادارہ ''الخیر'' کا ایک چند سطری اختلافی نوٹ -اختلافی نوٹ بھی نہیں بلکہ صرف ایک وضاحت۔۔۔اور وہ بھی عربی میں برداشت نہ کر سکے، اور محققین اہل سنت کے محقق مسلک کے منور چہرہ پر رافضیت وسبائیت یا بدترین مداہنت کی کالک مَلوا کے ہی دَم لیا، کیا اکابر کا بھی طریق اس سلسلہ میں یہی تھا؟۔

د۔۔۔اکابر نے بوقتِ ضرورت کسی سوال کے جواب میں یا کسی اور ضرورت کے تحت یزید کو فاسق بتایا اور کہا، لیکن اس کے فسق کو اپنی تقریر وتحریر اور تصنیف وتالیف کا مستقل موضوع نہیں بنایا، اس پر سینکڑوں صفحات کی ضخیم ضخیم کتابیں نہیں لکھیں، جب کہ آپ لوگوں کا طرزِ عمل اس کے بالکل خلاف ہے۔

ہ۔۔۔اکابر نے یزید کو فاسق کہا ہے لیکن دوسروں پر اس کو فاسق کہنا ایسا ٹھونسا نہیں جیسا کہ آپ لوگ ٹھونس رہے ہیں کہ جو اس کو فاسق وفاجر نہ کہے وہ، آپ کے نزدیک دیوبندیت اور دیوبندی مدارس سے اخراج کا مستحق اور یزیدی وخارجی اور ناصبی جیسے فتووں کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ ①

و۔۔۔اکابر نے اس کو فاسق کہا لیکن نہ تو سُنی عقیدہ کے طور پر اس کا پرچار کیا اور نہ اس کے فسق وفجور کی ترویج واشاعت کو باقاعدہ اپنا مشن ہی بنایا، نیز نہ اپنی جماعت کے

---

① رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند، محدث جلیل حضرت مولانا ابوالمآثر حبیب الرحمن الاعظمی رحمہ اللہ (م1412ھ) لکھتے ہیں: ''اس مسئلہ میں کوئی خاص دقت وپیچیدگی نہیں ہے کہ اس کی زیادہ وضاحت کی ضرورت ہو، ہمارے مخاطبین بھی اس کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں، مگر ان کو بعض محقق علماء کے رویہ سے غلط فہمی ہوئی ہے، انہوں نے کتابوں میں یہ دیکھ لیا کہ فلاں فلاں عالموں نے یزید کو فاسق بدمست اور متہوّر لکھا ہے، پس ان کی تقلید میں خود بھی اس کے لیے یہ الفاظ استعمال کرنے لگے، حالانکہ حقیقت==>

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے اپنے اتفاق واختلاف کی بنیاداس کو بنایا اور نہ اس کے حوالہ سے اپنی جماعت میں تفریق ہی پیدا کی، جبکہ آپ لوگ یہ سب کچھ بڑے اہتمام سے کررہے ہیں، آپ کے پیرومرشد کی تو اس سلسلے میں آخری بات ہی اپنے سے اختلاف کرنے والوں کی بابت یہ ہوتی ہے کہ وہ ''اگر یہ اعلان کردیں کہ وہ یزید کو فاسق تسلیم کرتے ہیں تو ہمارا اُن سے اختلاف ختم ہوجائے گا''۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب خطیب اسلام آباد، مولانا عطاء المحسن شاہ صاحب، اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب درویشی مرحوم وغیرہ سے اس کے علاوہ اور کیا اختلاف ہے آپ کے پیرومرشد کا؟، کیا اکابر نے بھی یزید کا فسق وفجور لوگوں سے یوں تسلیم کرایا تھا؟۔

ز۔۔۔ اکابر نے سُنیت کی بنیاد اگر رکھی ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رکھی ہے نہ کہ یزید پر، یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی موقف کی تصحیح وتغلیط کو صحیح اور غلط کا معیار بنایا نہ کہ یزید کے تفسیق وتعدیل کو، جبکہ آپ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تو نام تک نہیں لیتے اس سلسلے میں بلکہ یزید کو ہی روتے رہتے ہیں۔

اس لیے اس سلسلے میں آپ اکابر کی بات نہ کریں بلکہ اپنی بات کریں، ان اکابر پر مولانا امین صاحب کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا آپ ان پر اپنا حق سمجھتے ہیں۔ مولانا امین صاحب بھی ان اکابر کو زیادہ نہیں تو کم ازکم اتنا تو ضرور ہی سمجھ سکتے ہیں جتنا ان کو سمجھنے کا آپ دعویٰ کرسکتے ہیں، اور زیادہ نہیں تو کم ازکم آپ جتنے متبع تو وہ بھی ان کے ہیں ہی، نیز ان کی عبارتوں کی توضیح وتشریح اور تنقیح وتحقیق کا حق اور ملکہ بھی کم ازکم آپ جتنا تو ان میں

==> یہ ہے کہ ان علماء نے یا تو مؤرخین کے بیانات کی ترجمانی کی ہے، یا شہرتِ عام کی بنا پر جو خیال دماغوں پر چھایا ہوا تھا، اسی خیال کے تحت غوروفکر وتثبت کے بغیر یہ الفاظ ان کے قلم سے نکل گئے ہیں۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ جن علماء نے ہر ہر الزام کو تحقیقی معیار پر جانچ کر قلم اٹھایا، انہوں یا تو صراحۃً یزید کو غیر فاسق کہا ہے، یا اس کے فسق کو محتاجِ دلیل قرار دیا ہے''۔
(تبصرہ بر ''شہیدِ کربلا و یزید''، ص51)۔ ابوسعد رضوان اللہ سیالکوٹی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بھی ہے ہی، یہ اکابر کے مسلک و مشرب اور ان کے عقیدے ونظریے سے اتفاق واختلاف وغیرہ کا مسئلہ نہیں بلکہ ان کی عبارتوں کی توضیح وتشریح اور تنقیح وتحقیق کا مسئلہ ہے جس میں ایک مولانا محمد امین کا دوسرے مولانا محمد امین سے اختلاف ہے، اصل عقائد ونظریات میں اکابر کی پیروی وعدم پیروی کو اس میں کوئی دخل نہیں، چنانچہ آپ نے جو عبارتیں نقل کی ہیں ان میں سے بعض تو عبارتوں پر ہی کلام ہوسکتا ہے، اور بعض سے آپ کے استدلال پر گفتگو ہوسکتی ہے، مثلاً:

الف۔۔۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اس میں یزید کے فسق و فجور کا تو کوئی ذکر ہی نہیں، پھر اس میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ''تمام اسلامی ممالک میں خونِ شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہوگئیں'' یہ بالکل غلط اور تاریخی حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ واقعۂ کربلا کے پانچ سال بعد سنہ 66ھ میں مختار ثقفی جیسے معمولی، بے دین اور اہلِ بیت کے دشمن انسان نے اپنے ہی اقرار کے مطابق محض حصولِ دنیا کے لیے یہ مطالبہ کیا تھا، سنہ 66ھ سے پہلے نہ کوئی مطالبہ تاریخ میں ملتا ہے اور نہ اس حوالہ سے کوئی بغاوت ہی نظر آتی ہے، کربلا کے بعد سب سے پہلا واقعہ، حرہ کا واقعہ ہے، اہلِ مدینہ سے آپ نے یزید کو فاسق وفاجر، زانی وشرابی، بندر باز اور رنڈی باز سب کچھ کہلوایا لیکن خونِ شہداء کا مطالبہ برائے نام آپ بھی ان سے نہ کہلوا سکے، اس کے بعد واقعۂ مکہ پیش آیا وہاں بھی آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے یزید کے بارے میں وہ کچھ کہلوایا جو کچھ آپ ان سے کہلوا سکتے تھے لیکن خونِ شہداء کا نام بھول کر بھی آپ ان کی زبان سے نہ نکلوا سکے، اور واقعۂ کربلا کے بعد یہی دو واقعے پیش آئے جن میں خونِ شہداء کا اشارتاً وکنایتاً بھی کوئی ذکر نہیں ملتا، اور ان دو واقعوں کے علاوہ یزید کے دور میں اور کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس کو خونِ شہداء سے متعلق ہی کیا جا سکے چہ جائیکہ اس کے لیے بغاوت کا نام اس کو دیا جائے؟۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ب۔۔۔حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم کے آپ نے جو یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ یزید کے فسق وفجور پر ''صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سب کے سب متفق ہیں خواہ مبایعین ہوں یا مخالفین۔الخ'' یہ محض حکیم الاسلام کا اپنا خیال ہے جس کا کوئی واضح ثبوت یا کوئی واضح قرینہ صارفہ عن الظاہر انہوں نے بیان نہیں فرمایا۔ یہ حکیم الاسلام نے مبایعین صحابہ رضی اللہ عنہم کے اندر کی بات کی ہے اور اپنے اندر کی بات وہ صحابہ رضی اللہ عنہم خود ہی بتا سکتے تھے، تیرہ چودہ سو سال بعد قاری صاحب مرحوم یا کوئی اور نہیں بتا سکتا اور نہ کسی کی ایسی بے ثبوتی وبے قرینہ بات کسی اور کے لیے واجب التسلیم ہی ہے، پہلے عرض کر چکا ہوں کہ خلافِ ظاہر ایسی باتیں روافض کی ہی ان باتوں جیسی ہیں جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کرتے ہیں کہ بظاہر تو انہوں نے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی بیعت کر لی تھی، ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے لیکن اندر سے وہ ان کو (معاذ اللہ) منافق اور ظالم وغاصب ہی جانتے مانتے تھے۔فرمایئے! قاری صاحب کی اس بات میں اور رافضیوں کی اس بات میں کیا فرق ہے؟ کسی مستند آدمی کی ہر کتاب اور ہر بات ہی مستند نہیں ہوا کرتی۔ امام بخاری رحمہ اللہ سے بڑھ کر حدیث میں کون مستند ہوگا، لیکن آپ ہی فرمائیں کہ ان کی صحیح بخاری کے علاوہ ان کی دیگر کتب خصوصاً ''جزء القراءۃ خلف الإمام'' اور ''جزء رفع الیدین'' کو آپ کتنا مستند جانتے مانتے ہیں؟ حضرت مولانا قاری طیب صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (رحمۃ اللہ علیہما) کی شہید کربلا① ایسی ہی کتابوں میں سے ہیں جیسی امام بخاری رحمہ اللہ کی ''جزء القراءۃ'' اور ''جزء رفع الیدین'' اور ''تاریخ کبیر'' وغیرہ، یہ نہ مستند ہیں اور نہ کسی مدِ مقابل کے خلاف قابلِ استدلال، اور نہ ان کتابوں کی ایسی باتوں کا کوئی ایسا وزن ہی ہے کہ کسی مدِ مقابل پر ان کا

① حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی کتاب پر انہی کے ہم عصر، رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند، محدث جلیل حضرت مولانا ابو المآثر حبیب الرحمن الاعظمی رحمہ اللہ نے ایک جامع تبصرہ تحریر فرمایا تھا جو شائع ہو چکا ہے، اس تبصرہ کے صفحہ 34 سے صفحہ 90 تک فسقِ یزید کے بارے میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے موقف پر اعظمی رحمہ اللہ صاحب نے مفصل نقد فرمایا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ ابو سعد رضوان اللہ سیالکوٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رعب بٹھایا جا سکے۔①

مولانا! اگر ہر شخص کی ہر بات یوں سند کا درجہ حاصل کرنے لگ جائے تو پھر آپ کو صرف یزید کو ہی نہیں بلکہ اس کے باپ اور دادا کو بھی، پھر فاسق ہی نہیں بلکہ العیاذ باللہ، کافر، منافق، ظالم، دشمنِ اسلام وغیرہ وغیرہ بھی ماننا پڑے گا، کیونکہ اہل السنۃ کے جصاص جیسے اکابر نے یہ سب کچھ ان کو لکھا اور بنایا ہے۔ آپ نے تو یزید کے صرف فسق پر اور صرف ایک درجن کے قریب حوالے دیے ہیں، عبدالقیوم علوی نے اس کے باپ اور دادا یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تک کے صرف فسق نہیں بلکہ کفر ونفاق تک کے لیے ایک دو نہیں بلکہ ساٹھ سے بھی اوپر اکابرین اہلسنت کے حوالے دیے ہیں، اور ایسے حوالے ہیں کہ آپ جیسے مناظرین اہلسنت سارے بھی جمع ہو جائیں تو ان اکابر کی اس بات کی تردید وتغلیط کے سوا اس کا کوئی اور معقول جواب نہیں دے سکتے، یہ کیس عدالت میں ہے اور ابھی تک اس کے قانونی نکتوں پر بحث ہو رہی ہے، اگر بات اکابر کی عبارتوں تک پہنچی تو عدالت کو ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے کفر ونفاق تک کا فیصلہ دینے میں کوئی دشواری نہ آئے گی، اور یہ سب نتیجہ ہوگا اکابر کی ان نا قابلِ استدلال بلکہ قابلِ رد یا قابلِ تاویل عبارتوں سے بے جا وبے محمل استدلال کرنے کا۔② اس لیے

① مولف مذکور غالباً حنفی ہونے کے سبب مسلکی اختلاف کے تحت ایسی خلافِ واقعہ بات لکھ گیے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری کی مذکورہ کتب نہ صرف ان کے تبحر علمی پر شاہد ہیں بلکہ ہر دور کے ائمہ کے نزدیک مستند مانی جاتی رہی ہیں۔ (محمد فہد حارث)

② عبدالقیوم علوی نامی ایک شخص نے جو اپنے آپ کو سنی العقیدہ کہتا تھا ''تاریخ نواصب'' نامی ایک دل آزار کتاب لکھی جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ و دیگر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ سب کچھ لکھا، اس کے خلاف شہیدِ اسلام مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ (خطیب لال مسجد۔ اسلام آباد) نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا جو تقریباً پانچ سال تک چلا، مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی رحمہ اللہ اس مقدمہ میں مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے علمی وتحقیقی معاون تھے، عبدالقیوم علوی کی طرف سے پیش کردہ حوالوں وغیرہ کی جانچ پڑتال اور پھر ان کا جواب تیار کرنا انہی کے ذمہ تھا۔ الغرض بفضل اللہ تعالیٰ مورخہ 15 نومبر 1989ء کو جناب ملک محمد حفیظ صاحب، مجسٹریٹ درجہ اول نے اپنا فیصلہ سنایا جس کی رُو سے عبدالقیوم علوی کو تین سال قیدِ بامشقت کی سزا دی گئی، اور پھر اس کی کتاب پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس مقدمہ کی کاروائی ''مقدمۂ اسلام آباد'' کے نام سے شائع بھی ہوئی۔ (ابوسعد رضوان اللہ سیالکوٹی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکابر کی بات وہ پیش کرنی چاہیے جو مستند اور اصول وقواعدِ اہل السنۃ کے مطابق ہو، قابلِ استدلال و قابلِ حجت ہو، قابلِ رَدّ یا قابلِ تاویل نہ ہو۔ ایک بلا دلیل دعوے کو اگر یکے بعد دیگرے دس بیس یا سو پچاس اکابر نقل کرتے چلے جائیں تو محض کثرتِ نقول سے وہ مدلل نہیں ہوجاتا، فسقِ یزید پر اتفاق کا دعویٰ ایسا دعویٰ ہے جو بلا دلیل ہی نہیں بلکہ خلافِ دلیل بس نقل ہی ہوتا آرہا ہے۔ یہی مدعیانِ اتفاق دنیا کو بتاتے ہیں کہ یزید کو خلیفہ بنانے میں صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف، اس کو خلیفہ ماننے میں ان کا اختلاف، اس کی بیعت کرنے میں اختلاف، اس کے خلاف خروج کے جواز میں اختلاف، بالفعل خروج کرنے میں اختلاف، لیکن آگے یکدم دعویٰ کردیتے ہیں کہ ''فسق میں اتفاق''، کیا ایسے عجیب وغریب اختلاف واتفاق کی انوکھی مثال دنیا کے کسی اور مسئلہ میں بھی ملتی ہے؟، جب تک سارے پہلے اختلافات بھی اتفاق میں تبدیل نہیں کردیے جاتے اس وقت تک فسق میں اتفاق کا دعویٰ محض بلا دلیل اور غیر واجب التسلیم ہے۔ اس سلسلے میں بات حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی ہی حق وصواب ہے، باقی سب محض قیل وقال ہے۔

ج۔۔۔آپ نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے یزید کی گمراہی وضلالت کا شامی داعی لکھا ہے، اگر یہ عبارت واقعی شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی کی ہے اور الحاقی نہیں ہے تو میرا آپ سے مطالبہ ہے کہ کسی قابلِ اعتماد سند سے یزید کی کوئی ایک **دعوت إلی الضلالۃ** آپ پیش کریں۔ ہم تو اس کی ایک ہی دعوت جانتے ہیں جو اس نے غیر مبایعین اور خالعین کو دی تھی اپنی بیعت کی، اگر اس کی یہ دعوت، **دعوت إلی الضلالۃ** ہے تو جنھوں نے اس کو خلیفہ بنایا، اس دعوت کا موقع اس کو فراہم کیا، ان کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہوگا؟ وہ تو پھر یزید سے بھی بڑھ کر (العیاذ باللہ) **داعی إلی الضلالۃ** ہوں گے؟، اور اگر اس کے علاوہ کوئی ایسی دعوت تاریخ میں محفوظ ہے جس کو گمراہی اور ضلالت کی طرف دعوت کہا جاسکے تو کسی قابلِ اعتماد سند سے اس کی نشاندہی فرمائیے، اس کے بعد آپ کو حق ہوگا شاہ صاحب رحمہ اللہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس عبارت سے استدلال کرنے کا۔

د۔۔۔ اسی طرح حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب مرحوم اور حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی، مدظلہ العالی کا جو حوالہ آپ نے دیا ہے وہ بے سود ہے، کیونکہ اس میں تو انہوں نے سرے سے فسقِ یزید کی بحث ہی نہیں چھیڑی بلکہ یزید کو خلیفۂ عادل اور راشد قرار دے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دینے کی سعی میں مصروف ہونے کی بات کی اور اس مجموعی نظریے کو اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل کہا ہے۔ اور پھر اس مجموعی نظریے میں بھی مقصود اصلی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دینے والا جزو ہے، کیونکہ ان کو باغی قرار دینا کچھ یزید کو عادل وراشد قرار دینے پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ کہنے والا یزید کو فاسق وفاجر کہہ کر بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس حوالہ سے باغی کہہ سکتا ہے کہ جمہور اہل سنت کے نزدیک فاسق وفاجر متغلب حاکمِ وقت کے خلاف بھی خروج ناجائز اور اس کے شرعی احکام میں اس کی اطاعت واجب ہے۔① اور بیعت کا مطالبہ یزید کا شرعی حکم تھا غیر شرعی نہ تھا، اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عادل قرار دینے کے لیے یزید کو فاسق وفاجر قرار دینا بھی ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کو عادل وراشد ٹھہرا کر بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عادل ٹھہرایا جاسکتا ہے، چنانچہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے ''شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ وکردارِ یزید'' میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی موقف کی جو تشریح وتوضیح فرمائی ہے اس کے مطابق ان کے موقف کی صحت، یزید کے فسق وفجور پر موقوف نہیں رہتی، بلکہ وہ فاسق وفاجر ٹھہرے یا عادل وصالح قرار پائے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کربلائی موقف بہر صورت صحیح ہی رہتا ہے۔

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کربلائی موقف کا صحیح یا غلط ہونا نیز خود ان کا بھی عادل یا

① نووی شرح مسلم، ج2 ص125۔ فتح الباری، ج13 ص7و8و71۔ منہاج السنۃ، ج2 ص241۔ شرح عقائد مع النبراس، ص539۔ ازالۃ الخفاء مترجم، ج1 ص531 وغیرہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باغی ہونا یا یہ کچھ ان کو اوران کے اس موقف کو کہنا، یزید کے فسق وعدم فسق پر موقوف ہی نہ ہوا تو مفتی جمیل احمد صاحب اور مفتی عبدالشکور صاحب نے اس سلسلہ کے جس نظریہ کو یہاں اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل کہا ہے اس میں مقصودِ اصلی بھی یزید کو صالح وراشد قرار دینے والا جزو نہ ہوگا بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دینے والا جزو ہوگا۔

الغرض! ان حضراتِ مفتیانِ کرام نے یزید کو عادل وراشد خلیفہ قرار دے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دینے والے مجموعی نظریے کو اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل کہا ہے اور اس مجموعی نظریے کو مولانا محمد امین صاحب اور کرزئی بھی بالکل وہی کچھ کہتے ہیں جو کچھ ان مفتیانِ کرام نے کہا ہے، لہٰذا اِن حضرات کی عبارت سے مولانا کے خلاف آپ کا یہ استدلال محض بے سود وبے اثر ہے۔

رہیں باقی اکابر کی عبارتیں؟ تو ان میں اگرچہ یزید کے فسق وسق کا ذکر ہے لیکن آپ نے تو ان کی طرح اس کو فاسق وفاجر نہیں کہا، بلکہ روافض کی طرح اس کے فسق وفجور اور شراب نوشی وزنا کاری پر پوری مجلس پڑھی ہے، اور مولانا محمد امین صاحب اور کرزئی کا اعتراض بھی آپ کی اس رافضیانہ مجلس خوانی پر تھا محض یزید کو فاسق وفاجر کہنے پر نہ تھا، آپ نے اگر حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی رحمہما اللہ کی طرح اس کو فاسق وغیرہ کہا ہوتا تو مولانا اور کرزئی کو آپ پر بھی سُنیت وحنفیت سے زیادہ رفض وتشیع کی ترجمانی کا اعتراض اسی طرح نہ ہوتا جس طرح حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمہما اللہ پر ان کو نہیں، لہٰذا، اکابر کی یہ عبارتیں نہ آپ کو مفید ہیں اور نہ مولانا اور کرزئی کو مضر۔

⑬ آپ نے یزید اور اس کی خلافت وبیعت سے اختلاف کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کا آپس میں تقابل کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد امین صاحب سے پوچھا ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یزید فاسق تھا، اور اس کے مدمقابل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، مدینہ کے مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور مکہ مکرمہ کے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم عادل تھے، آپ نے یزید کے فسق کا تو انکار فرمایا، اب اس کے مدِ مقابل سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ غلط کار، باغی اور فاسق کہتے ہیں یا کیا؟ بات تو پوری بتانی چاہیے۔''①

آپ نے اپنے اس سوال میں حقیقت پسندی کے بجائے مناظرانہ ہنرمندی اور سبائیانہ منصوبہ بندی سے کام لیا ہے، جسے آپ خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لیے اس کی تفصیل میں جائے بغیر عرض ہے کہ آپ کے اس سوال کا کما حقہ جواب تو مولانا اورکزئی صاحب ہی دیں گے، لیکن میں بھی چونکہ ان کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں، ان کے عقائد ونظریات سے خوب اچھی طرح واقف ہوں، اس لیے پوری ذمہ داری اور پورے وثوق واعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ انہوں نے بقول آپ کے اپنے خط میں یزید کے فسق کا انکار کیا ہے یا نہیں، اس سے قطع نظر، وہ یزید کے مدمقابل تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یقیناً عادل ہی کہتے ہیں، ان میں سے کسی ایک کو بھی (العیاذ باللہ) غلط کار، باغی اور فاسق نہ کہتے ہیں، نہ مانتے ہیں اور نہ کسی سے اُن کے بارے میں ایسے الفاظ سُن ہی سکتے ہیں۔ اب فرمایئے؟ آگے آپ کیا کہتے ہیں؟۔ اگر یہ کہتے ہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ دو آدمی یا دو جماعتیں آپس میں لڑیں، قتل وقتال تک نوبت پہنچے اور ان میں سے غلط کار، باغی اور فاسق کوئی بھی نہ ہو، تو میں عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ نہیں ہوسکتا اور دو مدِ مقابلوں میں سے کسی ایک کا غلط کار، باغی اور فاسق ہونا آپ کے نزدیک ضروری ہے تو بسم اللہ کیجیے اور درجِ ذیل مد مقابلوں میں ذرا غلط کار، باغی اور فاسق کی تعیین کرکے دکھایئے:

الف۔۔۔ جنگِ جمل وصفین میں حضرت علی اور حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر،

---

① جوابی مضمون، ص3

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاویہ و ہزاروں صحابہ وتابعین (رضی اللہ عنہم) آپس میں مدِ مقابل ہوئے، بلا کا رَن پڑا، قتل وقتال تک نوبت پہنچی، کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ فرمایئے! حضرت علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں آپ کے نزدیک حق پر اور خلیفۂ راشد وعادل تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو تصریح فرمایئے، اور اگر تھے تو فرمایئے ان کے مدِ مقابل ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کو آپ باطل پر، غلط کار، فاسق اور باغی کہتے ہیں یا کیا؟ بات پوری کریں۔

ب۔۔۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھری عدالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ظالم، کاذب، آثم، غادر اور خائن کہا[1] فرمایئے! حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس میں آپ سچا مانتے ہیں یا جھوٹا؟ اگر جھوٹا مانتے ہیں تو اعلان کریں، اور اگر سچا مانتے ہیں تو پھر بتلائیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ظالم، کاذب، آثم، غادر اور خائن کہتے مانتے ہیں یا کیا؟ بات پوری بتانی چاہیے۔

ج۔۔۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر زنا کی شہادت دی جو ضابطۂ شہادت پر پوری نہ اترنے کی وجہ سے رد ہوگئی، ان پر حدِ قذف لگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ اپنی غلطی مان کر توبہ کرلیں تو پھر مقبول الشہادۃ ہوجائیں لیکن انہوں نے اپنے آپ کو جھٹلانے سے انکار کردیا[2] فرمایئے! حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو آپ جھوٹا اور مردود الشہادۃ کہتے ہیں یا حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو زانی؟ وضاحت فرمائیں۔

د۔۔۔ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا تھا کہ ''اللہ کی قسم یہ بھی محض دنیا کے لیے لڑ رہے ہیں''۔۔ وإن ذلك الذي بمكة والله إن يقاتل إلا علي الدنيا۔[3][4] اسی طرح کی بات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی

---

① صحیح بخاری، ج2 ص1085 وصحیح مسلم، ج2 ص90 ② صحیح بخاری، ج1 ص361 مع الفتح
③ صحیح بخاری مع الفتح، ج13 ص69 ④ صحیح بخاری کے عام پاکستانی نسخوں میں یہ الفاظ بحوالہ روایت ابی ذر صلب صفحہ سے باہر حاشیہ میں درج ہیں، البتہ فتح الباری اور بیروت والے عربی نسخہ میں یہ الفاظ صلبِ صفحہ میں ہی موجود ہیں، ملاحظہ ہو صحیح بخاری کا عربی نسخہ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ج6 ص2604 سن طباعت (1410ھ)۔ ابوسعد رضوان اللہ سیالکوٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مروی ہے، عُمیر بن ہانی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، فتنۂ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں حجاج کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پیچھے بھی، میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''ما أنا لهم بحامد ولا نطيع مخلوقاً في معصية الخالق''، پھر میں نے اہل شام سے متعلق پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: ما أنا لهم بحامد، پھر میں نے پوچھا: ما تقول في إهل مكة؟ اہل مکہ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''ما أنا لهم بحامد يقتتلون علي الدنيا يتهافتون في النار كما تهافت الذباب في المرق'' یعنی میں ان کی بھی تعریف نہیں کرتا، یہ تو دنیا پر لڑ رہے ہیں اور آگ میں ایسے گر رہے ہیں جیسے مکھی، شوربے میں گرتی ہے۔ ①

فرمایئے! حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما آپ کے نزدیک خالص دین کے لیے لڑ رہے تھے یا خالص دنیا کے لیے؟، اگر خالص دنیا کے لیے تو تصریح فرمائیں، اگر خالص دین کے لیے لڑے تھے تو بتایئے حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو ان کی اس بات میں آپ جھوٹا کہتے ہیں یا کیا؟ بات پوری کریں۔

ہ۔۔۔ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گیا اور کہا: کیا آپ (حضرت) ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کر کے حرم کی بے حرمتی کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: معاذ اللہ! حرمِ کعبہ کی بے حرمتی تو اللہ تعالیٰ نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اور بنوامیہ کی قسمت میں لکھی ہے، بخدا میں اس کی بے حرمتی کبھی نہیں کروں گا۔۔۔ إن الله كتب ابن الزبير وبني أمية مُحلّين۔۔الخ، ② فرمایئے! حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے بھی آپ کے نزدیک حرمِ کعبہ کی بے حرمتی کی تھی اور اللہ نے ان کی قسمت میں بھی یہ بے حرمتی لکھی تھی یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو تصریح فرمایئے، ورنہ

① سنن بیہقی، ج3 ص122
② صحیح بخاری، ج2 ص672

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمائیے کہ انہوں نے جو کچھ فرمایا، صحیح فرمایا یا غلط؟ بات پوری کریں۔

و۔۔۔ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو المصطلق سے صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا، انہوں نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ، وہ مرتد ہو گئے ہیں، صدقات انہوں نے روک لیے ہیں اور میرے قتل کے درپے ہوئے ہیں۔۔۔ ارتدّوا ومنعوا الصدقة و أرادوا قتلي۔① ارشاد ہو کہ آپ کے نزدیک یہاں پوری بات کیا ہے؟ بنو المصطلق مرتد و مانعینِ صدقات اور حضرت ولید رضی اللہ عنہ سچے یا وہ مسلمان اور یہ جھوٹے؟②

اب ذرا چند حوالے اپنی اس مقدس تاریخ کے بھی سُن لیجیے جس کا انکار آپ کے نزدیک حدیث کے انکار کا پیش خیمہ ہے:

ز۔۔۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل کہا، چنانچہ جب اُن سے پوچھا گیا کہ ''أھو قتله؟'' تو انہوں نے ''نعم وآویٰ قتلته''③، فرمائیے! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں آپ کے نزدیک سچے ہیں یا جھوٹے، اگر

① الاصابة، ترجمہ ولید وتفسیر ابن کثیر وغیرہ سورۃ الحجرات

② اگرچہ سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے متعلق یہ واقعہ کئی ارباب سیرت ومغازی نے لکھا ہے لیکن سچ بات یہ ہے کہ یہ واقعہ نہ روایتاً ثابت ہے اور نہ درایتاً۔ اس کے غلط ہونے کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے وقت بچے تھے تاہم ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے الاصابہ میں آپ کے ترجمہ میں آپ سے متعلق متعدد روایات نقل کی ہیں اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ فتح مکہ کے موقع پر بچے نہیں بلکہ جوان آدمی تھے اور اس سلسلے میں اہل مغازی کے اقوال پر بھروسہ کیا ہے۔ تاہم سنن ابوداؤد کی روایت میں خود سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرلیا تو اہل مکہ اپنے بچوں کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو بھی بچہ لایا جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے۔ انہیں بچوں میں مَیں بھی اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا کہ میرے سر پر رنگ دار خوشبو لگی ہوئی تھی۔ اس سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ نہ پھیرا۔ قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی رحمہ اللہ نے بھی اس مؤقف کو راجح قرار دے کر اسی روایت کو مسند احمد کے حوالے سے اپنی کتاب العواصم من القواصم میں نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر بچوں کے ساتھ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بھی برکت کی دعا دی۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بچے کو بنو المصطلق کی طرف صدقات کی وصولی کے لیے بھیجنا خلاف قیاس ہے جبکہ یہ واقعہ کسی صحیح سند سے بھی ثابت نہ ہوتا ہو۔ (محمد فہد حارث)

③ البدایة، ج7 ص259

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھوٹے ہیں تو وضاحت فرمائیں، اور اگر سچے ہیں تو بات پوری کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل کہتے ہیں یا کیا؟۔

ح۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ودیگر بعض حضرات کا نام لے کر ان کو ''لیسوا بأصحاب دین ولا قرآن'' یعنی کافر فرمایا اور بچپن سے پچپن تک ان کا کافر وشریر رہنا بتایا۔۔۔صحبتھم أطفالاً وصحبتھم رجالاً، فکانوا شر أطفال وشر رجال،① فرمایئے! حضرت علی رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں آپ کے نزدیک سچے تھے یا جھوٹے؟ اگر جھوٹے تھے تو اعلان کریں، اور اگر سچے تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو آپ کافر اور شریر کہتے ہیں یا کیا؟ بات پوری کرنی چاہیے۔

ط۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں ایک دوسرے پر اپنی اپنی قنوت میں لعنت بھیجا کرتے تھے،② فرمایئے! ان میں کون سچا تھا اور کون جھوٹا؟ کون مستحقِ رحمت تھا اور کون مستحقِ لعنت؟۔

ی۔۔۔ پھر یہ بھی سوال ہے کہ عادل صرف یزید کے مدمقابل صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم ہی تو نہ تھے بلکہ اس کو خلیفہ بنانے، ماننے اور بیعت واطاعت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم بھی تو عادل ہی تھے، آپ یزید کو تو فاسق وفاجر، زانی وشرابی اور مہا پاپی کہتے ہیں، اب اس کو خلیفہ بنانے، ماننے، اور اس کی بیعت واطاعت کرنے پھر اس پر قائم بھی رہنے والے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کو آپ غلط کار، فاسق وفاجر اور زانی وشرابی کے طرفدار اور ایسے مہا پاپی کو باختیارِ خود خلیفہ بنانے والے گنہگار کہتے ہیں یا کیا؟ بات تو پوری بتانی چاہیے؟۔تلك عشرة كاملة

الغرض! آپ کے نزدیک اگر دو مدمقابلوں میں سے کسی ایک کا غلط کار، باغی اور فاسق ہونا اور اس کو یہ کچھ کہنا ضروری ہے تو آپ ان مذکورہ مدمقابلوں میں سے غلط کار،

① البدایۃ، ج7ص273 ② البدایۃ، ج7ص284

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باغی اور فاسق کی تعیین و تمیز کر کے اپنی بات پوری بتا دیں تو پھر حضرت مولانا محمد امین صاحب اور کرزئی بھی یزید اور اس کے مدمقابل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بات پوری بتا دیں گے۔ یہ تقابلی نظریہ ہی اصل سبائی نظریہ ہے جو غیر شعوری طور پر آپ جیسے حضرات لیے پھرتے ہیں، خط زیادہ طویل نہ ہو گیا ہوتا تو اس کی بھی قدرے تفصیل کرتا۔

⑭ مولانا محمد امین صاحب نے یزید کے بارے میں ایک بات یہ بھی لکھی تھی کہ وہ صحابی زادہ ہے، آپ اس پر ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''مولانا آپ جانتے ہیں کہ نبی زادہ بھی بگڑ سکتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سے آپ واقف ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، خیر القرون میں بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے جو منافق یا فاسق تھے، اور انہی میں حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار ہیں''۔①

آپ نے بالکل بجا فرمایا، لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ ضابطہ صرف معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کے لیے ہی ہے یا اوروں کے بیٹوں پر بھی لاگو ہو سکتا ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے حوالہ سے صرف معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا ہی بگڑنا ثابت ہو سکتا ہے یا کسی اور کے بیٹے کا بھی؟، اگر کوئی خارجی و ناصبی آپ کی اسی دلیل سے یزید کے مدِ مقابل صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کو باغی واغی کہنے لگے تو فرمایئے آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ کیونکہ حضرت علی، حضرت زبیر، اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہم، حضرت نوح علیہ السلام سے تو بڑھ کر نہ تھے، جب ان کا بیٹا، نبی زادہ ہو کر بگڑ سکتا ہے تو علی زادہ کیوں خطا نہیں کر سکتا؟ زبیر زادہ سے غلطی کیوں نہیں ہو سکتی؟ حنظلہ زادہ کیوں بھول چوک نہیں کر سکتا؟۔ ہاں تو نبی زادہ اگر بگڑ سکتا ہے تو ماسٹر محمد امین اوکاڑوی، سُنی ہو کر بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ و یزید کے معاملہ میں رفض و تشیع کی ترجمانی کیوں نہیں کر سکتا؟ ادارہ ''الخیر''، اہل حق میں سے ہو کر بھی اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے حق کا مُنہ کالا کیوں نہیں کر سکتا؟، اگر نبی زادہ بگڑ سکتا ہے تو

① جوابی مضمون، ص4

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یزید کو فاسق و پلید وغیرہ وغیرہ لکھنے والے اکابر ہی اس مسئلہ میں کیوں غلطی نہیں کر سکتے؟، نوح علیہ السلام کے بیٹے کے حوالہ سے دنیا جہاں کا بگاڑ آخر نرے معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر کیوں چلا گیا تھا؟ غیر مقلدین بھی تو قیاس واجتہاد کو علی الاطلاق کارِ ابلیس بتلاتے ہیں؟ پھر فرمایئے کہ آپ کی یہ دلیل ان کی اس ابلیسی دلیل سے کچھ بھی مختلف ہے؟۔

بے شک خیر القرون میں منافق یا فاسق موجود تھے لیکن اس کی کیا دلیل ہے کہ خیر القرون کا سارا نفاق اور فسق بس حجاج، یزید اور مختار میں ہی جمع ہو گیا تھا؟ جن اہلِ حرہ نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا ان میں بھی منافق یا فاسق آخر کیوں نہیں ہو سکتے؟ اگر ہو سکتے ہیں تو پھر یہی کیوں نہ کہا جائے کہ جمل وصفین کی طرح یہ طوفان بھی اٹھایا ہوا نہی منافقوں یا فاسقوں کا تھا جو مخلصوں کی صفوں میں اسی طرح گھسے ہوئے تھے جس طرح وہ حضرت علی، اصحابِ جمل اور اصحابِ صفین رضی اللہ عنہم کی صفوں میں گھسے تھے؟۔

میرے محترم! ہو سکنے کو کیا نہیں ہو سکتا؟ لیکن محض ''ہو سکنے'' سے تو بات نہیں بن جایا کرتی بلکہ دیکھنا تو یہ ہوتا ہے کہ فی الحقیقت امرِ واقعہ کیا ہے؟ اور امرِ واقعہ کا تعلق دلیل اور ثبوت سے ہوا کرتا ہے محض کہاوتوں سے نہیں ہوا کرتا، اس لئے یہ نبی زادے کے بگڑنے والی دلیل جتنی آپ نے مولانا محمد امین صاحب کے خلاف استعمال کی ہے، آپ کا کوئی مدمقابل اس سے کہیں زیادہ اس کو خود آپ کے خلاف، علی زادہ، زبیر زادہ اور حنظلہ زادہ (رضی اللہ عنہم) کے حق میں استعمال کر سکتا ہے، اس طرح یہ دلیل آپ کے لیے مفید سے زیادہ مضر ہو سکتی ہے۔ پھر آپ نے مولانا محمد امین صاحب کی بات پوری بھی تو نقل نہیں کی، انہوں نے صرف ''صحابی زادہ'' پر ہی اپنی بات کی بنیاد نہیں رکھی، بلکہ آگے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے جمِ غفیر کا امام ہونا، تابعیت کا درجہ پانا، اس کو مردود وملعون اور پلید وغیرہ کہنے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم پر اعتراض آنا بھی ذکر کیا تھا۔ آپ نے ایک بات ہی لے لی، باقی سب باتیں چھوڑ دیں، علاوہ ازیں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو خلیفہ وامام نہ بنایا تھا، کوئی دینی منصب اس کو نہ دیا تھا، کسی دینی منصب کے معاملہ میں اُس پر اظہارِ اعتماد نہ کیا تھا، پھر وہ یقینا کافر بھی تھا، حضرت نوح علیہ السلام بھی اس کو کافر ہی جانتے اور مانتے تھے۔۔۔ ولاتکن مع الکافرین۔۔۔، یزید کافر نہ تھا (جس کسی نے بھی اس کو کافر کہا ہے اس نے محض اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے، کسی امرِ واقعہ کو بیان نہیں کیا) صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو خلیفہ بنایا، بنوایا اور مانا تھا، اس کی بیعت کی تھی، اس دینی منصب کے معاملہ میں اس پر اظہارِ اعتماد کیا تھا، اس کے خلاف، خروج کرنے والوں کو منع کیا تھا اور اس پر شراب نوشی وغیرہ کے الزامات کو مسترد کردیا تھا، محض اس کے صحابی زادہ ہونے کی بنا پر اس کو یہ منصب نہ دیا گیا تھا بلکہ اپنے تئیں اس کو اس کا اہل سمجھ کر ہی یہ منصب دیا گیا تھا، دعاءِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ۔۔۔ أللھم إن کنتُ عھدتُ لیزید لما رأیتُ من فضلہ فبلغہ ما أملتُ وأعِنہ۔۔۔ اس پر کافی شاہد ہے، لہٰذا ایک مسلمان صحابی زادے کو خواہ مخواہ زانی وشرابی بنانے کے لیے ایک کافر نبی زادے پر قیاس کرنا بالکل ویسا ہی غلط قیاس واستدلال ہے جیسا غیر مقلدین، شرعی قیاس کو ابلیسی قیاس کے حوالہ سے غلط بنانے کے لیے کیا کرتے ہیں۔

⑮ آپ نے محمود عباسی کی یہ عبارت نقل کی کہ: ''اس زمانہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد حجاز وشام وبصرہ وکوفہ ومصر میں موجود تھی ان میں سے کوئی بھی یزید کے خلاف نہ خود کھڑا ہوا نہ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور نہ انہوں نے یزید کے ساتھ ہو کر قتال کیا بلکہ اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے''...... پھر اپنی طرف سے اس پر حاشیہ یوں چڑھایا...... ''معلوم ہوا کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم یزید سے نہیں لڑے وہ بھی یزید کو فتنہ ہی سمجھتے تھے''۔[1] محمود احمد عباسی کی اس عبارت سے آپ کی یہ دریافت، تعجب خیز ہی نہیں بلکہ حد درجہ مضحکہ خیز بھی ہے، اس لیے کہ اول تو عباسی نے یہاں کسی شخصیت کو ''فتنہ'' نہیں کہا بلکہ مسلمانوں کے حسینی اور یزیدی

---

① الخیر، ص23، محرم1416ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو گروہوں کے درمیان قتل وقتال کو ''فتنہ'' کہا ہے اور مسلمانوں کی آپس کی ایسی لڑائی بھڑائی کو ''فتنہ'' کے لفظ سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''فتنہ'' کا مطلب ''اسلام کے دو گروہوں میں باہم تلواریں چلنا'' ہی بیان کیا ہے۔①

اس اعتبار سے عباسی عبارت کا معنی یہ ہوگا کہ ''جو صحابہ رضی اللہ عنہم، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید میں سے کسی کے ساتھ بھی ہو کر نہیں لڑے وہ، ان کی آپس کی اس لڑائی کو فتنہ سمجھتے تھے''، یہ نہیں کہ ''وہ، یزید کو فتنہ سمجھتے تھے''۔

لیکن اگر آپ کی دریافت کے مطابق اس عباسی عبارت کو شخصیات سے ہی متعلق فرض کر لیا جائے تو پھر عباسی نے شخصیت صرف ایک یزید کی ہی ذکر نہیں کی بلکہ اس کے ساتھ دوسری حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بھی ذکر کی ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا الگ تھلگ رہنا بھی ان دونوں سے ہی ذکر کیا ہے، لہٰذا عباسی کے الفاظ ''اس فتنہ'' کا مرجع بھی یہ دونوں ہی ہوں گے نہ کہ صرف اکیلا یزید ہی، اس طرح اس عبارت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا (آپ کی دریافت کے مطابق) صرف یزید کو ہی فتنہ سمجھنا معلوم نہ ہوگا بلکہ اس کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی (العیاذ باللہ) فتنہ ہی سمجھنا معلوم ہوگا۔ بلکہ اگر عباسی نظریے اور عقیدے کو سامنے رکھ کر اس کا مرجع متعین کیا جائے تو پھر تو صرف تنہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہی اس کا مرجع بنتے ہیں، کیونکہ یزید کو تو عباسی، خلیفۂ عادل اور راشد اور صالح مانتا ہے، اس کے مقابلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو وہ باغی اور محض مقتول گردانتا ہے،② اس اعتبار سے تو اس عبارت

---

① إزالة الخفاء مترجم، ج1 ص491

② مولف نے غالباً مناظرانہ جذبات میں علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کی طرف اس بات کی نسبت کر دی ہے ورنہ علامہ عباسی نے اپنی کتاب ''خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ و یزید رحمہ اللہ'' میں بصراحت لکھا ہے:

''حسین رضی اللہ عنہ کی یہ سعادتِ کبریٰ ہے بالآخر آپ نے رجوع کر کے خروج عن الجماعت کے شر سے خود کو بچا لیا۔''

(صفحہ ۱۸۸ جدید ایڈیشن، حارث پبلی کیشنز)

گویا وہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو مظلوماً شہید بھی مانتے تھے اور ان کو بغاوت کا مرتکب بھی نہ جانتے تھے۔ (محمد فہد حارث)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے بقول آپ کے ''صاف معلوم یہ نہ ہوگا کہ جو صحابہ، یزید سے نہیں لڑے وہ بھی یزید کو فتنہ ہی سمجھتے تھے'' بلکہ اس کی بجائے ''صاف معلوم یہ ہوگا کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے نہیں لڑے وہ بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو (العیاذ باللہ) فتنہ ہی سمجھتے تھے''۔

بلکہ میں تو عرض کروں گا کہ اگر آپ کا یہ استخراج واستنباط صحیح مان لیا جائے تو پھر تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی (العیاذ باللہ) ''فتنہ'' بنتے ہیں، کیونکہ ان کے خلافتی اقدامات وواقعات کا تو ذکر ہی ''فتنہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ''عن نافع أن ابن عمر أتاه رجلان فی فتنة ابن الزبیر۔۔۔ الخ① بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عباسی کا کوئی پیروکار تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی (العیاذ باللہ) فتنہ قرار دے سکتا ہے، کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حدیثوں میں جو تواتر معنوی کی حد تک پہنچ گئی ہیں بیان فرمایا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے اور ان کی شہادت کے قریب ایک فتنۂ عظیم برپا ہوگا......الخ'' پھر آگے صراحت کے ساتھ نام لے کر اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر منطبق کیا ہے② نیز ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی اہلِ کوفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں بھرتی ہونے سے یہ کہہ کر منع فرمایا تھا کہ ''وھذہ فتنة، النائم فیھا خیر من الیقظان...الخ''③، فرمائیے! آپ نے تو یزید کا فتنہ ہونا یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس کو فتنہ سمجھنا عباسی کی عبارت سے کشید کیا ہے، آپ ہی کے نقشِ قدم پر اپنے قدم جماتا ہوا کوئی آپ کا مدِ مقابل، عباسی کا پیروکار خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر المعنی احادیث اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسے غیر جانبدار صحابہ رضی اللہ عنہم کی تصریحات سے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی

---

① صحیح بخاري، ج2ص648
② إزالة الخفاء مترجم، ج1 از ص 478 تا ص480 وما بعدھا
③ البدایة، ج7ص236

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(العیاذ باللہ) ''فتنہ'' بنانے لگ جائے تو آپ اس کو کیا جواب دے سکتے ہیں؟، نیز فرمایئے کہ اس طرح یزید کو فتنہ بنانے کا آپ کا یہ شوق آپ کو مفید رہے گا یا مضر ترین ثابت ہوگا؟۔

یہ آپ کی کچھ باتوں کا جائزہ ہے، بہت کچھ ابھی باقی ہیں، ان کا حال بھی انھی جیسا بلکہ ان سے بھی ابتر ہے، مقصود آپ کا مکمل جواب لکھنا یا آپ سے کوئی مجادلہ ومناظرہ کرنا نہیں بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ اختلافی اجتہادی مسائل میں کسی طرف کی طرفداری میں انسان جتنا بھی ایڑی چوٹی کا زور کیوں نہ مارلے کوئی قطعی ویقینی بات نہیں کرسکتا، اس کی کوئی بھی تاویل وتوجیہ اور تشریح وتوضیح ایراد واعتراض اور قیل وقال سے خالی نہیں ہوسکتی، میں نے بھی جو کچھ عرض کیا ہے خود یہ بھی نہ قطعی ویقینی ہے اور نہ ایراد واعتراض سے مُبرّ اہی، اس لیے ایسے مسائل میں موقف تو جو چاہے آدمی اختیار کرلے لیکن کسی جانب کو ایسا قطعی ویقینی اور خواہ مخواہ ایسا اتفاقی واجماعی بنانے لگ جانا کہ دوسری جانب کے لیے نفسِ جواز کی بھی کوئی گنجائش نہ چھوڑنا، اصول وقواعدِ اہل سنت کی رُو سے نہایت ہی نامناسب ہے۔

یزید کی بیعت وخلافت کا مسئلہ بھی ایسا ہی تھا، اس کے بارے میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کا آپس میں اختلاف بھی تھا اور خالصتاً اجتہادی بھی تھا، اس میں آپ کا میلان اگر یزید کے فسق کی طرف ہی تھا تو آپ بڑی خوشی سے اس کا ذکر کرتے لیکن اس کے لیے جیسی مجلسیں آپ نے ''الخیر'' میں، مولانا محمد امین صاحب کے جواب اور مولوی ضیاء الرحمن کے جواب میں پڑھی ہیں ایسی مجلسیں ہمارے اکابر سے ثابت نہیں ہیں، اکابر نے نہ تو یزید کو خلیفہ راشد وعادل کہہ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی واغی کہا ہے اور نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے عدل کے حوالہ سے یزید کو ایسا فاسق وفاجر، زانی وشرابی اور کُتے باز، چیتے باز اور بندر باز وغیرہ وغیرہ بنایا ہے جیسا آپ نے اس کو یہ کچھ بنانے پر اپنا سارا زور لگادیا ہے، بلکہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جو تحقیق ''شہادتِ امام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسین رضی اللہ عنہ اور کردارِ یزید' میں کردی ہے اس کے بعد تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کی صحت کے لیے یزید کو نفس فاسق و فاجر بنانے بتانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں رہی، یہی حال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے موقف کا بھی ہے۔

اللهم أرِنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرِنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه۔

فقط

عبدالغفور۔ اسلام آباد

19 جمادی الاولیٰ 1416ھ/ 15 اکتوبر 1995ء

[شائع شدہ: ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت ملتان، دسمبر 1995ء تا مارچ 1996ء]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تصویر کا دوسرا رُخ

از قلم: مولانا مطلوب الرحمٰن ندوی نگرامی رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تصویر کا دوسرا رُخ

(از قلم مولانا مطلوب الرحمٰن ندوی نگرامی رحمہ اللہ)

[آج سے پچاس باون سال پہلے کی بات ہے کہ مولانا مناظر احسن گیلانی نے ایک سلسلۂ مضامین ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی'' کے عنوان سے الفرقان میں شروع فرمایا تھا۔ اس میں بنوامیہ کی حکومت کے بارے میں مولانا مرحوم کا قلم بہت تیز چلا۔ شبلی اسکول کے فاضل مولانا مطلوب الرحمٰن صاحب ندوی نگرامی مرحوم نے اس پر اس عنوان سے تعاقب فرمایا کہ مولانا نے بنوامیہ کی یک رُخی تصویر پیش کی ہے اور وہ بھی جذباتی مبالغے کے ساتھ۔ زمانے کی یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ آج شبلی اسکول (ندوہ) ہی سے مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب والے موقف کی حقانیت پر اصرار ہو رہا ہے۔ مناسب معلوم ہوا کہ اس میں اعتدال کے لیے مولانا نگرامی مرحوم کے مضمون کا متعلقہ حصہ آج دوبارہ شائع کر دیا جائے۔ مدیر، الفرقان لکھنؤ، ستمبر اکتوبر 1992ء]

۔۔۔اس میں شک نہیں کہ بنوامیہ کے دور میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا سا تقویٰ، زہد، ایثار، کسر نفس، خوف خدا اور ذمہ داریوں کا احساس موجود نہ تھا، خلافت اب خدمتِ خلق کا نام نہ تھا، بلکہ خلافت ملوکیت اور شہنشاہیت کا نام تھا لیکن بایں ہمہ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ خلفاء بنی امیہ رعایا پروری، خلق کی عام راحت رسانی، تمدنی و معاشرتی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اصلاحات، علوم وفنون کی خدمت، دین و مذہب کی اشاعت سے غافل نہ تھے۔ اب اگر ان کی زندگی میں نقائص کا پہلو بھی پایا جاتا ہے تو اس کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ ان کی زندگی کے صرف نقائص ہی کو منظر عام پر لا کر تاریخ اسلام کے ایک طویل سلسلہ کو گندہ کر کے دکھایا جائے۔ کاش مولانا کا قلم جہاں ان کے نقائص کو جمع کرنے کے لیے گردش میں آیا ان کے محاسن کی طرف بھی توجہ کر سکتا جس کے لیے مسلمان قیامت تک ممنون واحسان مند رہیں گے۔ نقائص کے اظہار کے لیے بھی آپ جیسے ثقہ عالم کو یہ زیبا نہ تھا کہ وہ اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر گردش قلم کے پابند ہو جائیں اور قلم سے جو کچھ نکل جائے اُس پر ذمہ دارانہ نظر ثانی نہ فرمائیں۔ کاش مولانا کسی ماہر نفسیات کے اس قول کی طرف توجہ فرما سکتے:

عیبِ او جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

مولانا بنی امیہ کے مثالب میں رقم طراز ہیں:

''امام (ابوحنیفہ) کی ولادت باسعادت بنی امیہ کے اس عہد میں ہوئی تھی جب سارا عالم ان کے خونچکاں مظالم سے تھرا رہا تھا۔ دنیا کے ان متوالوں سے وہ سب کچھ سرزد ہو چکا تھا جس کی نظیر اسلام ہی کیا شاید تاریخ عالم میں موجود نہیں۔ فرات کے ساحل پر اپنے رسول (ﷺ) کے نواسے اور ان کے خاندان کے پیاسے شہیدوں کے بہتے ہوئے لہو سے یہ اپنی حرص وآز کی پیاس بجھا چکے تھے۔ رسول کا منور و پاک شہر، حرہ کے واقعہ میں لُوٹا جا چکا تھا اور اس بُری طرح لُوٹا جا چکا تھا کہ جان و مال ہی نہیں عصمتیان حرم کی آبرو وناموس تک کی پروا نہیں کی گئی۔ رسول کی مسجد میں سعید بن مسیّب کے سوا ایک زمانہ تک نماز پڑھنے والا کوئی باقی نہیں رہا تھا۔ اللہ کا گھر کعبہ تک بھی دنیا طلبی کی اس بھٹی کی چنگاریوں سے نذرِ آتش ہو چکا تھا جو اس خاندان کے سینوں میں جل رہی تھی۔ خلافت اسلامی کے پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیراللہ کی چوکھٹ پر اُن ہی کے ہاتھوں میں خاک وخون میں تڑپ چکے تھے۔ (ظالم الامۃ) حجاج کی بے پناہ تلوار لاکھوں مسلمانوں کی گردنیں معمولی باتوں میں اُڑا چکی تھی جن میں جلیل القدر صحابہ اور تابعین بھی شامل تھے۔

الغرض بنی اُمیہ اور ان کے سنگ دل وسیاہ دل وُلاۃ (گورنروں) کی بدتمیزیوں کے اس بے پناہ طوفان نے ایک ایسا دہشت ناک مہیب منظر دنیائے اسلام میں قائم کردیا تھا کہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ دم بخود تھا۔'' ①

بنی امیہ کے مثالب میں جس چیز کو مولانا گیلانی نے بہت دردانگیزی کے ساتھ رقم فرمایا ہے وہ ''حادثۂ کربلا، واقعۂ حرہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا واقعۂ شہادت'' ہے۔اس میں شک نہیں کہ یہ واقعات مسلمانوں کے اِدبار ونکبت کے آثار وعلامات میں ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ان حادثات کا سراسر ذمہ دار بنی امیہ ہی کو قرار دے کر ان کو ''دنیا کا متوالا'' نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خون سے حرص وآز کی پیاس بجھانے والا، ''دنیا طلب''، ''بدتمیز'' کہنا کہاں تک قرین انصاف ہے؟ مولانا نے حادثۂ کربلا کی طرف اشارہ جس انداز میں کیا ہے، علمائے اہل سنت کے نزدیک یہ انداز کسی طور پر محمود نہیں کہا

---

① مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کے اس بیان پر مفصل و مدلل تبصرہ تو ان شاء اللہ قارئین آگے جا کر مولانا مطلوب الرحمٰن ندوی نگرامی کے قلم سے پڑھیں گے، اس سلسلے میں اس احقر کو سرِ دست فقط یہ عرض کرنا ہے کہ مولانا گیلانی مرحوم جیسے محقق جب تاریخی واقعات کے بیان میں ایسی بداحتیاطی وجذباتیت کا اظہار کریں اور محض تحریر کی چاشنی بڑھانے کو حقائق کے بجائے افسانوی پلاٹ تخلیق کریں تو پھر ہمہ وشما کا تو کہنا ہی کیا۔ ''تصویر کا فقط ایک رُخ'' دکھانے کی اس اقتباس سے بہتر مثال شاید ہی کسی دوسرے عالم کی تحریر میں نظر آسکے۔ غالباً یہی سبب رہا ہوگا کہ مولانا مطلوب الرحمٰن ندوی نگرامی مرحوم نے مولانا گیلانی کے ان سلسلہ ہائے مضامین پر نقد بنام ''تصویر کا دوسرا رُخ'' کے عنوان سے کیا۔ (محمد فھد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جا سکتا۔ اس سلسلہ میں ابن تیمیہ نے اپنی تصنیف ''حسین و یزید'' میں تفصیلی طور پر علمائے حق کے طرزِ عمل کو واضح کیا ہے جہاں کسی افراط و تفریط کی گنجائش نہیں رکھی ہے۔ میں اس وقت قصداً حادثۂ کربلا کی تفصیلات میں نہیں پڑنا چاہتا کہ بارہا اس واقعہ کی تفصیلات مسلمانوں کے سامنے آچکی ہیں۔ اور یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں بڑا دخل خود اُن کے معاونین شیعان علی رضی اللہ عنہ کو تھا۔

واقعہ حرہ میں بے شک تین دن تک باشندگانِ مدینہ کو مصائب کا سامنا رہا اور یزید کی فوجیں اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے سرگرم پیکار رہیں، لیکن کیا مولانا نے اس پر غور فرمانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ واقعہ حرہ پیش کیوں آیا؟

اربابِ تاریخ لکھتے ہیں کہ ۶۳ ہجری میں اہل مدینہ نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان والیٔ مدینہ کو جو بنو امیہ کی طرف سے مدینہ پر مقرر تھے، عضوِ معطل بنا دیا اور عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بنو امیہ کے افراد کو جو مدینہ میں موجود تھے، ہر طرف سے گھیر لیا۔ یہ مروان کے گھر میں محصور ہو گئے۔ ان کی تعداد حالانکہ ایک ہزار تھی، لیکن اہل مدینہ کے جم غفیر کے سامنے یہ ایک ہزار کی جمعیت بے حقیقت تھی۔ یزید کو خبر پہنچائی گئی، اس نے اہل مدینہ کے اس طرز عمل پر افسوس کیا اور حسرت سے کہا:

''میں نے اپنی طبیعت میں جس طرح حکومت کرنے کا فیصلہ کیا تھا، (مدینے کے) لوگوں نے (اپنے طرز عمل سے) اس کو بدل دیا۔ پس میں نے بھی اپنی قوم کی نرمی کو سختی سے بدل دیا''۔ ①

پھر مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ

''فوج لے کر مدینہ پہنچیں اور بنو امیہ کو اہل مدینہ کے شدائد سے نجات دلائیں''۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی تاکید کر دی کہ:

① تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۴۴

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''ادع القوم ثلاثاً فان أجابوك وإلا فقاتلهم'' ①

''انہیں تین مرتبہ صلح اور اطاعت کی دعوت دینا، اگر وہ مان جائیں تو بہتر ہے ورنہ پھر جنگ کرنا۔''

پھر کہا:

''فان مضت الثلاث فاكفف عن الناس. وانظر على بن الحسين فاكف عنه و استوص به خيراً فانه لم يدخل مع الناس و انه قد اتاني كتابه''②

''جب تین دن گزر جائیں تو جنگ روک دینا۔ علی بن حسین رحمہ اللہ کا خیال رکھنا اور ان کی ایذا رسانی سے باز رہنا۔ ان سے اچھی طرح پیش آنا کیونکہ وہ اس معاملہ میں لوگوں کے ساتھ شریک نہیں۔ ان کا خط میرے پاس آ گیا ہے''۔

مسلم بن عقبہ رضی اللہ عنہ فوج لے کر مدینہ روانہ ہوئے۔ اس وقت اہل مدینہ کا جو رویہ بنوامیہ کے محصورین کے ساتھ تھا، اس کو مورخ ابن اثیر لکھتے ہیں:

''جب اہل مدینہ کو مسلم بن عقبہ کے آنے کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بنوامیہ پر اپنا محاصرہ اور سخت کر دیا اور محصورین سے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم تم سے باز نہ رہیں گے، یہاں تک کہ تم کو ذلیل کر دیں، تمہاری شان وشوکت خاک میں ملا دیں اور تمہاری گردنیں اڑا دیں۔ ہاں اگر تم ہم سے بحلف وعدہ کرو کہ ہماری دشمنی نہ کرو گے، ہمارے ممالک محروسہ پر حملہ آور نہ ہو گے اور ہم سے مقاتلہ نہ کرو گے تو ہم تمہیں یہاں سے نکال دیں گے۔''③

مسلم بن عقبہ مدینہ پہنچے تو اہل مدینہ کو مخاطب کر کے کہا:

''إن اميرالمومنين يزعم أنكم الأصل، وإني أكره إراقة دمائكم، و

① حوالہ مذکورہ صفحہ ۴۸
② حوالہ مذکورہ صفحہ ۴۵
③ حوالہ مذکورہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إني أوجلكم ثلاثاً، فمن ارعوى و راجع الحق قبلنا منه و انصرفت عنكم'' ①

''امیر المومنین آپ لوگوں کو شریف سمجھتے ہیں اور میں بھی آپ لوگوں کا خون بہانا برا سمجھتا ہوں۔لہٰذا میں تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔پس جو اپنے طرز عمل سے باز آجائے گا اور راہ حق اختیار کرے گا، میں اس سے اس کو قبول کروں گا اور واپس چلا جاؤں گا۔''

جب تین دن گزر گئے تو مسلم بن عقبہ نے ایک موقع پھر صلح جوئی کا نکالا اور قبل اس کے کہ مدینہ پر حملہ کریں اہل مدینہ سے پوچھا:

''یا أهل المدينة ما تصنعون؟ تسالمون أم تحاربون؟ فقالوا: بل نحارب'' ②

''اے اہل مدینہ! کیا فیصلہ کیا؟ کیا کرو گے؟ جنگ یا صلح؟ اہل مدینہ نے جواب دیا: ہم جنگ کریں گے۔''

مسلم بن عقبہ نے پھر کہا:

''لاتفعلوا بل ادخلوا في الطاعة''③

''ایسا نہ کرو بلکہ اطاعت قبول کرو۔''

اہل مدینہ اپنی ضد پر قائم رہے۔ بالآخر جنگ شروع ہوئی اور تین دن تک معرکہ ہوتا رہا۔ بے شک مسلم بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اپنا تسلط قائم کرنے کی ہر تدبیر کی، البتہ ''عصمتیان حرم

---

① حوالہ مذکورہ صفحہ ۴۶

② حوالہ مذکورہ

③ حوالہ مذکورہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ناموس''① کے متعلق مولانا نے جو کچھ لکھا ہے اس کے وہی ذمہ دار ہیں۔

اب حالات آپ کے سامنے ہیں۔ اسی کو ''واقعہ حرہ'' کہا جاتا ہے۔ آپ ہی فیصلہ کریں کہ ان واقعات کے پیش نظر بالکلیہ بنی امیہ ہی کو قصوروار ٹھہرا کر ان کے لیے (جن میں بہت سے تابعی رحمہ اللہ اور صحابی رضی اللہ عنہ بھی تھے) غیر شائستہ الفاظ کا استعمال کہاں تک مناسب ہے؟

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

---

① ابومخنف اور واقدی جیسے غالی رواۃ نے نمک مرچ لگا کر واقعہ حرہ کو خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور ایسی ایسی باتیں اور اتہامات گھڑے کہ جن کا وقوع حقیقت کی دنیا میں محال اور ناممکن ہے۔ جس طرح واقعہ کربلا کو ان لوگوں نے افسانہ بنا دیا، ٹھیک اسی طرح واقعہ حرہ میں بھی ان لوگوں نے اکاذیب و باطل باتوں کا بہت بڑا حصہ شامل کر دیا جس میں تین دن تک مدینہ کا مباح ہونا، ایک ہزار عورتوں کی عصمت دری وغیرہ جیسے بے بنیاد واقعات شامل ہیں۔ واقعہ حرہ سے متعلق لشکر کشی کی کاروائی میں جو جھوٹی باتیں شامل کی گئی ہیں اور جسے بعض اہل علم نے بغیر تحقیق کے نقل کر دیا ہے، انہیں میں سے ایک مکروہ غلط بیانی یہ بھی ہے کہ اسلامی حکومت کی فوج نے مدینے میں کاروائی کے دوران وہاں کی عورتوں کے ساتھ بدکاری کی۔ یہ بات سراسر کذب بیانی اور بہتان پر مبنی ہے۔ پورے ذخیرۂ روایات میں اس متعلق ایک بھی روایت ایسی موجود نہیں جو پایۂ صحت کو پہنچتی ہو۔

اس سلسلے میں ایک روایت تو وہ بیان کی جاتی ہے جس کو علامہ ابن الجوزی نے ہشام بن حسان کی سند سے روایت کیا ہے کہ

حرہ کے بعد ہزاروں عورتوں نے بغیر شوہر کے بچے جنے۔ جبکہ یہ روایت سخت باطل ہے کیونکہ ہشام بن حسان کی وفات ۱۴۸ ہجری کی ہے اور اس نے حرہ کا موقع نہیں پایا سو اس نے یہ واقعہ کس سے سنا اس کی کوئی صراحت موجود نہیں جس کہ وجہ سے یہ روایت ناقابل اعتبار اور لائقِ ردّ ٹھہرتی ہے۔ اسی طرح امام بیہقی نے مغیرہ بن مقسم الضبی کے حوالے سے دلائل النبوۃ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ مغیرہ بن مقسم کا گمان ہے کہ مسلم بن عقبہ نے مدینے میں ہزاروں خواتین کی عصمت دری کی۔ سب سے اول تو یہ عرض ہے کہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین میں مغیرہ بن مقسم کو تیسرے طبقہ میں رکھا ہے (صفحہ ۴۶) جن کی روایات بغیر سماع کی صراحت کے قابلِ قبول نہیں ہوتیں اور اس روایت میں سماع کی صراحت تو دور کی بات مغیرہ نے یہ روایت کس سے سنی وہ تک نقل نہیں کیا ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ مغیرہ کی وفات ۱۳۶ ہجری کی ہے سو ان کو خود کو تو واقعہ حرہ کا دور ملا نہیں اور کس سے انہوں نے ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے واقعہ کی شہادت اور استحلالِ کعبہ کے ذکر میں بھی مولانا نے صرف جذبات ہی سے کام لیا ہے اور اصل حالات کی تحقیق سے آنکھیں بند کر کے سارا الزام بنی امیہ ہی کے سر رکھ دیا ہے حالانکہ واقعات تاریخ میں تفصیلی طور پر موجود ہیں اگر مولانا تحقیق کی زحمت فرماتے تو حالات روزِ روشن کی طرح سامنے آ جاتے۔ مولانا نے شہادت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور استحلالِ کعبہ کے سلسلہ میں بنی امیہ پر جو اعتراض فرمایا ہے حسنِ توارُد ملاحظہ فرمائیے کہ مشہور دشمن اسلام جو جی زیدان نے جب ''التمدن الإسلامي'' میں یہی اعتراض بنی امیہ پر کیا تھا تو اُس دور کے عالم محقق حضرت علامہ شبلی رحمہ اللہ نے تاریخ کی روشنی میں اعتراض کی اصل حقیقت واضح کر دی تھی۔ امام تاریخ حضرت علامہ شبلی رحمہ اللہ الانتقاد میں لکھتے ہیں:

''إن ابن الزبير ادعى الخلافة فملك الحرمين والعراق وكاد

==> ہزار عورتوں کی عصمت دری کی کہانی سنی ہے، اس بابت وہ خود خاموش ہیں سو یہ روایت بھی اصولِ حدیث کے تحت سخت مجروح قرار پاتی ہے۔ اسی مضمون کی ایک روایت علامہ ابن حجر عسقلانی نے مصعب بن عبداللہ الزبیری کی روایت سے الاصابہ جلد ۵ صفحہ ۲۶ میں نقل کی ہے لیکن اس روایت کے مردود ہونے کو یہ بات کافی ہے کہ مصعب بن عبداللہ الزبیری کی وفات ۲۳۶ ہجری کی ہے جبکہ حرہ ۶۳ ہجری میں پیش آیا سو ان کو حرہ کا زمانہ ملا ہی نہیں۔ لہٰذا بے سند ہونے کے سبب یہ روایت بھی باطل ٹھہرتی ہے۔

المختصر واقعہ حرہ کے موقع پر شامی لشکر کی طرف سے ہزاروں خواتین کی عصمت دری کی کہانی انتہائی لغو اور غیر ثابت ہے جس کا روایتاً غلط ہونا تو اوپر مبرہن ہو ہی چکا ہے جبکہ درایتاً بھی یہ بات کسی صورت قابلِ قبول نہیں۔ یہی اسلامی افواج جب کفار کی سرزمین میں جہاد کرتے ہوئے فتح پا کر داخل ہوتی ہے تو اس قدر اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کرتی ہے کہ ان کے اخلاق اور حیا کو دیکھ کر ہزاروں کفار اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ رومی و ایرانی عورتیں اپنے گھروں کی چھت سے ان فاتحین کو دیکھ کر حیرت و استعجاب کے مارے اپنی انگلیاں دانتوں میں دبا لیتی ہیں کہ یہ کون شہسوار ہیں کہ ان جیسی پری چہرہ عورتوں کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور یہی ایک چیز ان کے دلوں میں اسلام کی حقانیت کو راسخ کرنے کو کافی ہو جاتی ہے۔

فیا للعجب کہ روم و فارس کو فتح کرنے والی یہی فوج جب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیار میں داخل ہو تو انصار و مہاجرین کے گھروں کی عورتوں کی عصمت دری کی مرتکب ٹھہرے۔ استغفراللہ ثم استغفراللہ۔ از: **محمد فہد حارث**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يغلب على الشام وكان امره كل يوم فى ازدياد ''

''حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما دعویدارِ خلافت بن کر حرمین اور عراق پر قابض ہو گئے تھے اور قریب تھا کہ وہ شام پر بھی قابض و متصرف ہوجائیں، ان کا اثر واقتدار روز بروز ترقی پر تھا۔''

آگے لکھتے ہیں:

''ان ابن الزبير لما استولى على الحرمين أخرج بني أمية من المدينة فخرج مروان وابنه عبدالملك وهو عليل مجدَّر فاستولىٰ علي الشام وصدرت من ابن الزبير أفعال نقموا عليه لأجلها فمنها أنه تحامل على بنى هاشم وأظهر لهم العداوة والبغضاء حتى أنه ترك الصلوٰة على النبىﷺ فى الخطبة ولما سألوه عن هٰذا قال إن للنبى أهل سوءٍ يرفعون رؤسهم إذا سمعوا① ومنها أنه هدم الكعبة ومع أن هدمها لم يكن إلا لرمتها وإصلاحها ولٰكن لم يكن هٰذ مالوفاً للناس ولذلك تحرز النبي عليه السلام عن إدخال الحطيم في الكعبة فاتخذ الحجاج هٰذه الأمور وسيلة لإغراء الناس علي ابن الزبير ولعل ابن الزبير كان مضطرا إليٰ هٰذه الاعمال ولكن من شريطة العدل أن نوفي كل واحد قسطه فاذا اعتذرنا لابن الزبير فعبدالملك أحق منه اعتذراً فان ابن الزبير هو البادي والبادي أظلم ويظهر من هذا أن عبدالملك ما أراد الحط من شان الكعبة ومس شرفها ولٰكن اضطر إلي قتال ابن الزبير فوقع ما وقع عرضاً غير مقصود بالذات ولذلك لما نصب الحجاج المناجيق علي الكعبة حّولها عن الكعبة وجعل

① الجزءالثانی من اليعقوبي ص/۳۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الغرض الزيادة التي زادها ابن الزبير صرح بذلك العلامة البشاري في أحسن التقاسيم ثم إن من مسائل الفقه أن البغاة إذا تحصنوا بالكعبة لا يمنع هٰذا عن قتالهم ولذلك أمر النبيﷺ في وقعة الفتح بقتل أحدهم وهو متعلق بأستار الكعبة وابن الزبير كان عند أهل الشام من البغاة والمارقين عن الدين''

''حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما جب حرمین پر قابض ہو گئے تو بنی امیہ کو مدینہ سے نکال دیا چنانچہ مروان اور عبدالملک بھی مدینہ سے نکلے اور عبدالملک اُن دنوں چیچک میں مبتلا تھے۔ انہوں نے شام میں اپنی حکومت قائم کی۔ اس کے علاوہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بعض ایسے افعال کا صدور ہوا جو لوگوں کے لیے باعث ناگواری ہوئے اور جن کی وجہ سے لوگوں نے اُن پر اعتراضات کیے ازانجملہ یہ کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے بنی ہاشم کی ایذارسانی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا یہاں تک کہ خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا بند کر دیا اور جب لوگوں نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو کہا (اس عہد میں) بنی امیہ کے اہلِ خاندان بُرے لوگ ہیں جب خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام سنتے ہیں تو (کبرونخوت) سے اپنا سر اونچا کرتے ہیں۔ اُن امور میں سے جنہوں نے لوگوں کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی مخالفت پر آمادہ کیا کعبہ کا گرانا بھی تھا ہر چند کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کعبہ کو اس کی ازسرنو تعمیر واصلاح کے لیے منہدم کیا تھا لیکن لوگ اس کو ناپسند کرتے تھے اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود حطیم کو کعبہ میں ملا لینے کی خواہش کے اس کے انہدام سے احتراز فرمایا حجاج نے انہیں اُمور کو اچھال کر لوگوں کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف اُبھارا اور شاید حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے مجبوراً یہ سب کچھ کیا لیکن (اس کو مانتے ہوئے) تقاضائے انصاف یہی ہے کہ ہم فریقین کے معاملات میں عدل سے کام لیں۔ پس اگر ہم حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو معذور سمجھ سکتے ہیں تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالملک زیادہ مستحق ہیں کہ معذور سمجھے جائیں کیوں کہ (زیادتی) کی ابتدا حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہی نے کی تھی اور پہل کرنے والا زیادہ خطاوار ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات بھی صاف ہوجاتی ہے کہ عبدالملک نے کعبہ کی بے حرمتی کا قطعاً قصد نہیں کیا بلکہ وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کررہے تھے اور مقصود بالذات ابن زبیر رضی اللہ عنہما تھے۔ اس لیے کعبہ کو جو نقصان پہنچا وہ بالکل غیر ارادی طور پر تھا (محض اس لیے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کعبہ میں پناہ لے رکھی تھی) چنانچہ حجاج نے اس سلسلہ میں اس قدر احتیاط برتی کہ جب کعبہ پر منجنیقیں نصب کی ہیں تو اصل کعبہ سے اُس کا رُخ پھیر کر اُس زمین کی طرف کردیا جو ابن زبیر نے کعبہ کو وسیع کرنے کے لیے خود اس میں شامل کی تھی۔ علامہ بشاری نے احسن التقاسیم میں اس کی تصریح کی ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ مسائل فقہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ باغی جب کعبہ میں پناہ گزیں ہوجائیں تو اُن کی یہ پناہ گزینی جنگ وقتال سے روک نہیں سکتی، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں ایک کافر کے جو غلاف کعبہ پکڑے ہوئے کعبہ میں پناہ گزیں تھا قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما بھی اہلِ شام کے نزدیک باغی تھے۔''

''ولو كان أراد الحجاج الإستهانة بالحرم فما كان مراده من رمته وإصلاحه بعد قتل ابن الزبير ومعلوم أن تعمير الحجاج هو اليوم كعبة الإسلام وقبلة المسلمين كافة''

''اور اگر حجاج نے حرم کی اہانت کا ارادہ کیا تھا تو ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کے بعد اُس نے خانہ کعبہ کی اصلاح وتعمیر کیوں کی درآنحالیکہ حجاج ہی کی تعمیر تمام مسلمانوں کا قبلہ ہے۔''

علامہ شبلی رحمہ اللہ مرحوم آگے چل کر لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''قدمنا أن الكعبة لم تكن غرضاً للحجاج وإنما كان نصب المناجيق علي الزيادة الذي زادها ابن الزبير ولما كانت متصلةً بالكعبة نال الأحجار من الكعبة ولٰكن بعد ما استبَّ القتال أول ما فعله الحجاج كان أمره بكنس المسجد الحرام''

''ہم اس کا پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ حجاج کی غرض کعبہ مکرمہ کی اہانت نہ تھی اور اسی لیے اس نے اصل کو چھوڑ کر اس حصہ عمارت کے رُخ پر منجنیق نصب کی تھیں جس کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے از خود کعبہ میں شامل کر لیا تھا۔ لیکن چونکہ یہ کعبہ سے متصل تھی اس لیے پتھر کعبہ مکرمہ میں بھی پہنچے اور اس کو نقصان پہنچا لیکن جب جنگ ختم ہوگئی تو سب سے پہلا حکم جو حجاج نے دیا ہے وہ مسجد حرام کی صفائی کے متعلق تھا۔''

خلیفہ عبدالملک نے جس وقت حجاج کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے روانہ کیا تو اس کی فہمائش بھی کر دی تھی کہ اگر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما امن طلب کریں اور اطاعت قبول کر لیں تو اُن سے تعرض نہ کیا جائے بلکہ ابن اثیر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ قرطاس امان لکھ کر حجاج کے حوالہ کر دیا تھا۔

''فبعثه وكتب معه أماناً لابن الزبير ومن معه إن اطاعوا'' ①

''حجاج کو روانہ کیا اور اس کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور آپ کے ساتھیوں کے لیے بشرطِ اطاعت ''امان نامہ'' لکھ کر دیا۔''

چنانچہ دس ہزار آدمیوں کو حجاج نے اُن کی اطاعت پر امن دے دیا جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دو صاحبزادے حمزہ اور خبیب بھی تھے:

''فلما كان قبيل مقتله تفرق الناس عنه وخرجوا إلي الحجاج

① تاریخ کامل جزء ۴ ص/ ۱۳۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالأمان خرج من عنده نحو عشرة آلاف وكان ممن فارقه ابنا حمزه وخبيب أخذا لانفسهما أمنا'' ①

''حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت سے کچھ پہلے لوگوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا ساتھ چھوڑ دیا اور حجاج سے امن طلب کیا ان لوگوں کی تعداد دس ہزار تھی اور ان میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دو صاحبزادے حمزہ اور خبیب بھی تھے۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چونکہ اطاعت قبول نہیں کی اس لیے جنگ ہوئی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔

یہ ہے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کا واقعہ۔ کیا تقاضائے انصاف اور مقتضائے عدل یہی ہے کہ ساری ذمہ داریاں بنی امیہ کے حکمرانوں ہی کے سر رکھ دی جائے یا حالات ان تمام ذمہ داریوں کو طرفین میں تقسیم کر دیتے ہیں؟ مولانا نے یہ بھی غلط لکھا ہے کہ خانہ کعبہ کی چوکھٹ پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کیا گیا حالانکہ تاریخ کامل، تاریخ طبری اور دوسری تاریخوں میں موجود ہے کہ آپ مقام حجون میں شہید ہوئے۔

مظالمِ حجاج کے متعلق مولانا نے جو کچھ لکھا ہے اس کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ حجاج کے جذبۂ رحم پر اس کا جذبۂ ظلم غالب تھا اس کے مزاج میں غضب کی تیزی تھی وہ اپنی سخت گیریوں میں ضرب المثل ہے لیکن ذرا اس پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ آخرش حجاج کو اس ظلم وستم پر آمادہ کس چیز نے کر دیا تھا۔ کیا مولانا اس موقع پر ان بغاوتوں کو فراموش کر دیں گے جو دم بدم بنی امیہ کے حدود سلطنت میں رونما ہو رہی تھیں، جہاں تاریخ میں مولانا نے حجاج کے مظالم ملاحظہ فرمائے ہیں اُسی

---

① تاریخ کامل جزء ۴ ص ۱۳۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پہلو بہ پہلو ان بغاوتوں کا حال بھی تفصیل کے ساتھ موجود ہے جنھوں نے حجاج کی تلوار کو بے نیام ہونے پر مجبور کر دیا تھا غیر ذمہ دار جماعتوں کا ذکر نہیں اس سلسلہ میں علوی بزرگوں کا دامن بھی آلودگی سے پاک نہیں ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں کہ علویوں نے ایک سو مرتبہ سے زیادہ خروج کیا لیکن ہمیشہ یہ خروج سوائے خونریزی کے بے نتیجہ رہا۔

میں حجاج کی صفائی اور پاکیزگی کا ہرگز قائل نہیں لیکن میرے نزدیک مؤرّخ اور مبصّر کا فرض یہ ہے کہ وہ واقعات کا صرف ایک ہی رُخ نہ دیکھے بلکہ حالات کے استقصا کی کوشش کرے۔ میں نے حجاج کے متعلق جو کچھ لکھا ہے ملک کے وسیع النظر اور بیدار مغز عالم مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریر سے جو ۱۲/اگست ۱۹۲۷ء کے الہلال میں شائع ہوئی ہے اس کی تائید ہوتی ہے، مولانا لکھتے ہیں:

> ''عراق شروع سے شورش پسند قبائل کا مرکز تھا یہاں کی بے چینی کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی والیوں پر والی آتے تھے اور بے بس ہو کر لوٹ جاتے تھے لیکن حجاج بن یوسف کی تلوار نے اپنی ایک ہی ضرب میں عراق کی ساری شورہ پشتی ختم کر ڈالی۔ خود اس کے عہد کے لوگوں کو اس پر تعجب تھا۔قاسم بن سلام کہا کرتے تھے کہ کوفہ کی خودداری ونخوت اب کیا ہوگئی؟ انہوں نے امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہما کو قتل کیا حسین رضی اللہ عنہ ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کاٹا مختار جیسا صاحب جبروت ہلاک کر دیا گیا مگر حجاج کے سامنے بالکل ذلیل ہو کر رہ گئے۔''

میری محدود واقفیت کا جہاں تک تعلق ہے اس امر کو اسلام کے محاسن میں شمار کیا گیا ہے کہ اس نے موت کے بعد نام لے کر کسی مرنے والے کی تنقیص کی اجازت نہیں دی ہے۔اور خصوصاً اس شخص کے تنقیص کی جس نے اپنی زندگی میں اپنے کردار پر ندامت کے آنسو بہائے جس نے خدا سے مغفرت چاہی اور جو اپنے کیے پر پشیمان ہوا۔ان حالات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں یزید اور حجاج بھی اس کے مستحق تھے کہ اُن کو ''رسوائے زمانہ'' کا خطاب مولانا نہ دیتے جیسا کہ مولانا نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یزید سے زندگی میں اہم غلطیاں ہوئیں لیکن ساتھ ہی اُس کو مغفرت کی بشارت بھی زبان نبوی ﷺ سے ایک طرح مل چکی ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ رسالہ ''حسین رضی اللہ عنہ و یزید'' میں لکھتے ہیں کہ بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''سب سے پہلے قسطنطنیہ پر جو فوج لڑے گی اُس کی بخشش ہوگی۔''

اور معلوم ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جس فوج نے قسطنطنیہ پر لڑائی کی اس کا سپہ سالار یزید ہی تھا، کہا جاسکتا ہے کہ یزید نے یہ حدیث سن کر ہی فوج کشی کی ہوگی بسا ممکن ہے۔ لیکن اس سے اس کے فعل پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی جاسکتی۔

ان حالات میں یزید کے معاملہ میں بھی زبان وقلم پر پورا قابو رکھنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ حجاج کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد بہ عنوان ''انسانیت موت کے دروازے پر'' لکھتے ہیں کہ جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا اُس کو اپنے مظالم یاد آئے اور ان مظالم پر منفعل ہو کر کہنے لگا:

إن ذنبي وزن السمٰوٰت والارض   وظني بخالقي أن يجابي

میرے گناہ آسمان اور زمین کے برابر بھاری ہیں مگر مجھے اپنے خالق سے امید ہے کہ رعایت کرے گا

فلئن من بالرضاء فهو ظني   ولئن مر بالكتاب عذابي

اگر وہ اپنی رضامندی کا احسان مجھ پر کرے تو یہ اس کا احسان ہے اور یہی میری امید ہے لیکن اگر وہ عدل کر کے میرے عذاب کا حکم دے

لم يكن ذاك ظلماً   وهل يظلم رب يرجى الحسن مآب

تو یہ اس کی طرف سے ہرگز ظلم نہیں ہوگا کیا یہ ممکن ہے وہ رب ظلم کرے جس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف بھلائی ہی کی توقع کی جاتی ہے۔

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو یا۔ یہ موقع اس قدر رقت انگیز تھا کہ مجلس میں کوئی بھی اپنے آنسو نہ روک سکا۔ ابومنذر نے جب حجاج کو مرض الموت میں اس کے مظالم پر بہت زیادہ فضیحت کی اور بہت سخت سست کہا تو راوی کہتا ہے کہ حجاج مبہوت ہو گیا دیر تک سناٹے میں رہا پھر اُس نے ٹھنڈی سانس لی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر کہا:

الٰہی مجھے بخش دے کیوں کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو مجھے نہیں بخشے گا۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

رب إن العباد قد أياسوني ورجائی لك الفداة عظيم

الٰہی بندوں نے مجھے ناامید کر ڈالا حالانکہ میں تجھ سے بڑی امید رکھتا ہوں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے حجاج کا یہ قول بیان کیا گیا تو وہ پہلے متعجب ہوئے کہ کیا واقعی اُس نے یہ کہا؟ کہا گیا ہاں اس نے ایسا ہی کہا ہے، فرمایا ''تو شاید'' (یعنی شاید اب بخشش ہو جائے) ①

غرض جو مرنے سے پہلے اپنے کردار پر اس طرح نادم ہو اور پروردگار عالم سے معافی چاہے اس کو بُرے الفاظ سے یاد کرنے میں کیا ہم کو احتیاط نہ برتنا چاہیے؟

حضرت مولانا نے دو چار اور جزئی واقعات عمال وسلاطین بنی امیہ کے سلسلۂ مضمون میں درج فرما کر مثالب بنی امیہ کی فہرست مکمل کی ہے، لیکن میں ان واقعات سے بحث نہیں کرنا چاہتا کہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی کی معصومیت کا قائل نہیں۔ یقیناً ہر شخص اور ہر جماعت میں کچھ نہ کچھ نقائص اور کچھ نہ کچھ خوبیاں ہوتی ہیں۔ بنی امیہ کے افراد بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ تھے۔ ان میں بھلائیاں بھی تھیں اور برائیاں بھی، البتہ میں اس امر کا مخالف ہوں کہ کسی کی برائیوں کو اس طور پر اُچھالا جائے کہ اس کی بھلائیاں بھی

① الہلال ۱۲؍اگست ۱۹۲۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برائیوں کے پردے میں گم ہو کر رہ جائیں۔ حضرت مولانا نے چونکہ بنی امیہ کے حق میں اسی ''انصاف'' کو روا رکھا ہے جس سے بنی امیہ کے متعلق عام طور پر شدید اور واقعات کے خلاف بدظنی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اختتام کلام پر ان کی اُن خدمات کو بھی اجمالی طور پر بیان کر دیا جائے جو مولانا گیلانی کی زبان میں ان دنیا کے متوالوں ''نواسۂ رسول ﷺ کے خون سے حرص وآز کی پیاس بجھانے والوں'' دنیا طلب اور بدتمیزوں نے اسلام اور مسلمانوں کے حق میں انجام دی ہیں۔

قرآن کریم کی خدمت:

جوں جوں عجمیوں سے اہلِ عرب کا اختلاط بڑھا اور زبان ولہجہ کے اختلاف نے تلاوتِ قرآن پر بُرا اثر ڈالنا شروع کیا، حجاج بن یوسف نے اس خطرہ کا بروقت احساس کیا قرآن کریم کے حروف پر نقطے اور اعراب لگوائے تاکہ عرب وعجم یکساں طور پر اس کی تلاوت کر سکیں اور لفظی تحریف کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ ①

علامہ شبلی رحمہ اللہ حجاج کے اس عمل خیر پر تحریر فرماتے ہیں:

''والله هٰذا أعظم مبرة برّ بها الإسلام لا يساويها مبرة وأعظم منة من بها على الدين لا يوازيها منه'' ②

''خدا کی قسم یہ اسلام کے حق میں اتنی بڑی بھلائی ہے کہ کوئی بھلائی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور دین پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس احسان کے برابر کوئی احسان نہیں ہو سکتا۔''

پھر حجاج نے اعراب اور نقطے لگوا کر قرآن کے بہت نسخے مختلف دیار وامصار میں بھجوائے۔ (خلیفہ) ولید (بن عبدالملک) لوگوں کو انعام واکرام دے کر حفظ قرآن پر آمادہ کرتے تھے اور جو لوگ حفظِ قرآن میں سستی کرتے تھے انہیں سزا دیتے تھے چنانچہ

① ابن خلکان ذکر حجاج ② الانتقاد ص ۴۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ولید کے زمانہ میں حافظوں کی تعداد حدِ شمار سے خارج ہوگئی تھی۔

فن تفسیر ''بنی امیہ'' ہی کے زمانہ میں ''مدون ہوا'' ''ابن جُبیر رحمہ اللہ'' پہلے مفسر ہیں جنھوں نے سب سے پہلے عبدالملک کے کہنے سے تفسیر کو کتابی شکل میں جمع کیا، ان کے بعد مجاہد رحمہ اللہ نے عبدالملک کے ہی حکم پر یہ خدمت انجام دی۔ ①

حدیث وفقہ کی خدمت:

جس طرح سلاطین بنی امیہ کو قرآن کریم کی نشر واشاعت سے غایت درجہ شغف تھا اسی طرح حدیث وفقہ کی خدمت بھی ان کا دلچسپ مشغلہ تھا۔ جو علماء حدیث وفقہ کی خدمت میں مصروف رہتے ان کے ساتھ یہ سلاطین ہمیشہ اچھا سلوک کرتے، اُن کی خدمت میں ہدایا بھیجتے، اُن کی عزت وتکریم کرتے۔ چنانچہ عبدالملک نے ایک مرتبہ حجاج کو جب امیرالحج بنا کر روانہ کیا تو یہ حکم دے دیا تھا کہ ''مناسک'' میں ''ابن عمر رضی اللہ عنہما'' کی تقلید کریں کیوں کہ وہ بہترین فقیہ ہیں۔

حضرت مولانا گیلانی کی زبان میں ''بنی امیہ کے سنگ دل اور سیہ سینہ'' گورنروں میں متعدد بزرگ ایسے تھے جن کے متعلق تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ اُن کے سینے علوم حدیث اور اس کے اسرار ومعارف کا گنجینہ تھے۔ سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ، قاسم بن محمد رحمہ اللہ، شعبی رحمہ اللہ، میمون بن مہران رحمہ اللہ، زہری رحمہ اللہ، ایوب بن تمیمہ رحمہ اللہ، قبیصہ بن ذویب رحمہ اللہ، رجاء بن حیوۃ رحمہ اللہ، دربار بنی امیہ میں بہت بارسوخ تھے اور ان میں سے اکثر مختلف جگہوں پر اس حکومت کی طرف سے گورنری کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں ان کی زندگی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ نقلِ حدیث اور روایت کے امام ہیں۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اگر احادیث نبوی کو کتابی شکل میں نہ جمع کر لیا جاتا تو ان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ قوی تھا۔ چنانچہ انہیں حالات کے پیشِ نظر حضرت

① میزان الاعتدال، ذہبی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تمام دیارِ اسلامی میں احکام وفرامین جاری کیے:

''انظروا حديث رسول الله ﷺ فأجمعوه''

''سرورِ عالم ﷺ کی احادیث جمع کرتے جاؤ''

رأس المحدثین ابوبکر بن حزم رحمہ اللہ کو لکھا:

''انظر ما كان من سنة أو حديث فاكتب لي فإني خفت درس العلم وذهاب العلماء''

''رسول اللہ ﷺ کی حدیث وسنت کو جمع کرو کیوں کہ مجھے علم اور علماء کے مٹنے کا خطرہ لاحق ہو رہا ہے۔''

چنانچہ ابوبکر بن حزم رحمہ اللہ نے کئی کتابیں حدیث کی لکھیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ لوگوں کو فرامین لکھتے اور ان فرامین میں لوگوں کو سنت وفقہ کی تعلیم دیتے۔

علم تاریخ، مغازی وسیر کی خدمت:

تاریخ وسیر کی تدوین بھی سلاطین بنی امیہ کے ایما سے ہوئی۔ چنانچہ وہب بن منبہ رحمہ اللہ المتوفی ۱۱۴ھ، محمد بن مسلم زہری رحمہ اللہ المتوفی ۱۲۴ھ، موسی بن عقبہ رحمہ اللہ المتوفی ۱۴۱ھ، نے اپنی کتبِ تاریخ بنی امیہ کے عہد میں انہیں کے ایماء سے لکھیں۔ عوانہ رحمہ اللہ نے کتاب التاریخ اور سیرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کی تالیف کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صنعاء سے مشہور مورخ عبید بن شربہ کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ملوک عجم کے حالات اُن کے طرز حکومت اور اُن کے سیاسی نقطۂ نظر کے متعلق ایک مفصل تاریخ لکھیں چنانچہ انہوں نے کتاب الامثال اور اخبار الماضیین تیار کیں، ہشام کے زمانۂ حکومت میں انہیں کے حکم سے جبلہ نے شاہانِ فارس کی تاریخ کا عربی میں ترجمہ کیا۔

علم نحو وصرف کی خدمت:

ابن خلکان جلد اول ص ۲۴۰ میں ہے کہ ابو اسود دولی نے زیاد والی عراق سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجازت چاہی کہ انہیں عربی نحو وصرف کے قواعد ترتیب دینے کی اجازت دی جائے، زیاد نے اس وقت تو اجازت نہیں دی لیکن کچھ دنوں کے بعد خود ہی زیاد نے اس ضرورت محسوس کیا اور ابواسود دولی سے کہا:

''ضع للناس الذی نهيتك أن تضع لهم''

''ہاں اُن اصول وقوانین کو مرتب کر ڈالو جن کی میں نے تم کو ممانعت کر دی تھی۔''

چنانچہ ابواسود نے نحو وصرف کے قواعد مرتب کیے، پھر عتبہ بن مہران، میمون، عبداللہ حضری، عیسیٰ بن عمر اور خلیل وغیرہ نے ابواسود کے اصول کو تفصیل کے ساتھ لکھا یہ سارے نحوی بنی امیہ ہی کے دور میں گزرے۔

شعر وادب کی خدمت:

شعراء اور اربابِ ادب کی ہمت افزائی بھی بنی اُمیہ کے سلاطین کی علمی خدمات کا ایک جُز ہے۔فرزدقؔ، دارمیؔ، جریر خطفیؔ، اخطلؔ، عمرو بن ربیعہ قرشی وغیرہ اپنے قصائد، سلاطین وعمال کے دربار میں پیش کرتے اور انعام پاتے۔

یہ خدمات جو علوم ودینیات سے متعلق تھیں ان پر اجمالی طور پر بحث کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن انتظامی اور رفاہی کا گزاریوں کے متعلق بھی کچھ عرض کر دیا جائے جو بنی امیہ کے بدنام سلاطین وعمال کے ہاتھوں انجام پہنچیں۔

اربابِ تاریخ متفق علیہ ہیں کہ ان سلاطین نے عام رعایا کی راحت رسانی کے لیے بے شمار نہریں کھدوائیں، جابجا کنویں تعمیر کیے، سڑکیں بنوائیں، نئے نئے شہر بسائے، شفا خانے قائم کیے، جذامیوں، اندھوں، اپاہجوں، مسکینوں کے لیے بیت المال سے وظیفے مقرر کیے، ان کے کام کاج کے لیے آدمی نوکر رکھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد انہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ سرائے اور مہمان خانے کھولے، یتیموں کی پرورش گاہیں بنائیں اور ان کے لیے معلم مقرر کیے۔خرید وفروخت میں آسانی پیدا کرنے کے لیے سکہ رائج کیا،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

غرض وہ سب کچھ کیا جو ایک بیدار مغز، رعایا پرور و خیر خواہ سلطنت اپنے زیر سایہ لوگوں کے ساتھ کر سکتی ہے، خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے سنہرے کلس اور نادر نقش و نگار اسی بدنام حکومت کے نامۂ اعمال کا ایک جز ہیں، اسلام کی آواز انہی کے زمانہ میں عراق، عرب اور شام سے نکل کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلی اور انہوں نے اسلامی فتوحات کی وہ نظیریں قائم کی جس کی مثال مشکل ہی سے مل سکتی ہے، انہی کے زمانہ میں طرابلس، طنجہ، اندلس، ریم، سندھ، قبرص فتح ہوئے۔ یہ اسلام کا جھنڈا لے چین کی سرحد تک پہنچے۔ تیونس اور مراکش، خراسان اور فارس، طبرستان، جرجان، سجستان و خوارزم، ماوراء النہر اور افغانستان میں رائیت اسلامی انہی کے ہاتھوں لہرایا۔

یہ نہایت ہی مختصر طریقہ پر دنیا کے ان متوالوں، سیاہ دل اور سیاہ سینہ انسانوں کی خدمات بیان کر دی گئیں، سُنا ہے کہ اسلام کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ "الحسنات یذھبن السیئات" لیکن کیا معلوم کہ اس اصول سے ان تیرہ بختوں کو بھی کچھ فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے گا یا نہیں؟

ختم کلام پر حضرت مولانا گیلانی سے مجھے اپنی اس جرأت کی معافی مانگنا ہے اور چلتے چلتے اتنی گزارش بھی کرنی ہے۔

شوخی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر
کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی

(مولانا مطلوب الرحمٰن ندوی نگرامی، تصویر کا دوسرا رخ، مطبوعہ الفرقان، لکھنؤ، ستمبر و اکتوبر، ۱۹۹۲، صفحہ ۴۴ تا ۴۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضامین محمد فہد حارث

- کیا بنو امیہ ابتداءً موروثی خلافت پر مصر تھے؟
- سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما
- امیر عبدالملک رحمہ اللہ بن مروان رضی اللہ عنہ
- امیر ولید بن عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ
- ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم الاموی (متوفی ۱۲۵ھ)
- بنو امیہ پر بنو عباس کے بہیمانہ مظالم
- ہمارے خلفاء اور فقہی مذاہب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا بنوامیہ ابتداءً موروثی خلافت پر مصر تھے؟

قطع نظر اس بحث کے کہ اسلام میں موروثی خلافت مباح ہے یا ناجائز، سردست ہم اس غلط فہمی کو رفع کرنا چاہتے ہیں جو عموماً بنوامیہ سے متعلق ہمارے تذکرہ نویسوں کے غیر محتاط رویوں اور غیر محقق بیانات کے اثر سے عوام میں رائج ہوگئی ہے کہ بنوامیہ نے اس امت میں موروثی خلافت کی بنیاد ڈالی اور اس پر مصر رہے۔ درحقیقت یہ مغالطہ تاریخ کے محض جانبدارانہ مطالعہ کا نتیجہ ہے جہاں صرف اپنے مزاج کے موافق ایک ہی طرح کی روایات و حکایات کو درخورِ اعتناء سمجھا جاتا ہے جبکہ تصویر کے دوسرے رخ کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

بنوامیہ کی خلافت کی ابتداء عموماً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد سے کی جاتی ہے اور ٦٠ ہجری کے بعد کے دور کو موروثی خلافت کی ابتداء بتایا جاتا ہے۔ جبکہ یہ بات تاریخی حقائق سے مطابقت نہیں رکھتی۔ باپ کے بعد بیٹے کے خلیفہ بننے کی ابتدا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر ہوگئی تھی اور یہ بات تاریخ کے اوراق میں ثبت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے خلیفہ نامزد ہونے پر کسی قسم کا اعتراض نہ کیا تھا۔ گویا خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی کوئی خلافِ شرع چیز نہ تھی۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت از خود مصالحِ امت کے ضمن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر عموماً یزید کی ولی عہدی کے سلسلے میں موروثی خلافت کا الزام عائد کیا جاتا ہے جبکہ کتبِ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ ابتداءً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یزید کو خلیفہ نامزد کرنے کی کوئی تحریک وارادہ موجود نہ تھا۔ بلکہ اس سلسلے میں آپ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیرِ غور چھ اصحابِ رسول ﷺ کے نام تھے جیسا کہ علامہ ابن کثیر دمشقی نے البدایہ والنہایہ کی جلد ۸ میں نقل کیا ہے:

”وقال عبدالملك بن عُمير: عن قبيصة بن جابر قال: بعثني زياد في شغل إلى معاوية، فلما فرغتُ من أموري قلت: يا أمير المؤمنين لمن يكون الأمر من بعدك؟ فسكت ساعة ثم قال: يكون بين جماعة: أما كريم قريش فسعيد بن العاص، وأما فتى قريش حياءً ودهاءً وسخاءً فعبدالله بن عامر، وأما الحسن بن علي فرجل سيِّد كريم، وأما القارئ لكتاب الله الفقيهُ في دين الله الشديد في حدود الله فمروان بن الحكم، وأما رجل فقيه فعبدالله بن عمر، وأما رجل يرد الشريعة مع دواهي السِّباع ويروغ رَوَغان الثعلب فعبدالله بن الزبير.“

”عبدالملک بن عمیر، قبیصہ بن جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ زیاد بن ابوسفیان نے مجھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام سے بھیجا۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ امیر المومنین! آپ کے بعد یہ معاملہ یعنی امرِ خلافت کس کے ہاتھ میں ہوگا؟ تھوڑی دیر خاموش رہ کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ امر یا تو قریش کے سخی سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا یا پھر سخاوت، حیا اور رعب و دبدبے کے مالک عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس جائے گا یا پھر سردار و سخی انسان سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہوں گے یا پھر کتاب اللہ کے قاری، فقیہِ ملت اور حدود اللہ میں سختی برتنے والے مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں امارت ہوگی یا پھر لوگوں میں سب سے فقیہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تم پر حاکم ہوں گے یا پھر جری و بہادر، چالاک و ہشیار لیکن سختی سے شریعت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کی پابندی کرنے والے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تم پر امارت ہوگی۔'' ①

یہ بات اپنی جگہ مُسلّم ہے کہ ان چھ افراد میں سے تین اشخاص یعنی سیدنا مروان بن الحکم، سیدنا سعید بن العاص اور سیدنا عبداللہ بن عامر کریز رضی اللہ عنہم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبیلے سے تعلق ضرور رکھتے تھے لیکن حقیقت میں ان تینوں کی قریبی رشتہ داریاں سیدنا عثمان و سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے تھیں جہاں سیدنا مروان سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے سگے چچازاد بھائی اور داماد تھے وہیں وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیوں کے سسر اور ان کے دوہرے سمدھی تھے۔ جبکہ سیدنا عبداللہ بن عامر سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی پھوپھی ام الحکیم بیضاء بنت عبدالمطلب کے پوتے تھے اور اسی طرح سیدنا سعید بن العاص اموی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے داماد تھے کہ ان کو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام عمرو بنت عثمان رضی اللہ عنہما بیاہی تھیں۔ اس رشتے سے یہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہم زلف بھی تھے کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری بیٹی اروی بنت عثمان سیدنا خالد کو بیاہی تھیں جبکہ تیسری بیٹی عائشہ بنت عثمان رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو، چوتھی بیٹی ابان بنت عثمان سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو بیاہی تھیں۔ اس لحاظ سے یہ تمام حضرات یعنی سیدنا سعید بن العاص، سیدنا مروان بن الحکم، سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہم آپس میں ہم زلف اور دامادِ خلیفہ راشد ثالث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ ② اسی طرح سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کے سمدھی بھی تھے کیونکہ سیدنا طلحہ کی بیٹی الصعبہ بنت طلحہ کی شادی سیدنا سعید کے بیٹے عنبسہ بن سعید بن العاص سے ہوئی تھی جبکہ ان کے دوسرے بیٹے عمرو بن سعید کی شادی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سودہ بنت زبیر سے ہوئی تھی۔ ③ پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تو خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے جبکہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سگے پھوپھی

---

① البدایة و النهایة الجزء الثامن صفحه 123 تحت الترجمة سعید بن العاص

② کتاب المحبر صفحہ 66 ③ حوالہ سابقہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

زاد بھائی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی خلیفہ دوئم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ گویا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے قبل جن اشخاص کو خلیفہ نامزد کرنے کا سوچا وہ سب ان سے زیادہ ان کے پیشرو خلفاء سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔

تاہم بعض سیاسی مصالح کے پیشِ نظر ان چھ افراد میں سے کسی کی نامزدگی نہ ہوسکی اور بعض اصحاب کے خیر خواہانہ مشورے پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں مصالح و اتفاقِ امت کے ضمن میں یزید کی ولی عہدی کا خیال پیدا ہوا۔ گرچہ آپ رضی اللہ عنہ چاہتے تو اپنے پیشرو خلفاء کی طرح بغیر کسی سے مشورہ کیے محض اپنی صوابدید پر ہی یزید کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر جاتے جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی سے مشورہ لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا تھا یا جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے محض اپنی صوابدید سے خلافت کو فقط چھ لوگوں کی مرضی و نامزدگی میں محصور کردیا تھا۔ لیکن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی ولی عہدی کے ضمن میں احتیاط کا راستہ اختیار کرنے میں عافیت جانی اور پورے بلادِ اسلامیہ سے مشورے اور وفود کی بیعت آجانے کے بعد یزید بن معاویہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ گویا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے لیے مکمل استصوابِ رائے کروایا اور جمہور امت کی رائے جاننے کے بعد ہی اس کی ولی عہدی کا اعلان کیا۔

تقریباً چار سال مسند خلافت پر براجمان رہنے کے بعد ۶۴ ہجری میں عارضہ نقرس کے سبب یزید بن معاویہ کا انتقال ہوگیا۔ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد ۸ میں لکھتے ہیں کہ جس وقت یزید کا انتقال ہوا اس وقت یزید کی فوج کے سپہ سالار حصین بن نمیر السکونی نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف مکہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ حصین بن نمیر کو جیسے ہی یزید کی وفات کی خبر ملی وہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور ان کو پیش کش کی کہ اب آپ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، آپ میرے ساتھ شام چلیں، واللہ اب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ آپ کی بیعت کرنے سے قطعی پیچھے نہ رہیں گے لیکن سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان کے مشورے کو لائق اعتناء نہ سمجھا اور ان سے اونچی آواز میں سخت کلامی کی جس پر حصین بن نمیر ناراض ہوکر یہ کہہ کر فوج واپس لے کر چلے گئے کہ میں ان سے حکومت کا وعدہ کرتا ہوں اور یہ مجھے قتل کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ مکہ سے شام جاتے ہوئے ان کی فوج نے مدینہ میں قیام کیا جہاں اس کے جانوروں کے پینے اور چارہ کا انتظام جناب علی بن حسین بن علی زین العابدین رحمہ اللہ نے کیا اور ان کی عزت افزائی کی۔ ابن کثیر دمشقی کے الفاظ ہیں:

''وذكر ابن جرير: أن حصيناً وابن الزبير اتَّعدا ليلة أن يجتمعا، فاجتمعا بظاهر مكة، فقال له حصين: إن كان هذا الرجل قد هلك فأنت أحق الناس بهذا الأمر بعده، فهلمَّ فارحل معي إلى الشام، فوالله لا يختلف عليك اثنان. فيقال: إن ابن الزبير لم يثق منه بذلك، وأغلظ له في المقال، فنفر منه ابن نمير وقال: أنا أدعوه إلى الخلافة وهو يغلظ لي في المقال؟ ثم كرَّ بالجيش راجعاً إلى الشام، وقال: أعده بالملك ويتوعدني بالقتل؟! ثم ندم ابن الزبير على ما كان منه إليه من الغلظة، فبعث إليه يقول له: أما الشام فلستُ آتيه، ولكن خذ لي البيعة على من هنالك، فإني أؤمنكم، وأعدل فيكم. فبعث إليه يقول له: إن من يبتغينا من أهل البيت بالشام لكثير. ورجع فاجتاز بالمدينة، فطمع فيه أهلها، وأهانوهم إهانة بالغة، وأكرمهم علي بن الحسين (زين العابدين) وأهدى لحصين بن نمير قتّا وعلفا. وارتحلت بنو أمية مع الجيش إلى الشام، فوجدوا معاوية بن يزيد بن معاوية قد استُخلف مكان أبيه بدمشق عن وصية من أبيه له بذلك، والله

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبحانه أعلم.'' ①

یزید نے اپنے بعد اپنے بیٹے ابولیلیٰ معاویہ بن یزید بن معاویہ کو خلیفہ نامزد کیا تھا لیکن یہ یزید بن معاویہ کی نیک تربیت کا اثر تھا کہ اس کا جانشین بیٹا ہاتھ آئی خلافت سے یہ کہہ کر دستبردار ہو گیا کہ میں خود کو اس کا اہل نہیں پاتا، آپ اربابِ شوریٰ جس کو چاہیں اپنے مشورے سے خلیفہ نامزد کرلیں۔ سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ اس وقت مدینہ میں تھے، ان کو جب معاویہ بن یزید کی دستبرداری کی اطلاع ملی تو وہ سیدھے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور ان کو خلافت کی پیشکش کی۔ ابن سعد حسن سند کے ساتھ طبقات میں روایت لائے ہیں:

''قال ابن سعد: أخبرنا أحمد بن عبدالله بن يونس قال حدثنا أبو بكر بن عياش عن عاصم بن أبي النجود، قال مروان لابن عمر: هلم يدك نبايع لك فإنك سيد العرب و ابن سيدها. قال: قال له ابن عمر: كيف أصنع بأهل المشرق؟ قال: تضربهم حتى يبايعوا. قال: والله ما أحب أنها دانت لي سبعين سنة و أنه قتل في سببي رجل واحد

قال: يقول مروان:

إني أرى فتنة تغلي مراجلها

و الملك بعد أبي ليلى لمن غلبا'' ②

''سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا اپنا ہاتھ دیجیے، ہم آپ کی بیعت کرلیں۔ آپ سید العرب اور ابنِ سید العرب ہیں۔ اس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مروان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں بھلا اہل مشرق (عراقیوں) سے کیسے نمٹوں گا۔

① البداية و النهاية الجزء الثامن صفحه 319 بذيل احداث سنة 64 هجرى
② الطبقات الكبرى لابن سعد: 4/169، إسناده حسن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مروان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ انھیں ماریئے گا یہاں تک کہ وہ بیعت کر لیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا مجھے یہ پسند نہیں کہ عرب ستر برس میرے تابع رہیں بدلے اس کے کہ ایک بھی آدمی میری وجہ سے مارا جائے۔مروان رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے کی ہانڈیاں ابل رہی ہیں۔ابولیلی (معاویہ بن یزید) کے بعد اس کی حکومت ہوگی جس نے غلبہ پالیا۔''

گویا یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد خود اہل شام اور بنوامیہ کی طرف سے کوشش کی گئی کہ خلافت بنوامیہ سے باہر چلی جائے جس میں پہلی کوشش بنوامیہ کی طرف سے مقرر کردہ ایک سپہ سالار حصین بن نمیر السکونی کی طرف سے آلِ زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف خلافت کی منتقلی کی تھی۔جبکہ دوسری کوشش سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی طرف سے آلِ عمر رضی اللہ عنہم کو خلافت تفویض کرنے کی تھی۔جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خلافت کی بیعت لینے سے انکار کر دیا تو اس وقت بھی امرِ خلافت کا بوجھ اٹھانے کے واسطے سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما کا خیال اپنی ذات کے بجائے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف ہی گیا۔جیسا کہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ کی جلد ۸ میں مرج راہط کے واقعہ کی مزید تفصیلات کے ذیل میں ''وقعة مرج راهِط'' کی سرخی قائم کر کے تصریح کی ہے:

''فعزم مروان بن الحكم على الرحيل الى ابن الزبير ليبايعه و ياخذ اماناً منه لبني أمية، فإنه كان قد أمر باجلائهم عن المدينة''①

''پس مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ بنوامیہ کو لے کر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف عازم سفر ہوئے تاکہ ان کی بیعت کر لیں اور ان سے بنوامیہ کے لیے امان بھی طلب کر لیں۔کیونکہ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے انہیں مدینہ سے جلاوطن کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔''

① الجزء الثامن صفحه 340

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد ۸ میں سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بیان کی سرخی قائم کرکے اس بیعت کے انعقاد کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مایوس ہوکر حصین بن نمیر السکونی جب شام پہنچے تو انہوں نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر بیعت لینے کے لیے زور ڈالا، اتنے میں بصرہ سے عبیداللہ بن زیاد بھی دمشق پہنچ گیا۔ حصین بن نمیر السکونی کی طرح عبیداللہ بن زیاد اور ابنائے یزید بن معاویہ نے بھی سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر زور ڈالا کہ آپ اس وقت امت کے لیے موزوں ترین شخص ہیں سو آپ خلافت کی بیعت لے لیجیے۔ جب کہ اس سے پہلے یزید بن معاویہ کے ننھیالی قبیلے بنوکلب نے بنوامیہ میں اقتدار رکھنے کے لیے کوششیں شروع کررکھی تھیں اور اس سلسلے میں حسان بن مالک بن بحدل الکلبی اپنے بھانجے خالد بن یزید بن معاویہ کی بیعت کے لیے لوگوں کو بلا رہا تھا اور اس سلسلے میں اہل اردن نے اس کے ہاتھ پر خالد بن یزید کے لیے بیعت بھی کرلی تھی۔ جس کے بعد حسان بن مالک کلبی نے ناغضہ بن کریب کے ہاتھوں ایک خط جناب ضحاک بن قیس فہری کو بھیجا، جو یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بنوامیہ حامی تھے اور اس کے انتقال کے بعد ان کا جھکاؤ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف ہوگیا تھا اور اس ضمن میں وہ لوگوں کو ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف دعوت دے رہے تھے، اور اہلِ دمشق کو بھی بھیجا جس میں ضحاک بن قیس فہری کو ان احسانات کو یاد دلایا گیا جو بنوامیہ نے ان پر کیے تھے اور ساتھ ہی ان کو مع اہل دمشق خالد بن یزید کی بیعت کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ ناغضہ نے جب اس خط کو بھرے مجمع میں پڑھ کر سنایا تو اہل دمشق کے بعض امراء نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے خالد بن یزید کی بیعت پر آمادگی ظاہر کی جبکہ بعض بدستور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے طرفدار رہے۔ جس کو لے کر جناب ضحاک بن قیس فہری، اور حسان بن مالک کلبی کے طرفداران میں عین دورانِ خطبۂ جمعہ جھڑپ ہوتے ہوتے رہ گئی اور خالد بن یزید بن معاویہ نے اپنی حکمت وتدبر سے حالات کو وقتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنبھالا دیا اور لوگوں کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا۔ تاہم بعد از نمازِ جمعہ ضحاک بن قیس فہری رضی اللہ عنہ نے ناغصہ بن کریب کی تصدیق کرنے والے لوگوں کو قید کرنے کا حکم دے دیا جس پر پھر حالات کشیدہ ہوئے اور یوں اہل دمشق سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور بنو امیہ دونوں سے متعلق اضطراب کا شکار ہو گئے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ پوری روداد یوں نقل کی ہے:

''وكتب حسان بن مالك بن بَحْدَل الكلبي إلى الضحّاك بن قيس يثنيه عن المبايعة لابن الزبير، ويعرِّفه أيادي بني أمية عنده وإحسانهم إليه، ويذكر فضلهم وشرفهم. وقد بايع حسان بن مالك أهل الأردن لبني أمية، وهو يدعو إلى ابن أخته خالد بن يزيد بن معاوية بن أبي سفيان، وبعث إلى الضحاك كتاباً بذلك، وأمره أن يقرأ كتابه على أهل دمشق يوم الجمعة على المنبر، وبعث بالكتاب مع رجل يقال له: ناغضة بن كريب الطابخي ـ وقيل: هو من بني كلب ـ وقال له: إن لم يقرأه هو على الناس فاقرأه أنت وأعطاه نسخة به، فسار إلى الضحاك، فأمره بقراءة الكتاب، فلم يقبل، فقام ناغضة فقرأه علي الناس، فصدَّقه جماعة من أمراء الناس وكذَّبه آخرون، وثارت فتنة عظيمة بين الناس، فقام خالد بن يزيد بن معاوية ـ وهو شاب حدث ـ على درجتين من المنبر فسكَّن الناس، ونزل الضحاك فصلَّى بالناس الجمعة، وأمر الضحاك بن قيس بأولئك الذين صدقوا ناغضة أن يُسجنوا، فثارت قبائلهم فأخرجوهم من السجن، واضطرب أهل دمشق في ابن الزبير وبني أمية. وكان اجتماع الناس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لذلك ووقوفهم بعد صلاة الجمعة بباب جَيْرون، فسمي هذا اليوم يوم جيرون.''①

ابن کثیر رحمہ اللہ آگے مزید لکھتے ہیں:

''قال المدائني: وقد أراد الناس الوليد بن عتبة بن أبي سفيان أن يتولّى عليهم، فأبى، وهلك فى تلك الليالي.''②

''یعنی مدائنی کہتے ہیں کہ لوگوں (یعنی اہل دمشق) نے ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو اپنا امیر بنانا چاہا لیکن وہ نہ مانے اور انہیں دنوں میں فوت ہو گئے۔''

گویا خود بنو امیہ نے خلافت یا امارت کے حصول میں کوئی چوکسی نہ دکھائی اور ولید بن عتبہ بن ابوسفیان نے ہاتھ آئی امارت رد کر دی۔ کچھ ساعتوں بعد دمشق میں ایک دفعہ پھر طرفدارانِ ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور طرفدارانِ بنو امیہ یعنی بنوکلب وطرفدارانِ خالد بن یزید میں معرکہ آرائی ہوئی اور قتال چھڑ گیا۔ جس کا سبب جناب ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کی ایک تند وتیز تقریر بنی تھی۔ بعد ازاں جناب ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ اس صورتِ حال سے دلبرداشتہ ہو گئے اور انہوں نے دارالامارۃ میں خود کو مقید کر لیا اور باہر نہ نکلے یہاں تک کہ اگلے دن فجر میں صلوٰۃ کے لیے باہر نکلے تو بنو امیہ کو پیغام بھیج کر اپنے پاس بلوایا جن میں مروان بن الحکم، عمرو بن سعید بن العاص اور یزید بن معاویہ کے بیٹے خالد اور عبداللہ شامل تھے۔ گزشتہ دن ان کی تقریر کے سبب جو کچھ ہوا جناب ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس پر معذرت کی اور ان حضرات کے ساتھ حسان بن مالک کلبی کے پاس جانے پر اتفاق کیا اور عندیہ ظاہر کیا کہ یہ تمام اصحاب مل کر بنو امیہ کے کسی شخص پر اتفاق کر لیں گے۔ یہ سب حسان بن مالک کی طرف جانے کے لیے ساتھ نکلے اور مقامِ جابیہ تک پہنچے تھے کہ اچانک ضحاک بن قیس کو معن بن ثور بن اخنس آ کر ملا اور اس نے ضحاک بن قیس کو عار دلائی کہ کل

①② البداية و النهاية الجزء الثامن صفحه 338 باب ذكر بيعة مروان بن الحكم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک آپ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف دعوت دیتے تھے اور اب اس جاہل بدو یعنی حسان بن مالک کی طرف جا رہے ہیں کہ اس کے بھانجے خالد بن یزید بن معاویہ کو خلیفہ بنا دیں۔ اس پر ضحاک نے اس سے مشورہ طلب کیا اور اس نے کھل کر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف دعوت دینے کی رائے دی۔ جس پر ضحاک بن قیس فہری اپنے ساتھیوں سمیت واپس دمشق لوٹ گئے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف علانیہ دعوت دینے لگے۔ ابن کثیر کے الفاظ ہیں:

''ثم إن الضحاك بن قيس صعد منبر المسجد الجامع فخطبهم به، ونال من يزيد بن معاوية، فقام إليه شاب من بني كلب فضربه بعصا كانت معه، والناس جلوس متقلِّدي سيوفهم، فقام بعضهم إلى بعض فاقتتلوا في المسجد قتالاً شديداً، فقَيْس ومن لفَّ لفيفها يدعون إلى ابن الزبير وينصرون الضحاك بن قيس، وبنو كلب يدعون إلى بني أمية وإلى البيعة لخالد بن يزيد بن معاوية، ويتعصَّبون ليزيد وأهل بيته، فنهض الضحاك بن قيس فدخل دار الإمارة وأغلق الباب ولم يخرج إلى الناس إلا يوم السبت لصلاة الفجر، ثم أرسل إلى بني أمية فجمعهم إليه، فدخلوا عليه وفيهم مروان بن الحكم، وعمرو بن سعيد بن العاص، وخالد وعبدالله ابنا يزيد بن معاوية ـ قاله المدائني ـ فاعتذر إليهم مما كان منه، واتَّفق معهم أن يركب معهم غدوة إلى حسان بن مالك الكلبي فيتَّفِقوا على رجل يرتضونه من بني أمية للإمارة، فركبوا جميعاً إليه، فبينما هم يسيرون إلى الجابية لقصد حسان بن مالك إذ جاء معنُ بن ثور بن الأخنس في قومه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قيس، فقال له: إنك دعوتَنا إلى بيعة ابن الزبير فأجبناك، وأنت الآن ذاهب إلى هذا الأعرابي ليستخلف ابن أخته خالد بن يزيد بن معاوية! فقال له الضحاك: فما الرأي؟ قال: الرأي نُظهر ما كنا نُسِرّ، وأن ندعو إلى طاعة ابن الزبير ونقاتل عليها. فمال الضحاك بمن معه فرجع إلى دمشق، فأقام بها بمن معه من قيس ومن لفَّ لفيفها، وبعث إلى أمراء الأجناد وبايع الناس لابن الزبير، وكتب إلى ابن ... ''①

اس ساری صورتحال سے جناب مروان رضی اللہ عنہ کافی کشمکش کا شکار ہو گئے اور ابتداءً ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کرنے کا رجحان رکھنے کے اور اس کے لیے ان کی طرف عازمِ سفر ہونے کے باوجود مقام اذرعات پر جب ابن زیاد، عمرو بن سعید بن العاص، حصین بن نمیر، اہل یمن اور دیگر کئی لوگ ان سے ملے اور ان پر اپنی ذات کے لیے امرِ خلافت کی بیعت لینے کے لیے زور ڈالا تو سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں بدستور تردد کا شکار رہے یہاں تک کہ شام میں ایسے حالات رونما ہونے لگے جس سے لگنے لگا کہ اہل شام کے مابین کہیں خانہ جنگی نہ چھڑ ہو جائے، پس حالات کو اس نہج پر جاتا دیکھ کر بالآخر مقام جابیہ میں بروز بدھ ۳/ذی القعدہ ۶۴ ہجری سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بیعت لی۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ پوری روداد ان الفاظ میں نقل کی ہے:

''ولما رأى مروان بن الحكم ما انتظم من البيعة لابن الزبير وما استوسق له من الملك عزم على الرحيل إليه لمبايعته، وليأخذ منه أماناً لبني أمية، فسار حتى بلغ أذْرِعات، فلقيه ابن زياد مقبلاً

① أيضاً صفحه 338-339

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

من العراق، فصدَّه عن ذلك، وهجَّن رأيه، واجتمع إليه عمرو بن سعيد بن العاص وحُصين بن نُمير وابن زياد وأهل اليمن وخلق، فقالوا لمروان: أنت كبير قريش ورئيسها، وخالد بن يزيد غلام، وعبدالله بن الزبير كهل، فإنما يُقرع الحديد بعضه ببعض، فلا تباره بهذا الغلام، وارم بنحرك في نحره، ونحن نبايعك، ابسُط يدك، فبسط يده، فبايعوه بالجابية في يوم الأربعاء لثلاث خلون من ذي القعدة أربع وستين.''①

کہتے ہیں کہ جب سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے انعقاد کے سلسلے میں لوگ رات کے وقت ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ خیمے کی شمع روشن ہے اور قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہیں۔

اور یوں خلافت بنومروان میں منتقل ہوگئی تاہم آگے جا کر سلیمان بن عبدالملک نے اپنے کسی بیٹے یا بھائی کے بجائے اپنے بھتیجے عمر بن عبدالعزیز کو خلافت سونپ کر ایک دفعہ پھر اس موروثیت کے نظریے پر اصرار کو غلط ثابت کر دیا۔ پس یہ کہنا کہ بنوامیہ جن میں آل ابوسفیان و آل مروان شامل تھے موروثی خلافت یا باپ کے بعد بیٹے کی خلافت کے نظریے اور انعقاد پر مصر تھے سخت خلط مبحث اور تاریخ سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ بنوامیہ میں خلافت توارث سے چلی کیونکہ یہ اُس وقت امت کے مصالح میں تھا اور جب جب ممکن ہوسکا ارکانِ خلافتِ بنوامیہ نے اس توارث کو منقطع کرنے کی کوشش بھی کی، یہ الگ بات ہے کہ حالات کبھی اس کے موافق نہ ہوسکے۔ ورنہ اگر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بنوامیہ کے عامل حصین بن نمیر السکونی کی بات مان لیتے تو خلافت بنوامیہ کے بجائے آل زبیر کو چلی جاتی اور اگر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی بات مان لیتے تو خلافت آل عمر کا مقدر ٹھہرتی۔ واللہ أعلم

① أيضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما

اسلامی تاریخ میں قبائلی تعصب اور تاریخی بے راہ روی کی وجہ سے جن شخصیات کے ساتھ ظلم کیا گیا ہے ان میں سے ایک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سگے چچا زاد بھائی و داماد اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سمدھی اور مسلمانوں کے متنازعہ آٹھویں خلیفہ سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا سیدنا حکم رضی اللہ عنہ بن ابی العاص کے صاحبزادے تھے۔ علامہ ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی نے ''کتاب المحبّر'' میں اور ابن قتیبہ الدینوری نے ''المعارف'' میں لکھا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام ابان بنت عثمان بیاہی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت بعض علماء کے نزدیک ان کی عمر پانچ سال اور بعض کے نزدیک آٹھ نو سال تھی۔ لیکن آٹھ اور نو سال والا قول ہی راجح ہے کیونکہ الإصابة، البداية والنهاية اور الجمع بين رجال الصحيحين وغیرہ میں تصریح ہے:

''مات في شهر رمضان سنة خمس و ستين بدمشق''

یعنی ''ماہ رمضان المبارک ۶۵ ہجری میں ۶۳ سال کی عمر میں دمشق میں مروان رضی اللہ عنہ نے وفات پائی''

تو اس حساب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر ۹ سال بنتی ہے۔ ابن قتیبہ دینوری (متوفی ۲۷۶ھ) نے بھی اپنی کتاب ''المعارف'' میں لکھا ہے:

''وكان مروان وُلد لسنتين خلتا من الهجرة و قُبض رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وهو ابن ثمان سنين''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''مروان رضی اللہ عنہ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔'' ①

اس لیے مروان صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کیے جائیں گے۔ جیسا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدنا محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ وغیرہ کا نام آتا ہے۔ کچھ لوگوں نے ان کے صحابی ہونے کا انکار کیا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ و امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ، جبکہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں مروان رضی اللہ عنہ کی بابت لکھا ہے لا یثبت له صحبة یعنی ان کا صحابی ہونا ثابت نہیں۔ لیکن یہ فیصلہ کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ فتح مکہ کے وقت جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سب قریش حاضر ہوئے اور بچے بھی حضور میں پیش کیے گئے، جن کے سروں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعائیں کیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے خاندان بنو عبد مناف کا ایک اموی نونہال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم رہ گیا ہو، خصوصاً جبکہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا چچازاد بھائی بھی ہو۔ دراصل ابن حجر کے قول لا یثبت له صحبة کی درست توجیہ خود ابن حجر عسقلانی کے اپنے عمل سے ہوجاتی ہے کہ ابن حجر نے خود مروان رضی اللہ عنہ کا ذکر تراجم صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق اپنی مشہور کتاب ''الإصابة فی تمییز الصحابة'' میں کیا ہے اور ان کو صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل فرمایا۔ جیسا کہ ''الاصابہ'' کے مقدمہ میں ابن حجر عسقلانی تصریح کرتے ہیں کہ اس کتاب میں انہوں نے ابن اثیر کی مخالفت کی ہے جنہوں نے بہت سے ایسے لوگوں کو بھی صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل کردیا جو صحابی نہیں تھے، گویا اپنی اس کتاب میں ابن حجر نے صرف ان ہی لوگوں کو صحابی قرار دیا ہے جو ان کے نزدیک اس رتبہ کے حامل ہیں۔ اس کے بعد ابن حجر نے اپنی کتاب میں مذکور اشخاص کو چار قسموں میں تقسیم کیا جس میں قسم اول و قسم ثانی والوں کو صحابی بتایا۔ قسم ثانی والوں کی بابت ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

① کتاب المعارف: ابن قتیبة الدینوری صفحہ 353، تحت الترجمة مروان بن الحکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''القسم الثانی کے تحت ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی اولاد تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صغیر السن تھے، انہیں گمان غالب کی بناء پر صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل کیا گیا ہے۔ اس احتمال پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا ہوگا۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اپنے بچوں کو ولادت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لانے کے بے شمار اسباب ہیں۔۔۔ لیکن محققین اہل علم جنہیں حدیث کا علم ہے ان کے نزدیک ان لوگوں کی احادیث مراسیل میں شمار ہوتی ہیں۔ اسی بناء پر میں نے انہیں قسم اول کے لوگوں سے علیحدہ ذکر کیا ہے۔''①

اب دیکھیے مقدمہ میں اسی تمہید کے بعد جلد پنجم میں سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کے حالات میں ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ حکم بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ اموی تھے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔ ان کا ذکر القسم الثانی میں آئے گا۔''

یہی وجہ ہوئی کہ ابن حجر کا کہنا کہ لا تثبت له صحبة سے مراد ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست روایت کی نفی ہے البتہ ابن حجر رؤیت کے تحت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو صحابی ہی مانتے تھے جیسا کہ انہوں نے الاصابہ کے مقدمہ میں تصریح کر دی تھی۔ بعینہٖ اسی لیے حافظ ابن حجر هدى الساري میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں له روية یعنی انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔②

اسی طرح ''تاریخ خمیس'' میں ہے وكان مروان قد لحق النبى صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مروان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے، اسی لیے اہل شام کے نزدیک ان کا صحابی

---

① الإصابة فی التمیز الصحابة جلد اول مقدمة صفحه 55

② فتح الباری جلد 14، صفحہ 443

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا متفق علیہ ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ منہاج السنۃ جلد ۳ ص ۱۸۹ میں فرماتے ہیں واختلف في صحبته یعنی ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے پھر فرماتے ہیں ومروان أقران ابن الزبیر یعنی اور مروان تو ابن الزبیر کے طبقہ کے ہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں ھو صحابي عند طائفة کثیرة① یعنی کثیر جماعت کے نزدیک مروان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ البتہ روایت کے اعتبار سے وہ تابعی ہیں لیکن اس شان کے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے روایت کیا ہے۔ علامہ ابن سعد نے مروان رضی اللہ عنہ کو تابعین کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔② یہی بات ''البدایہ والنہایہ الجزء الثامن صفحہ ۲۶۰'' میں علامہ ابن کثیر نے بھی لکھی ہے کہ و ذکرہ ابن سعد في الطبقة الأولي من التابعین یعنی ابن سعد نے ان کا ذکر تابعین کے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے۔

امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ مالکی فرماتے ہیں:

''صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور فقہاء مسلمین کے نزدیک مروان رضی اللہ عنہ اس امت کی عظیم شخصیتوں میں سے ہیں اور نہایت ثقہ ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے اور تابعین میں سے ان کے ہم عمر صحابہ رضی اللہ عنہم نے، اگر ان پر دو قولوں میں سے ایک کے مطابق صحابیت کا اطلاق جائز ہو۔ رہے شہروں کے فقہاء تو وہ سب کے سب ان کی تعظیم پر، ان کی خلافت کی حجیت پر، ان کے فتاویٰ کے لائق اعتنا ہونے پر اور ان کی روایات کی پیروی پر متفق ہیں اور جو ناسمجھ مؤرخ اور ادیب ہیں وہ اپنے ظرف کے مطابق ان کے خلاف باتیں بناتے ہیں''③

مروان رضی اللہ عنہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے بسند سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ اور علی بن حسین بن علی رحمہ اللہ روایتیں لی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ان سب بزرگوں کی

① البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۵۷ ② ۵/ ۳۵
③ العواصم من القواصم ص ۸۹۔ ۹۰

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تفصیل دی ہیں جنہوں نے مروان رضی اللہ عنہ سے روایتیں کیں مثلاً سعید بن المسیب رحمہ اللہ، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمہ اللہ، ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی رحمہ اللہ، عروۃ بن الزبیر رحمہ اللہ، عراک بن مالک الغفاری رحمہ اللہ، عبداللہ بن شداد بن الہاد رحمہ اللہ وغیرہم۔ یہ سب حضرات کبار فقہاء میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ موطا امام مالک، صحیح بخاری، سنن نسائی وغیرہ میں مروان رضی اللہ عنہ کے ارشادات، فتاویٰ اور قانونی فیصلے مندرج ہیں اور انہیں فقہائے اسلام شرعی نظائر کی حیثیت دیتے ہیں گویا اسلامی فقہ میں مروان رضی اللہ عنہ کی حیثیت بہت بڑی ہے۔ حدیث کی مندرجہ ذیل کتابوں میں مروان رضی اللہ عنہ کی روایات بکثرت پائی جاتی ہیں:

۱۔صحیح بخاری

۲۔موطا امام مالک

۳۔ موطا امام محمد

۴۔مصنف عبدالرزاق

۵۔مسند امام احمد بن حنبل

۶۔سنن نسائی

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی تاریخ الکبیر میں مروان رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہیں لیکن ان کے متعلق کوئی ناقدانہ بات نہیں کرتے، یہی کام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جرح و تعدیل جلد رابع میں کیا ہے اور مروان کی ثقاہت درج کی ہے۔ الغرض مروان رضی اللہ عنہ بخاری وموطا امام مالک اور دوسری کتب حدیث کے راوی ہیں۔ امام بخاری اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما نے نہ صرف مروان رضی اللہ عنہ سے روایتیں لی ہیں بلکہ ان کے فتاویٰ کو بطور حجت نقل کیا ہے اور ان کو سنت قرار دیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ روایتِ حدیث میں کس قدر متشدد ہیں اور اسی لیے انہوں نے اپنی موطا میں کسی سوء العقیدہ و فاسق شخص سے روایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں لی لیکن اس کے باوجود امام مالک رحمہ اللہ نے مروان رضی اللہ عنہ سے نہ صرف روایتیں لیں بلکہ ان کے فتاوٰی کو سنت کی اتباع میں نقل کیا۔

مروان رضی اللہ عنہ کی عبادت وتقویٰ اپنے ہم عصر افراد میں بہت ممتاز تھا۔تلاوت کلام پاک کا تو ایسا عشق تھا کہ ''من أقراء الناس القرآن '' کہلاتے تھے۔البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۵۷ میں ہی یہ روایت درج ہے کہ یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کی ولایت عہد کی تحریک سے کچھ پہلے امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ یہ فرما کر مروان رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کرنے کا خیال کر رہے تھے کہ وہ کتاب اللہ کے قاری، اللہ کے دین کے فقیہ اور حدود اللہ قائم کرنے میں شدید ہیں۔

''وقال ابن المبارك: عن جرير بن حازم، عن عبدالملك بن عمير، عن قَبيصة بن جابر أنه قال لمعاوية: من تركتَ لهذا الأمر من بعدك؟ فقال: أما القارئ لكتاب الله، الفقيه في دين الله، الشديد في حدود الله، مروان بن الحكم. وقد استنابه على المدينة غير مرة، يعزله ثم يعوده إليها. وأقام للناس الحج في سنين متعددة.''

علامہ ابن کثیر مروان رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کے تحت مزید لکھتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مروان رضی اللہ عنہ منصب قضا پر بھی فائز تھے اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ شدہ قضایا کی روشنی میں اپنے مقدمات کا فیصلہ صادر کرتے تھے۔عن الإمام أحمد قال يقال كان عند مروان قضاء و كان يتبع قضايا عمر بن الخطاب ①

حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں مروان رضی اللہ عنہ کی علمی لیاقت ان الفاظ میں بیان کی ہے کہ مروان اپنے دور کے فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے۔②

① جلد ۸ ص ۲۵۸ ② الاصابہ ج ۳ ص ۴۵۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن کثیر دمشقی ''البدایہ والنہایہ الجزء الثامن صفحہ ۲۶۰'' میں ''ترجمۃ مروان بن الحکم'' کے تحت لکھتے ہیں:

''و قد كان مروان من سادات قريش و فضلائها''

''یعنی مروان رضی اللہ عنہ قریش کے سرداروں اور افضل لوگوں میں سے تھے۔''

ابن کثیر مروان رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کے تحت مزید لکھتے ہیں:

''قالوا: ولما كان نائباً بالمدينة إذا وقعت معضلة جمع مَنْ عنده من الصحابة، فاستشارهم فيها. قالوا: وهو الذي جمع الصيعان، فأخذ بأعدلها، فنُسب إليه الصاع، فقيل: صاع مروان.''

''جب مروان رضی اللہ عنہ مدینہ کے نائب تھے اور ان کو کوئی مشکل پیش آتی تو وہ اپنے پاس موجود تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے تھے۔ مروان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں رائج تمام صاع کو اکٹھا کیا اور ان میں جو سب سے درست و مبنی بر عدل صاع تھا، اس کو اختیار کیا۔ پھر وہ صاع انہیں کی طرف منسوب ہو گیا اور اس کو ''صاعِ مروان'' کہا جانے لگا۔''

جبکہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مروان رضی اللہ عنہ کا علمی و فقہی مقام ان الفاظ میں درج کیا ہے أخرج أهل الصحاح عدة أحاديث عن مروان و له قول مع أهل الفتيا ①

یعنی صحاح کے محدثین نے متعدد احادیث مروان رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہیں اور اہل فتاویٰ میں مروان رضی اللہ عنہ کا قول لیا جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں محمد بن بشار اور ابن مثنی سے روایت ہے کہ سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی غیر حاضری میں مدینہ کا (قائم مقام) حاکم بنایا کرتے تھے۔

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حدیث لائے ہیں کہ سلیمان بن یسار نے

① منہاج السنۃ جلد ۳ ص ۱۸۹

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے کہا: تم نے سودی تجارت حلال کر دی ہے؟ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے ایسا کیا کیا ہے؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے ادائیگی کی دستاویزات کی بیع حلال قرار دی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل قبضہ کرنے سے پہلے غلے کو بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ کہا: اس پر مروان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور ان دستاویزات کی بیع سے منع کر دیا۔ سلیمان نے کہا: میں نے محافظوں کو دیکھا وہ انہیں لوگوں کے ہاتھوں سے واپس لے رہے تھے۔

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے شوقِ اتباعِ سنت وجستجوئے احکام کے ضمن میں حدیث لائے ہیں کہ یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اپنی روایات بیان کرتے ہیں جس آدمی نے جنابت کی حالت میں صبح کی تو وہ روزہ نہ رکھے، راوی ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر اپنے باپ عبدالرحمٰن بن حارث سے کیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا، تو حضرت عبدالرحمٰن چلے اور میں بھی ان کے ساتھ چلا یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عبدالرحمٰن نے ان دونوں سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احتلام کے بغیر جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم چلے یہاں تک کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے پاس آگئے حضرت عبدالرحمٰن نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں ذکر کیا تو مروان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم پر لازم کرتا ہوں کہ تم ضرور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی طرف جاؤ اور اس کی تردید کرو جو وہ کہتے ہیں۔ تو ہم حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اور حضرت ابو بکر رحمہ اللہ بھی وہاں موجود تھے حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ سارا کچھ ذکر کیا حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا ان دونوں نے تجھ سے یہی فرمایا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ ہاں! حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دونوں اس مسئلہ کو زیادہ جانتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول کی جو کہ آپ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا تھا اس کی تردید کردی۔ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کرلیا جو وہ کہا کرتے تھے راوی کہتے ہیں کہ میں نے عبدالملک سے کہا کہ کیا ان دونوں نے یہ حدیث رمضان کے بارے میں بیان کی تھی؟ انہوں نے کہا کہ آپ بغیر احتلام کے جنابت کی حالت میں صبح اٹھتے پھر آپ روزہ رکھتے۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے بطور قاضی ایک مقدمہ کے فیصلے کے سلسلے میں امام مسلم رحمہ اللہ ہشام بن عروہ سے روایت لائے ہیں کہ اروىٰ بنت اویس نے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف دعویٰ کیا کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین پر قبضہ کرلیا ہے اور سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ لے کر گئی تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں اس بات کے بعد بھی اس کی زمین کے کسی حصے پر قبضہ کرسکتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی؟ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: جس نے (کسی کی) زمین میں سے ایک بالشت بھی ظلم سے حاصل کیا اُسے سات زمینوں تک کا طوق پہنایا جائے گا۔ اس پر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اس کے بعد میں آپ سے کسی شہادت کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ اس کے بعد انہوں (سعید) نے کہا: اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کی آنکھوں کو اندھا کردے اور اسے اس کی زمین ہی میں ہلاک کردے۔ (عروہ نے) کہا: وہ (اس وقت تک) نہ مری یہاں تک کہ اس کی بینائی ختم ہوگئی، پھر ایک مرتبہ وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں جا گری اور مرگئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ مروان رضی اللہ عنہ کی علمی ثقاہت وقابلیت امت کے اکابرین کے نزدیک مسلم ومستند ہے اور اکابر محدثین وفقہاء نے مروان رضی اللہ عنہ سے دینی مسائل نقل کیے ہیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان پر اعتماد کیا ہے۔ اور ہم نے اس چیز کو بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی وضعی روایتوں کے زیر اثر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے خلاف تاریخی رطب و یابس مواد کی بنا پر نقد و تنقید کرے تو وہ قابل توجہ نہ ہوگی۔ اور ظاہر بات ہے کہ اکابر محدثین وفقہاء کی تصریحات کے مقابلہ میں تاریخی ملغوبات کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔

آلِ علی رضی اللہ عنہم اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے باہمی تعلقات:

مروان رضی اللہ عنہ کو آلِ علی رضی اللہ عنہم اور آلِ علی رضی اللہ عنہم کو مروان رضی اللہ عنہ سے خصوصی تعلقِ خاطر تھا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ مروان رضی اللہ عنہ سے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کرتے ہیں:

”وقال ابن عبدالحكم: سمعتُ الشافعي يقول: كان عليٌّ يوم الجمل حين انهزم الناس يكثر السؤال عن مروان، فقيل له في ذلك، فقال: إنه تعطفني عليه رحم ماسَّة، وهو سيد من شباب قريش.“

”یعنی ابن عبدالحکم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جب جنگ جمل میں لوگوں کو شکست ہوگئی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ مروان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اکثر پوچھتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ سے اس متعلق سوال کیا گیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ان پر قریبی رشتہ کے سبب رحم آتا ہے اور وہ قریش کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔“ ①

اسی طرح ابن کثیر رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

”وروى المدائني، عن إبراهيم بن محمد، عن جعفر بن محمد: أن مروان كان أسلف علي بن الحسين حين رجع إلى المدينة بعد مقتل أبيه الحسين ستة آلاف دينار، فلما حضرته الوفاة أوصى إلى

①البداية و النهاية الجزء الثامن صفحه 361 تحت الترجمة مروان بن الحكم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ابنه عبدالملك أن لا يسترجع من علي بن الحسين شيئاً، فبعث إليه عبدالملك بذلك، فامتنع من قبولها، فألحَّ عليه، فقبلها.''

''یعنی المدائنی نے ابراہیم بن محمد سے بحوالہ جعفر بن محمد روایت کی ہے کہ جناب علی بن حسین المعروف زین العابدین رحمہ اللہ جب اپنے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ لوٹ آئے تو مروان رضی اللہ عنہ نے ان کو چھ ہزار درہم قرض دیا۔ پھر جب مروان رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا تو مروان رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کو وصیت کی کہ وہ علی بن حسین رحمہ اللہ سے کوئی چیز واپس نہ لیں۔ عبدالملک نے علی بن حسین رحمہ اللہ کو یہ پیغام لکھ بھیجا جس پر پہلے تو آپ نے انکار کیا لیکن بعد از اصرارِ عبدالملک آپ مان گئے۔'' ①

سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ نے جناب علی بن حسین رحمہ اللہ کو یہ قرض کیوں دیا تھا؟ اس کی نہایت دلچسپ اور مروان رضی اللہ عنہ کی آلِ علی رضی اللہ عنہم سے مودت پر مبنی وجہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''البدایہ والنہایہ الجزء التاسع صفحہ ۲۸۱'' میں ۹۴ ہجری کی وفیات کے ذیل میں جناب علی بن حسین رحمہ اللہ کے ترجمہ کے تحت یہ لکھی ہے:

''وقال الأصمعي: لم يكن للحسين عقب إلا من علي بن الحسين، ولم يكن لعلي بن الحسين نسل إلا من ابن عمه الحسن، فقال له مروان بن الحكم: لو اتخذت السراري يكثر أولادك، فقال: ليس لي ما أتسري به، فأقرضه مئة ألف فاشترى له السراري فولدت له وكثر نسله، ثم لما مرض مروان أوصى أن لا يؤخذ من علي بن الحسين شيئ مما كان أقرضه، فجميع الحسينيين من نسله رحمه الله.''

یعنی ''الاصمعی کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نسل میں صرف علی بن حسین رحمہ اللہ باقی

---

① أيضاً صفحه 362

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رہ گئے تھے اور علی بن حسین رحمہ اللہ کے خاندان میں صرف ان کے چچا حسن کی نسل باقی رہ گئی تھی۔ پس مروان رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ آپ باندیاں خرید لیں تاکہ آپ کی نسل میں اضافہ ہو۔ جناب علی بن حسین رحمہ اللہ نے جواباً عرض کیا کہ میرے پاس اتنی مالی استطاعت نہیں جس پر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک لاکھ درہم قرض دیا جس سے علی بن حسین رحمہ اللہ کے لیے باندیاں خریدی گئیں اور ان کی نسل میں خوب اضافہ ہوا۔ بعد میں اپنے مرض الوفات میں مروان رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ علی بن حسین رحمہ اللہ سے قرض کی واپسی کی صورت میں کوئی چیز بھی واپس نہ لی جائے۔ اب تمام حسینی ان ہی علی بن حسین کی اولاد میں سے ہیں۔''

علامہ ذہبی رحمہ اللہ سیر أعلام النبلاء (۴/۳۸۹) پر جناب علی بن حسین بن علی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''روى شعيب عن الزهري قال: كان علي بن الحسين من أفضل أهل بيته، وأحسنهم طاعة، وأحبهم إلى مروان وإلى عبد الملك''

''یعنی امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ علی بن حسین رحمہ اللہ اہل بیت میں سب سے افضل تھے۔ سب سے طاعت گزار تھے اور مروان رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کو ان سے بے پناہ محبت تھی۔''

علامہ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہ اور مروان رضی اللہ عنہ سے متعلق لکھتے ہیں:

''وقال الشافعي: أنبأنا حاتم بن إسماعيل، عن جعفر بن محمد، عن أبيه: أن الحسن والحسين كانا يصلِّيان خلف مروان ولا يُعيدانها، ويعتدَّان بها.''

''امام شافعی رحمہ اللہ محمد بن علی بن حسین بن ابی طالب رحمہ اللہ کی سند سے فرماتے ہیں کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما مروان رضی اللہ عنہ کے پیچھے صلوٰۃ ادا کیا کرتے تھے اور وہ اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعادہ نہ کرتے تھے اور اس کے لیے تیاری کیا کرتے تھے۔'' ①

اسی طرح سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے کس قدر تعلقِ خاطر تھا، اس سلسلے میں ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کوفیوں کے بلاوے پر مکہ سے کوفہ عازمِ سفر ہوئے تو مروان رضی اللہ عنہ نے عاملِ کوفہ عبید اللہ بن زیاد کو خصوصی طور پر مراسلہ ارسال کیا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''فكتب مروان إلى ابن زياد: أما بعد: فإن الحسين بن علي قد توجَّه إليك، وهو الحسين بن فاطمة، وفاطمة بنت رسول الله ﷺ، وتالله ما أحد يسلِّمه الله أحب إلينا من الحسين، فإياك أن تُهيِّج على نفسك ما لا يسدُّه شيئ ، ولا تنساه العامة،ولا تدع ذكره آخر الدهر. والسلام.''

''مروان رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کو لکھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما تمہاری طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی بیٹی ہیں۔ اللہ کی قسم! حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی بھی شخص ہمیں محبوب نہیں۔ خبردار! ایسا نہ ہو کہ تم نفس کے ہیجان میں کوئی ایسا کام کر بیٹھو جس کے بُرے نتائج کو امت فراموش نہ کر سکے اور رہتی دنیا تک اس کا ذکر نہ بھولے اور قیامت تک اس کا تذکرہ ہوتا رہے۔ والسلام'' ②

مندرجہ بالا پیش کردہ قوی شہادتوں کے باوجود بعض وضعی وضعیف روایات کے تحت یہ باور کروایا جاتا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے آلِ علی رضی اللہ عنہم سے تعلقات کشیدگی پر مبنی تھے اور مروان رضی اللہ عنہ نے اہل بیت پر لعنت کی۔ یاد رکھیے اس سے متعلق وارد تمام روایات علم الحدیث

① أيضاً صفحه 362 ② أيضاً صفحه 237

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے تحت غیر ثابت ہیں۔ اس سلسلے میں عموماً جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ کچھ یوں ہے:

کیا سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما نے اہل بیت پر لعنت کی؟

ابو یحییٰ نے کہا کہ میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا اور مروان رضی اللہ عنہ ان دونوں کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کو خاموش کروا رہے تھے۔ تب مروان رضی اللہ عنہ نے کہا: اہل بیت ملعون ہیں۔ اس پر بات پر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ شدید غصے میں آئے اور کہا: کیا تو کہتا ہے کہ اہل بیت ملعون ہیں؟ پس اللہ کی قسم! اللہ نے تجھ پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے ذریعے لعنت فرمائی تھی جبکہ تو اپنے باپ کے صلب میں تھا۔ ①

مسند ابو یعلی میں یہ حدیث جس سند سے آئی ہے وہ کچھ یوں ہے حدثنا ابراهيم بن الحجاج السامي، حدثنا حماد بن سلمة عن عطاء بن سائب عن ابو يحييٰ۔ اولاً اس روایت کی سند پر کلام کر لیتے ہیں۔ پھر ان شاء اللہ درایتاً اس روایت پر بحث کریں گے۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی عطاء بن سائب ہیں جو کہ ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں۔ یہ راوی عطاء بن سائب مختلف فیہ ہیں اور محدثین کے نزدیک کچھ خاص پسندیدہ نہیں ہیں۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں عطاء بن سائب پر مفصل کلام کیا ہے جو سارا کا سارا یہاں نقل کرنا موجبِ طوالت ہوگا۔ لیکن پھر بھی ہم اس کا بہت کچھ حصہ ہدیۂ قارئین کر دیتے ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ عطاء بن سائب بن زید ثقفی، ابو زید کوفی کے ترجمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے علماء میں سے ایک ہے۔ اس نے سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ، سیدنا انس رضی اللہ عنہ، اپنے والد اور ایک جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ اس سے سفیان ثوری رحمہ اللہ، شعبہ رحمہ اللہ اور فلاس رحمہ اللہ نے روایات نقل کی ہیں۔ آخری عمر میں یہ اختلاط کا شکار ہو گیا تھا اور اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس نے اس سے پہلے زمانے میں سماع کیا تھا وہ مستند ہے

① مسند ابو یعلی حدیث ۶۷۶۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جس نے بعد میں اس سے سماع کیا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ احمد بن ابوخیثمہ نے یحییٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کی نقل کردہ روایات ضعیف ہیں۔ البتہ وہ روایات جو شعیب اور سفیان کے حوالے سے منقول ہے (ان کا حکم مختلف ہے)۔ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حماد بن زید رحمہ اللہ نے عطاء بن سائب سے ان کے اختلاط کا شکار ہونے سے پہلے سماع کیا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عطاء بن سائب کی نقل کردہ پرانی روایات قابلِ حجت ہیں۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابواسحٰق سبیعی رحمہ اللہ نے عطاء بن سائب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ عطاء کا کیا بنا! وہ تو اب بقایا جات میں سے ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے ان کے حوالے سے حدیث روایت کی ہے اور وہ وفات کے اعتبار سے ان کے سب سے مقدم شیخ ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عطاء بن سائب ثقہ ہیں، ثقہ ہیں، نیک آدمی ہیں البتہ جن حضرات نے ان سے (اختلاط سے) پہلے سماع کیا تھا وہ صحیح ہیں۔ ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اختلاط کا شکار ہونے سے پہلے ان کا محل صدق تھا۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنی قدیم روایات میں ثقہ ہیں تاہم بعد میں تغیر کا شکار ہوگئے تھے۔ شعبہ، ثوری اور حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہم نے ان سے جو روایات نقل کی ہیں وہ عمدہ ہیں (کیونکہ وہ انہوں نے ان کے اختلاط سے پہلے سنی تھیں)۔ ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جب بھی عطاء بن سائب اور ضرار بن مرہ کو دیکھا تو ان کے رخساروں پر رونے کے نشان تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ ۱۳۶ ہجری تک زندہ رہے، اس اعتبار سے ان کی عمر ۱۰۰ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ یہ علم قرات کے ماہر تھے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن سلمی سے علم قرات سیکھا تھا۔

ابن علیہ بیان کرتے ہیں کہ عطاء بن سائب ہمارے پاس بصرہ آئے، ہم نے ان سے سوالات کرنے شروع کیے تو وہ وہم کا شکار ہونے لگے۔۔۔ وہیب بیان کرتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ عطاء بن سائب ہمارے پاس آئے تو میں نے دریافت کیا کہ آپ نے عبیدہ سے کتنی روایات حاصل کی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: چالیس۔ علی بن مدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انہوں نے عبیدہ سے ایک بھی حرف روایت نہیں کیا۔ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ حمیدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے ہمیں یہ بات بتائی ہے کہ میں نے پہلے زمانے میں عطاء بن سائب سے سماع کیا تھا، پھر وہ دوسری مرتبہ ہمارے پاس آئے تو میں نے انہیں ان روایات میں سے بعض روایات بیان کرتے ہوئے سنا جو ان سے پہلے سن چکا تھا تو ان روایات میں وہ اختلاط کا شکار ہو چکے تھے، تو میں نے ان سے بچاؤ کیا اور علیحدگی اختیار کر لی۔ اس کے بعد امام ذہبی رحمہ اللہ نے عطاء بن سائب کی منکر روایات نقل کی ہیں۔ ①

اس قدر تفصیل کے ساتھ عطاء بن سائب پر امام ذہبی رحمہ اللہ کا کلام نقل کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ قاری خود دیکھ لیں کہ ان عطاء بن سائب کی روایت کردہ روایات کی استنادی حیثیت کیا ہو سکتی ہے۔ ان کی توثیق مجمل جبکہ جرح مفسر ہے۔ پھر ان کی صرف وہی روایات قابلِ قبول ہیں جو کہ انہوں نے اوائل عمری میں روایت کیں اور اوائل عمری میں ان کی روایات شعبہ، سفیان ثوری اور حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہم سے ہیں۔ جب کہ مذکورہ بالا روایت میں عطاء کا تحمل اور ادا دونوں ہی ان تینوں راویوں میں سے کسی سے نہیں۔ عطاء نے یہ روایت ابویحییٰ سے کب لی اس کی کوئی تصریح ہم کو کتب رجال میں نہیں مل سکی اور پھر انہوں نے اس روایت کو حماد بن سلمہ سے کس زمانے میں بیان کیا، اس کے زمانے کی بھی کوئی تحدید نہیں ہے۔ اور جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عطاء کی اوائل دور کی روایات جو کہ مستند و صحیح قرار دی جا سکتی ہیں وہ تین اشخاص سے ہیں یعنی شعبہ، سفیان اور حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہم۔ پس اس لحاظ سے عطاء بن سائب کی بیان کردہ یہ روایت قطعی قابلِ حجت نہیں

① میزان الاعتدال جلد ثالث تحت الترجمہ عطاء بن سائب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتی اور ان کے اختلاط کے سبب سخت ضعیف ٹھہرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ نے عطاء بن سائب کے اختلاط کی وجہ سے اس کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سلسلة الضعیفة رقم الحدیث ۲۵۷۷ کے تحت علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''میں کہتا ہوں کہ یہ سند ضعیف ہے۔ اس کی کئی علتیں ہیں۔ پہلی علت یہ ہے کہ عطاء بن السائب کان اختلط یعنی عطاء بن سائب راوی کو اختلاط ہو گیا تھا۔''

اسی طرح شیخ زبیر علی زئی مرحوم نے بھی عطاء کی روایت کو ضعیف ہی ٹھہرایا ہے جیسا کہ أضواء المصابیح میں حدیث نمبر ۴۷ کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ ''اس روایت کی سند ضعیف ہے۔۔۔ اس روایت کے بنیادی راوی عطاء بن سائب آخری عمر میں حافظے کی خرابی کی وجہ سے اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔۔۔ اور روایت کے راوی ابوالاحوص سلام بن سلیم کا قبل از اختلاط عطاء بن سائب سے سماع ثابت نہیں ہے۔''

الغرض عطاء بن سائب کے اختلاط کے سبب یہ روایت ضعیف ہے بالخصوص جب قبل از اختلاط انہوں نے صرف شعبہ، سفیان اور حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہم سے ہی روایات کی ہیں اور ان تینوں میں سے کوئی بھی اس حدیث کی سند میں موجود نہیں۔

پھر درایتاً بھی یہ روایت سخت ناقابل اعتبار ہے کیونکہ تاریخی حقائق اور قرائن اس چیز پر دلالت کرتے ہیں کہ سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما کے آخری عمر تک سیدنا حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ اور ان کی وفات کے بعد دیگر اعیانِ آل علی رضی اللہ عنہ سے نہایت خوشگوار تعلقات تھے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ اہل بیت کو ملعون قرار دیتے ہوں اور پھر بھی اہل بیت ان سے خوشگوار تعلقات استوار رکھے ہوئے ہوں۔ سنن سعید بن منصور کے باب جامع الشہادۃ میں روایت موجود ہے کہ جنگِ جمل کے دن سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہم کے ذریعے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اپنے لیے امان طلب کروائی اور ان حضرات نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امان طلب کی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو امان تفویض کر دی۔ اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں امام محمد باقر سے روایت موجود ہے کہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہمیشہ مروان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے، تو کیا وہ گھر آکر اپنی نمازیں لوٹاتے تھے؟ امام محمد باقر نے اللہ کی قسم کھا کر کہا ہمارے اکابر امامِ نماز کی نماز سے زیادہ نہیں بڑھاتے تھے۔ یہی بات تاریخِ صغیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی نقل کی ہے کہ حدثنی شرحبیل ابو سعد قال رأیت الحسن و الحسین یصلیان خلف مروان۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ و النہایہ کی جلد ۸ میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے آلِ علی رضی اللہ عنہ کی محبت و عنایات سے متعلق چند ایک واقعات نقل کیے ہیں جن میں سے ایک واقعہ ہم اوپر علی بن حسین المعروف زین العابدین کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں جبکہ دوسرے واقعہ کے ضمن میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ان کی تجہیز و تکفین میں شامل تھے اور جنازے کے ساتھ روتے جاتے تھے۔ چونکہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تقریباً ہم عمر تھے سو دونوں میں خوشگوار نوک جھوک چلتی رہتی تھی۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو روتا دیکھ کر کسی نے آپ سے کہہ دیا کہ اب رو رہے ہیں جبکہ ان کی زندگی میں ان کے ساتھ خوب نوک جھونک کرتے تھے۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر سامنے کے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں تو اس پہاڑ سے بھی زیادہ اَحلَم یعنی حلیم ترین شخص سے نوک جھونک کرتا تھا۔

یہ ان خوشگوار تعلقات کی کرشمہ سازی ہی تھی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خاندان سے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے خاندان کی کئی رشتہ داریاں قائم ہوئیں۔ جو یہ ثابت کر دیتی ہیں کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ خود اور ان کی آل اولاد بنو ہاشم اور علی رضی اللہ عنہ کی نظروں میں بھی قدر و منزلت والے اور مستحسن تھے اسی لیے بنو ہاشم کی کئی لڑکیاں مروان رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور پوتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو بیاہی گئیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی رملہ بنت علی رحمۃ اللہ علیہا سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے بیٹے معاویہ رحمہ اللہ بن مروان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اس لحاظ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سمدھی تھے۔①

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دوسری صاحبزادی انہی مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما کے بیٹے عبدالملک بن مروان جو کہ خلیفہ تھے ان کو بیاہی تھیں۔②

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی سیدہ نفیسہ بنت زید بن حسن رحمۃ اللہ علیہم کی شادی خلیفہ ولید بن عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ سے ہوئی۔③

ان نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا کی چچازاد بہن زینب بنت حسن مثنیٰ بن حسن کی شادی بھی خلیفہ ولید بن عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ سے ہوئی تھی۔④

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی چوتھی پوتی مروان رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند معاویہ رحمہ اللہ بن مروان بن الحکم کے عقد میں آئیں جن کے بطن سے حسن رضی اللہ عنہ کے اموی نواسے ولید بن معاویہ متولد ہوئے۔⑤

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی پانچویں پوتی حمادہ بنت حسن مثنیٰ مروان رضی اللہ عنہ کے ایک بھتیجے کے فرزند، اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم کو بیاہی گئی تھیں۔⑥

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی مشہور صاحبزادی سکینہ رحمۃ اللہ علیہا نے اپنے شوہر مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقتول ہوجانے کے بعد مروان رضی اللہ عنہ کے پوتے الاصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے نکاح کیا جو کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بھائی تھے۔ ان الاصبغ کی دوسری بیوی یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کی بیٹی ام یزید رحمۃ اللہ علیہا تھیں۔⑦

---

① کتاب نسب قریش ص ۴۵، تحت ولد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

② البدایہ والنہایہ ج ۹، ص ۶۹ ③ عمدۃ الطالب ص ۴۴

④ جمہرۃ الانساب ص ۳۶ ⑤ جمہرۃ الانساب ص ۸۰، ۱۰۰

⑥ جمہرۃ الانساب ص ۱۰۰ ⑦ کتاب نسب قریش ص ۵۹، المعارف ابن قتیبہ ص ۹۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نواسی ربیحہ بنت سکینہ جوان کے شوہر عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم سے تھیں، مروان رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے العباس بن ولید بن عبدالملک بن مروان کو بیاہی تھیں۔ ①

یہ ساری رشتہ داریاں بھی یہی ثابت کرتی ہیں کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اور آلِ علی رضی اللہ عنہ کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو لعن طعن کرنے والی یہ روایات مجروح راویوں کی اختراع کردہ ہیں۔ ایسی ہی روایات کی بابت محدث احناف مُلّا علی قاری حنفی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''موضوعات کبیر'' صفحہ ۱۰۶ پر لکھتے ہیں:

''روافض نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے فضائل میں تین لاکھ کے آس پاس روایتیں وضع کی ہیں۔۔۔ اور انہیں وضعی احادیث میں وہ روایات بھی ہیں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ کی مذمت، منصور و سفاح کی مدح میں اور ایسے ہی یزید و ولید و مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما کی مذمت میں گھڑی گئی ہیں۔''

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اور خطبہ عید کو صلوٰۃ العید پر مقدم کرنا:

جناب مروان رضی اللہ عنہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے خطبۂ عید کو صلوٰۃ العید پر مقدم کرنے کی بدعت کا ارتکاب کیا تھا۔ اس سلسلے میں صحیح بخاری و مسلم سے روایت پیش کی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن (مدینہ کے باہر) عیدگاہ تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے، نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے۔ تمام لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وعظ و نصیحت فرماتے، اچھی باتوں کا حکم دیتے۔ اگر جہاد کے لیے کہیں لشکر بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اس کو الگ کرتے۔ کسی اور بات کا حکم دینا ہوتا تو وہ حکم دیتے۔ اس کے بعد شہر کو واپس تشریف لاتے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ برابر اسی سنت

① کتاب نسب قریش مصعب زبیری ص ۵۹

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پر قائم رہے لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مروان رضی اللہ عنہ جو مدینہ کا حاکم تھا، میں اس کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کے لیے نکلا ہم جب عید گاہ پہنچے تو وہاں میں نے کثیر بن صلت کا بنا ہوا ایک منبر دیکھا۔ جاتے ہی مروان رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس پر نماز سے پہلے (خطبہ دینے کے لیے) چڑھے اس لیے میں نے ان کا دامن پکڑ کر کھینچا۔ لیکن وہ جھٹک کر اوپر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ واللہ تم نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو) بدل دیا۔ مروان نے کہا کہ اے ابو سعید! اب وہ زمانہ گزر گیا جس کو تم جانتے ہو۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بخدا میں جس زمانہ کو جانتا ہوں اس زمانہ سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ مروان نے کہا کہ ہمارے دور میں لوگ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے، اس لیے میں نے خطبے کو نماز سے پہلے کر دیا۔

سخت تعجب ہوتا ہے جب دینی علوم میں رسوخ رکھنے والے اصحاب کی طرف سے ایسے الزامات سامنے آتے ہیں، خاص کر وہ لوگ جن کا اوڑھنا بچھونا صحیح بخاری اور فتح الباری جیسی کتب ہوں۔ سب پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت میں جو یہ الفاظ آتے ہیں کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے یہ فعل انجام دیا تو یہ راوی کا وہم یا اس کا اپنا خیال ہے کیونکہ احادیث کی کتب میں ایسی کئی روایات موجود ہیں جن میں اس فعل کو سب سے پہلے کرنے کی بابت دوسرے کئی حضرات کے بھی نام آتے ہیں جیسا کہ مصنف عبدالرزاق الجز ءالثالث، باب اول من خطب ثم صلي رقم الحديث ۵۶۴۴ اور مصنف ابن ابی شیبة الجزء الثانی تحت رخص ان یتخطب قبل الصلوٰة میں تصریح موجود ہے کہ عید الفطر کی صلوٰۃ سے قبل جنہوں نے سب پہلے خطبہ دیا وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے جبکہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباري الجزء الثانی تحت كتاب العيدين صفحہ ۴۵۵ میں لکھتے ہیں کہ ابن منذر نے حسن بصری رحمہ اللہ سے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ صلوٰۃ سے قبل سب سے پہلے جس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطبہ دیا وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ جبکہ اسی صفحہ پر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ محدث عبدالرزاق رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ العید سے قبل سب سے پہلے خطبہ زیاد رحمہ اللہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں دیا تھا۔

عبدالرزق رحمہ اللہ اپنی مصنف میں جہاں اس فعل کو سب سے اول کرنے کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں وہیں وہ ابن شہاب زہری کے حوالے سے ایک اثر لائے ہیں جس میں مذکور ہے کہ صلوٰۃ العید سے قبل خطبہ سب سے پہلے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔① جبکہ مسند احمد کی روایت کے تحت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما صلوٰۃ العید سے قبل یا بعد میں دونوں مواقع پر خطبہ دینے کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانا کرتے تھے۔②

سو ہمارے معترض احباب کیا فرماتے ہیں کیا سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ وہ سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا معاویہ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم پر بھی اس بدعت کے اجراء کا الزام لگائیں گے جبکہ حقیقت میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے تو یہ فعل ان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یعنی ان کی اتباع میں ادا کیا تھا۔ المختصر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا یہ فعل کسی طور سے بدعت نہیں بلکہ اپنے ماقبل اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں تھا۔

دوم یہ کہ بخاری کی اس روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے یہ فعل غالباً ایک یا دو دفعہ ہی کیا ہوگا اور سیدنا ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کے تنبیہ کرنے پر اس سے رجوع کر لیا۔ کیونکہ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ یہ فعل سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا مستقل عمل تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ کسی دوسری روایت میں اس ''بدعی فعل'' کی منسوخی کا ذکر نہیں ملتا کہ نئے گورنر نے آکر اس ''بدعت'' کو موقوف کر کے واپس اصل سنت کی طرف لوٹا دیا ہو۔ پھر روایت کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں کہ جب سیدنا مروان رضی اللہ عنہ خطبہ دے کر منبر سے اترے تو ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے ان سے سنت کی تبدیلی کے الفاظ بیان فرمائے گویا جب

① الجزالثالث رقم الحدیث ۵۶۴۶ ② جلد ۱۲، رقم الحدیث ۱۶۰۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک سیدنا مروان رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے رہے، ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر پورا خطبہ سنا، جو یہ ثابت کرتا ہے کہ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی یہ فعل کوئی بدعتِ سیئہ نہیں بلکہ صرف مستحب کو ترک کرنا تھا کیونکہ اگر یہ بدعت سیئہ ہوتا تو وہ کبھی پورا خطبہ بیٹھ کر نہ سنتے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل ملتا ہے کہ جب انہوں نے ایک موذن کو اذان کے بعد مسجد میں تثویب کہتے سنا تو مسجد سے چلے آئے اور وہاں صلوٰۃ ادا نہ کی۔ اب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے دورِ گورنری میں مدینہ میں حیات تھے اور آپ رضی اللہ عنہ بھی اس خطبہ عید میں حاضر رہے ہوں گے لیکن کیا وجہ ہوئی کہ انہوں نے اس بابت کوئی احتجاج نہیں کیا اور نہ ہی اس خطبہ کا بائیکاٹ کر کے بلا صلوٰۃ ادا کیے چلے آئے۔ پھر یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا یہ فعل صرف ایک دفعہ ہی کتب احادیث میں ملتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی تنبیہ کے بعد اپنے اس عمل سے رجوع کر لیا تھا اور جب ۶۴ ہجری میں وہ برسر خلافت آئے تو اس سال عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے خطبے آپ رضی اللہ عنہ نے ہی دیے اور سنت کے مطابق دیے، اس لیے اس سلسلے میں دوبارہ کہیں سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوا۔

پھر معترضین کو ذرا اس بات کا بھی پاس رہے کہ ہم عصر افراد میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا درجہ مجتہد کا تھا جن کے فتاویٰ اور قضایا سے امام مالک رحمہ اللہ جیسی شخصیات استنباط واستدلال کرتی رہی ہیں۔ اپنی گورنری کے دور میں انہوں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اصلاح کرائی جس میں وہ ایک مسئلہ کے تحت صوم کے فاسد ہونے کا فتوی دیتے تھے جبکہ اس سے صوم فاسد نہیں ہوتا تھا۔① اور صحیح مسلم کی حدیث کے تحت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ سے توجہ دلانے پر رجوع بھی کر لیا تھا۔② یہی وجہ ہوئی کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے

① صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب صائم يصبح جنباً، رقم الحديث1925
② صحيح مسلم، كتاب الصوم، باب صحة الصوم من طلع عليه الفجر وهو جنب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقیہ و مجتہد صحابی سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ و أما القاري (لکتاب اللہ)، الفقیه (فی دین اللہ)، المتشدد فی حدود اللہ، مروان یعنی سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کتاب اللہ کے قاری ہیں، اللہ کے دین کے فقیہ ہیں اور اللہ کی حدود قائم کرنے میں شدید ہیں۔① اسی طرح ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے مفتی ہونے کی صراحت کی ہے اور لکھا ہے کہ جامعین صحاح نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے متعدد احادیث کی تخریج کی ہے اور ان کا قول اہل فتویٰ میں شمار ہوتا ہے۔② حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب الاصابہ میں ان کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے القسم الثانی کے طبقہ میں رکھ کر فرماتے ہیں کہ مروان رضی اللہ عنہ اپنے دور کے فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے۔③

گویا سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی حیثیت ہم عصر امت میں ایک مجتہد وفقیہ کی تھی اور اپنی اسی فقہی بصیرت کے تحت انہوں نے خطبہ عید کی تقدیم کا اجتہاد کیا جس پر سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے انہیں تنبیہ کی تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا۔ مقام حیرت تو یہ ہے کہ خیر القرون کے افراد کے فقہی اجتہادات کو بدعت کے زمرے میں پیش کرنے والے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اس اجتہاد کو کیا بدعت کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں جس کے تحت انہوں نے صلوٰۃ العید میں اذان و اقامت کہلائی جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری جلد دوم میں ''واختلف فی أول من أحداث الأذان فیھا'' کے تحت لکھتے ہیں کہ ''وروی ابن المنذر عن أبي قلابة قال: أول من أحدثه عبداللہ بن زبیر'' اور صحیح بخاری کی ہی روایت سے ابن حجر رحمہ اللہ کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ ''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو کہلا بھیجا کہ عید الفطر کے

---

①سیر أعلام النبلاء، الجز الثالث،صفحہ447،البدایة والنھایة جلد8صفحہ257
②منھاج السنةجلد ثالث صفحہ189
③الإصابة جلد 5 تحت الترجمة مروان بن الحکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دن صلوٰۃ کے لیے اذان نہیں ہے اور خطبہ صلوٰۃ کے بعد ہوتا ہے۔① اب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت میں موجود ایک عمل اگر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کریں تو وہ ان کا اجتہاد اور دوسرا عمل نظائر ماقبل کی بنیاد پر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ انجام دیں تو وہ بدعت سئیہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو صحابیت سے خارج کرنے کے مترادف۔ فیا للعجب۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا عمل ایک صحابی کا مرجوح اجتہاد بن جاتا ہے لیکن جب اس سے ہلکی نوعیت کا اجتہاد سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی طرف سے آتا ہے جس سے ان کا رجوع بھی ثابت ہے تو یار لوگ اس کو اجتہاد کی جگہ بدعت قرار دینے کی سعی میں لگ جاتے ہیں۔ یہ طرز فکر ہی ثابت کرتا ہے کہ اصل نفس مسئلہ، سنت یا بدعت نہیں بلکہ شخصیت ہے۔ کاش معترضین صحیح بخاری کی یہ روایت نقل کرنے سے پہلے اس روایت پر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا تبصرہ بھی پڑھ لیتے جس میں وہ ہمارے کرم فرماؤں کے برخلاف اس فعل کو بدعت قرار دینے کے بجائے اس کو سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا اجتہاد قرار دے رہے ہیں۔②

یہی وجہ ہوئی کہ فضیلۃ الشیخ قاضی محمد طاہر علی الہاشمی حفظہ اللہ جو فروع میں مسلک احناف کے پیروکار ہیں، سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے متعلق اس بددیانتی پر سراپا احتجاج بن کر شکوہ کناں نظر آتے ہیں اور لکھتے ہیں:

> ''حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی ''بدعت سئیہ'' کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے کہ جن کی خطبہ اور نماز عید کی صرف ''ترتیب'' میں تبدیلی کرنے پر حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اپنے شدید ردعمل کا مظاہرہ فرمایا جبکہ برصغیر کی کم و بیش ۹۷ فیصد مساجد وعیدگاہوں میں خطبات جمعہ وعیدین میں محقق علماء کی نشاندہی کے باوجود مستقل طور پر مقامی یا قومی زبان میں ایک ''تیسرے'' خطبہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

①صحيح البخاري ، كتاب العيدين

②فتح الباری، جلدثاني، تحت كتاب العيدين، باب الخروج الى المصلىٰ بغير منبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے تو ایک آدھ مرتبہ جو خطبہ نماز کے بعد دینا چاہیے تھا وہ پہلے دے دیا۔ جبکہ ہمارے ائمہ وخطباء نے اضافہ شدہ ''تیسرے خطبہ'' کی بدعت کو نہ صرف ''دائمی سنت'' بنا دیا بلکہ صرف ''مصلحت عامہ'' کے پیش نظر اس کا درجہ ''جواز'' سے بڑھا کر ''وجوب وفرض'' تک بھی پہنچا دیا۔''①

① سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ۔ شخصیت وکردار صفحہ ۴۵۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امیر عبدالملک رحمہ اللہ بن مروان رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر حمید اللہ اور ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہما اللہ دونوں خلیفہ ثامن (فی احد الاقوال) امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ بڑے پائے کے صاحب علم انسان اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے۔ جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے انتقال کے وقت ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد فتاویٰ کے لیے کس سے رجوع کیا جائے تو انہوں نے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کا نام لیا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی ان عبدالملک بن مروان کی بابت اپنے ''محاضرات سیرت'' کے تیسرے لیکچر میں بتاتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان علمی اور دینی اعتبار سے اس درجہ اور مقام و مرتبہ کے انسان تھے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں کئی جگہ کسی چیز کا سنت ہونا عبدالملک رحمہ اللہ کے طرزِ عمل کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ مثلاً کہا ہے کہ فلاں چیز سنت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل علم نے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ گویا امام مالک رحمہ اللہ نے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے طرزِ عمل کو سنت کی دلیل قرار دیا۔ امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ سیرت سے متعلق معلومات کے لیے اکثر و بیشتر عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کو سوالات بھیجا کرتے تھے اور عروہ ان سوالات کا تفصیلی جواب دیا کرتے تھے۔ الغرض عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ ایک صاحبِ علم خلیفہ تھے۔ اگر یہ مسند خلافت پر نہ بیٹھتے تو فقہائے سبعہ میں سے ہوتے۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ مدینہ منورہ میں تحصیلِ علم میں گزارا اور ۶۳ ہجری یعنی ایام حرہ تک مدینہ میں ہی رہے۔ ایامِ حرہ میں جب باغیینِ مدینہ نے بنوامیہ کو شہر بدر کر دیا تو آپ بھی ان کے ساتھ مدینہ سے نکل گئے۔ علامہ ابن سعد نے طبقات کے حصہ پنجم میں تابعین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ذیل میں آپ کا ذکر کیا ہے اور آپ سے متعلق روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ساتھ تھے کہ عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ ان دونوں کے پاس سے گزرے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالملک کو دیکھ کر کہا کہ یہ نوجوان کس قدر باادب اور مروت والا ہے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے عرضداشت ہوئے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نوجوان نے چار اچھی عادتیں اختیار کرلیں اور تین بُری خصلتیں ترک کردیں۔ یہ جب بات کرتا ہے تو خوش گفتاری سے کرتا ہے اور جب اس سے بات کی جاتی ہے تو ہمہ تن گوش ہوجاتا ہے۔ جب ملاقات کرتا ہے تو خندہ پیشانی سے کرتا ہے اور اس کی مخالفت کی جاتی ہے تو بردباری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ جو گفتگو قابلِ عذر ہوتی ہے اسے ترک کردیتا ہے۔ کمینہ صفت لوگوں کی صحبت سے احتراز کرتا ہے اور ایسے شخص سے مزاح کو ترک کردیتا ہے جس کی عقل ومروت پر بھروسہ نہ کیا جاسکتا ہو۔ اسی طرح ابن سعد آگے جاکر ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ وہ پہلے مسلمان خلیفہ تھے جنہوں نے مملکتِ اسلامیہ میں اسلامی کرنسی رائج کی اور ۷۵ ہجری میں درہم ودینار ڈھلوائے۔ ابن سعد نے طبقات میں آپ کے عمل کو بطور سنت پیش کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ ابن جریج سے مروی ہے کہ میں نے سونے کے دانت لگانے کے بارے میں ابن شہاب زہری سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ نے سونے کے دانت لگوائے تھے۔ یہی بات عمرو بن قیس سے بھی مروی ہے۔

عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ کے علمی کمالات کا مختلف صاحب علم حضرات نے اعتراف کیا ہے جس کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۷۷ سے ۸۲ تک میں درج کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کا شجرہ لکھنے کے بعد بیان کرتے ہیں کہ ان کا سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے اور یہ وہ پہلے شخص ہیں جو لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر ۴۲ ھ میں روم کے علاقوں میں چل پھر کر آئے تھے۔ سولہ سال کی عمر میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو امیر مدینہ مقرر کیا۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا فقہاء، علماء اور عابد و زاہد لوگوں میں ہوتا تھا۔ اپنے والد سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے علاوہ انہوں نے سیدنا جابر، ابوسعید الخذری، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر، معاویہ بن ابو سفیان، سیدہ ام سلمہ اور بریرہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی سماعت اور روایت کی۔ جبکہ خود ان سے ایک عظیم جماعت نے روایت حدیث کی جن میں خالد بن معدان، عروہ بن زبیر، امام زہری، عمرو بن الحارث، رجاء بن حیوۃ اور جریر بن عثمان رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کی ولادت ۲۶ ھ میں ہوئی۔ خلیفہ بننے سے قبل ان کا شمار عباد اور زہاد میں ہوتا تھا اور یہ ان فقہاء میں شمار ہوتے تھے جو ہر وقت مسجد میں قائم اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہتے تھے۔ امام نافع رحمہ اللہ مولیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ میں نے مدینہ میں عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ سے زیادہ چاق چوبند، سیر و سیاحت کرنے والا اور کتاب اللہ کا قاری کسی کو نہیں دیکھا۔ امام اعمش ابوالزناد سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ کے فقہاء چار اشخاص تھے: ایک سعید بن المسیب رحمہ اللہ، دوسرے عروہ رضی اللہ عنہ، تیسرے قبیصہ بن زویب رحمہ اللہ اور چوتھے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ۔ دور خلافت میں یہ قبیصہ بن زویب عبدالملک بن مروان کے وزیر تھے۔

امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ اس پائے کے انسان تھے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے زاہد و عابد صحابی نے ان کے متعلق فرمایا کہ لوگوں نے بیٹے جنے ہیں جبکہ مروان رضی اللہ عنہ نے باپ جنا ہے یعنی عبدالملک۔ یہی وجہ تھی کہ ایک دن جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کا عبدالملک رحمہ اللہ کی امارت میں اختلاف دیکھا تو کہا کہ کاش! اس لڑکے کی امارت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پر سب کا اتفاق ہوتا۔ امام شعبی رحمہ اللہ نے عبدالملک رحمہ اللہ کی بابت فرمایا کہ میں نے کسی مجلس میں اپنے سے زیادہ فضیلت والا کسی کو نہیں پایا سوائے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے، اس لیے کہ جب بھی میں کوئی بات کرتا تو وہ اس میں اضافہ کرتے اور جب بھی کوئی شعر کہتا تو وہ اس میں اضافہ کرتے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۵۰ھ میں امیر مدینہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کی معیت میں جو وفد مغرب کے شہروں کی طرف جا رہا ہے اس میں اپنے بیٹے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کو بھی شامل کر دو، نیز اس خط میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کی ان علاقوں میں مجاہدانہ صلاحیت و اہلیت کا بھی ذکر کیا تھا۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علم عنقریب اٹھ جائے گا، جس شخص کے پاس ہے جلدی سے پیش کرے، نہ خیانت کرے اور نہ پہلو تہی کرے، اس کے علاوہ عبدالملک رحمہ اللہ کے خطبہ میں وعظ و نصیحت کی باتیں ہوتی تھیں۔ امام اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے امیر عبدالملک رحمہ اللہ کو خط لکھا جس میں خود کا خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا بتا کر فرمایا کہ مجھے حجاج نے تکلیف پہنچائی اور ایسا ایسا کیا، عبدالملک رحمہ اللہ خط پڑھ کر رونے لگے اور غصہ ہوئے، پھر ایک سخت خط حجاج کو لکھا جس کی وجہ سے حجاج نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معذرت کی اور اپنے فعل پر نادم ہوا۔ ایک شخص عبدالملک رحمہ اللہ کے پاس آیا اور ان سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہا تو عبدالملک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو چاہو کہو مگر تین باتیں مت کرنا، پہلی میری تعریف، دوم مجھ سے جھوٹ مت بولنا اور سوم میری رعایا کے خلاف مجھے مت بھڑکانا۔ امام اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے سامنے ایک شخص لایا گیا جس نے ان کے خلاف خروج کیا تھا۔ اس کی بابت قتل کا فیصلہ ہوا۔ اس شخص نے عبدالملک رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ کی طرف سے میرا یہ بدلہ ہے۔ عبدالملک رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا پھر کیا بدلہ ہونا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہیے؟ اس شخص نے کہا کہ میں جس کے ساتھ بھی نکلا ہوں وہ ناکام ہوا اور شکست کھائی اور ان کا لشکر منتشر ہوا۔ یہ بات سن کر عبدالملک رحمہ اللہ کو ہنسی آ گئی اور اس کو چھوڑ دیا۔ عبدالملک رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ کون سا شخص سب سے بہتر ہے؟ فرمایا کہ جو بلندی کے بجائے تواضع اختیار کرے اور قدرت کے باوجود زہد اختیار کرے اور انتقام پر قدرت رکھنے کے باوجود انتقام نہ لے۔ بہترین مال وہ ہے جو قابل تعریف ہو یا مذمت کو دور کرے۔ یہ کبھی نہ کہو کہ کون پالے گا کہ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ اور عیال ہے۔

امام اصمعی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ دے رہے تھے، اچانک خطبہ روک کر رونے لگے اور پھر کہا یارب! إن ذنوبي عظيمة و إن قليل عفوك أعظم منها، اللهم فامح بقليل عفوك عظيم ذنوبي یعنی اے میرے رب! میرے گناہ بہت زیادہ ہیں اور یقیناً تیرا کم از کم معاف کرنا ان گناہوں سے کہیں زیادہ ہے، اے میرے اللہ! اپنے قلیل عفو سے میرے عظیم گناہوں کو معاف فرما دے۔ راوی کا کہنا ہے کہ جب حسن رحمہ اللہ کو یہ خبر ملی تو وہ رونے لگے اور پھر کہا کہ لو كان كلام يكتب بأطل بالذهب لكتب هذا الكلام یعنی اگر کوئی کلام سونے سے لکھنے کے قابل ہوتا تو یہ کلام سونے سے لکھا جانا چاہیے۔ حسن رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اس دعا کے بارے میں یہی رائے دی۔

ان کی خلافت کی بیعت ۶۵ھ میں کی گئی جو مصر و شام تک محدود تھی جبکہ دوسرے علاقوں پر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت قائم تھی لیکن ۷۳ھ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد پوری بلاد اسلامیہ میں ان کا اقتدار قائم ہو گیا۔ ۸۶ھ میں وسط شوال میں دمشق میں ان کا انتقال ہوا جبکہ ان کی عمر ۶۰ برس کے آس پاس تھی۔ ان کے جانشین امیر ولید بن عبدالملک نے ان کی صلوٰۃ المیت ادا کی۔ ان کی ایک بیوی بنو مخزوم سے تھی جن کے بطن سے ہشام بن عبدالملک پیدا ہوا تھا جو بعد میں جا کر خلیفہ بنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی ایک صاحبزادی بھی ان عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے عقد میں تھیں اس لحاظ سے یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے داماد اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بہنوئی تھے۔ امیر یزید بن معاویہ کی صاحبزادی عاتکہ بھی ان عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کی زوجیت میں تھیں۔ عبدالملک کی کل مدت خلافت ۲۱ سال تھی جس میں سے نو سال سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حکومت میں شامل تھے جبکہ تیرہ سال تین ماہ مستقل حکومت کی۔ ①

علامہ شاہ معین الدین احمد ندوی اپنی مشہور زمانہ کتاب ''تاریخ اسلام'' کی جلد دوم میں اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کی حکومت پر تبصرہ کرنے کے بعد صفحہ ۴۳۵ پر ''ذاتی حالات'' کی سرخی قائم کر کے لکھتے ہیں کہ عبدالملک رحمہ اللہ عقل و دانش، تدبیر و سیاست، شجاعت و شہامت اور علم و فضل، جملہ اوصاف میں کامل تھا۔ کان عبدالملك لبيباً عاقلاً عالماً قوي الهيبة شديد السياسة حسن تدبير الدنيا علم و فضل کے اعتبار سے اپنے عہد کے اکابر علماء میں تھا۔ اگر وہ حکومت کی آزمائشوں میں نہ پڑ گیا ہوتا تو مدینہ کی مسندِ علم کی زینت ہوتا۔ اس کا شمار مدینہ کے ممتاز فقہاء میں تھا۔ ② سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے بعد مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب قضا و افتا پر فائز تھا۔ اس عہد کے اکابر علما و ائمہ اس کے علمی کمالات کے معترف تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آخری زمانہ میں لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا آفتابِ عمر لب بام ہے، آپ کے بعد ہم (علم و فتاویٰ کے لیے) کس کی طرف رجوع کریں؟ فرمایا مروان کا لڑکا فقیہ ہے، اس سے پوچھنا۔ ③

امام شعبی رحمہ اللہ کہتے تھے کہ میں جن جن علماء سے ملا، عبدالملک رحمہ اللہ کے سوا اپنے کو سب پر فائق پایا۔ اس سے جب حدیث یا شاعری وغیرہ پر گفتگو ہوتی تھی تو وہ معلومات

① البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۷۷ تا ۸۲
② تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۶
③ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۹۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کچھ اضافہ ہی کر دیتا تھا۔① خلافت سے پہلے وہ بڑا متقی و پرہیز گار تھا۔ رات دن عبادت و ریاضت اور تلاوتِ قرآن سے کام رکھتا تھا۔② لیکن خلافت کی ذمہ داریوں کے بعد یہ زندگی قائم نہ رہ سکی۔ بعض تاریخوں میں ہے کہ جب اس کو خلافت ملنے کی خبر ملی، اس وقت وہ تلاوتِ قرآن میں مشغول تھا۔ یہ خبر سن کر اس نے قرآن بند کر دیا اور کہا کہ یہ آخری صحبت ہے۔③ اس سے اس کے مخالفین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خلافت کے بعد اس کو مذہب سے کوئی تعلق نہ رہ گیا تھا، جو صحیح نہیں ہے۔ اس سے یہ مقصد تھا کہ خلافت کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بعد اب تلاوتِ قرآن کا زیادہ موقع نہ ملے گا۔ اس نے یہ کلمات حسرت و افسوس کے طور پر کہے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ خلافت کے بعد اس کا اگلا رنگ قائم نہ رہ سکا تھا اور وہ سیاسی امور میں مذہبی حدود سے بھی متجاوز ہو جاتا تھا لیکن اور اعمال میں وہ مذہبی تھا۔ اس کی انگوٹھی کا نقش ''آمنت باللہ مخلصاً'' تھا یعنی میں خلوصِ دل سے اللہ پر ایمان لایا۔④

مشہور صاحب علم تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے درخواست کر کے کلام اللہ کی تفسیر لکھائی۔⑤ خلافت ملنے کے کئی سال بعد ۷۵ ہجری میں حج کے لیے گیا اور خود امیر الحج کے فرائض انجام دیے اور ۸۱ ہجری میں اپنے لڑکے سلیمان کو امیر الحج بنا کر بھیجا۔⑥ اس کے مذہبی جذبات کا اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اہم فرامین اور مراسلات کے سرنامے قل ھو اللہ أحد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک لکھا کرتا تھا۔ سلاطین اور فرمانرواؤں کے مراسلات میں بھی یہ تحریر ہوتی تھی۔ قیصر روم نے اس پر اعتراض کیا کہ شاہی مراسلات میں آپ نے جو نیا طریقہ جاری کیا ہے، اسے بند کر دیجیے۔ ورنہ ہم

---

① ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۱۷۴
② ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۱۷۴
③ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۷
④ کتاب التنبیہ و الاشراف مسعودی صفحہ ۳۱۶
⑤ میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۱۹۷
⑥ یعقوبی جلد اول ۳۲۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سِکّوں پر ایسی تحریر نقش کریں گے جو آپ کو ناگوار ہوگی۔ اس کے جواب میں عبدالملک رحمہ اللہ نے رومی سکہ ہی منسوخ کر دیا اور اسلامی سکہ جاری کیا جس پر قل هو الله اور لا إله إلا الله نقش تھا۔①

امام شعبی رحمہ اللہ جیسے امام اس کے ہم جلیس و ہم نشین تھے۔ امام زہری رحمہ اللہ اس کے عمل کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے سونے کے تار سے دانت کسنے کے متعلق استفسار کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ کوئی مضائقہ نہیں، عبدالملک ایسا کرتا تھا۔② اگر عبدالملک کی زندگی غیر مذہبی ہوتی تو امام زہری رحمہ اللہ ہرگز اس کے فعل کو سندِ جواز نہ بناتے۔③

اسی طرح پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کی بابت لکھتے ہیں:

> ''بلاشبہ خلافتِ عبدالملک میں عمالِ حکومت زیادہ تر تابعی طبقہ کے تھے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کا رویہ بہت احترام وعقیدت کا تھا۔ خلیفۂ وقت خود ان سے دینی رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ حالانکہ وہ خود اپنے وقت کے ایک عظیم فقیہ تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سوال کے جواب میں لوگوں کو دین و شریعت اور فقہ وسنت میں جناب عبدالملک رحمہ اللہ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ خلیفۂ اموی کا عالمِ احترام وعقیدت یہ تھا کہ اپنے عظیم ترین ومحبوب ومعتمد ترین نائب الملک حجاج بن یوسف ثقفی رحمہ اللہ کو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ لینے بلکہ ان کی پیروی ومتابعت کرنے کا حکم دیا تھا۔''④

علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

① تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۸ ② ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۱۷۴

③ تاریخِ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد دوم صفحہ ۴۳۵ تا ۴۳۶

④ خلافت اموی، خلافت راشدہ کے پس منظر میں صفحہ ۲۵۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے پندرہ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام مروان اکبر، ولید، سلیمان، یزید، مروان اصغر، ہشام، ابوبکر، مسلمہ، عبداللہ، سعید، حجاج، محمد، منذر، عنبسہ، قبیصہ تھے جب کہ بیٹیوں کے نام عائشہ و فاطمہ تھے۔''①

''عائشہ بنت عبدالملک کی شادی خالد بن یزید بن معاویہ سے ہوئی تھی، جبکہ فاطمہ بنت عبدالملک عمر بن عبدالعزیز کو بیاہی تھیں۔''②

''لڑکوں میں ولید بن عبدالملک مشہور ہوا جو عبدالملک کا ولی عہد تھا اور ان کے بعد ۸۶ ہجری میں خلیفہ بنا۔ اسی طرح سعید بن عبدالملک تھے جن کا لقب سعید الخیر تھا۔ وہ نہر سعید نامی مقام میں رہتے تھے۔ یہ نہر انہیں کی جانب منسوب ہے۔ یہ جگہ دلدلی جنگل تھی جس میں درندے رہتے تھے۔ اس جنگل کو سعید نے درست کرا کے آباد کیا تھا۔'' ③

''جبکہ مسلمہ بن عبدالملک جن کی کنیت ابوسعید تھی، ان کو الجرادۃ الصفراء کہا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا رنگ زردی مائل تھا۔ وہ بہادر تھے۔ انہوں نے بلادِ روم کے بہت سے مقامات فتح کیے تھے۔ انہیں میں (سرحدی شہر) طوانہ بھی تھا۔ وہ چند ماہ عراق کے والی بھی رہے۔''④

خلیفہ عبدالملک رحمہ اللہ کا پُرآشوب دورِ خلافت:

خلیفہ عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کا دور نہایت پُرآشوب تھا۔ ایک کے بعد ایک ان کو کئی مسائل سے نپٹنا پڑا۔ ان کے زمانے میں بڑے بڑے حوادث و انقلاب برپا ہوئے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پہلے سے ان کے مقابلے میں تھے۔ ساتھ ہی مختار ثقفی

① کتاب المعارف، صفحہ ۱۵۶
② کتاب المعارف صفحہ ۱۵۷، کتاب المحبر صفحہ ۵۸
③ کتاب المعارف صفحہ ۱۵۷
④ کتاب المعارف صفحہ ۱۵۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا خروج، خوارج کی مستقل شورشیں اور پھر سب سے زیادہ ناک میں دم کردینے والی ابن اشعث کی بغاوت بھی عبدالملک کے دور میں ہی بپا ہوئی۔ لیکن امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ اولوالعزمی اور مستقل مزاجی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ان تمام حوادث سے عہدہ برآ ہوتے رہے۔ علامہ شاہ معین الدین ندوی عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ سے متعلق اپنی ''تاریخِ اسلام'' کی جلد دوم صفحہ ۴۲۹ پر لکھتے ہیں :

''عبدالملک رحمہ اللہ نے اپنے عزم واستقلال اور تدبر وشجاعت سے تمام مخالف حالات پر قابو حاصل کر کے دوبارہ اموی حکومت قائم کردی۔ وہ بڑا قوی دل اور مستقل مزاج تھا، نازک سے نازک حالات میں گھبراتا نہ تھا۔ مشکلات ومصائب کے ہجوم میں اس کی ہمت اور زیادہ قوی ہوجاتی تھی۔ ۶۲ ہجری میں جب وہ مختار ثقفی سے مقابلے کے سلسلے میں پایہ تخت سے باہر تھا، اس کو ایک ہی شب پے درپے حوصلہ شکن خبریں ملیں کہ اموی حکومت کا قوتِ باز وعبیداللہ بن زیاد، مختار کے مقابلے میں مارا گیا۔ ایک اور ممتاز افسر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں کام آیا۔ ان کی فوجیں فلسطین میں داخل ہوگئیں۔ شام کی سرحد مصیصہ پر رومیوں نے حملہ کردیا۔ دمشق کے اوباشوں نے شہر میں غدر مچادیا۔ قیدی جیل توڑ کر نکل گئے اور اعراب نے حمص اور بعلبک پر تاخت کی۔ ایک وقت میں اتنی مخالف خبریں مستقل مزاج آدمی کو گھبرادینے کے لیے کافی تھیں، لیکن عبدالملک مطلق نہ گھبرایا، بلکہ اس شب کو وہ اور راتوں سے زیادہ خوش، بشاش اور مستقل مزاج نظر آتا تھا۔① اس کے اس استقلال، ہمت وشجاعت نے نہ صرف تمام مخالف حالات پر قابو حاصل کرلیا بلکہ نئی فتوحات بھی حاصل ہوئیں اور سندھ سے لے کر جبرالٹر تک ایک متحدہ حکومت قائم ہوگئی اور اس کے جانشینوں کو اطمینان کے ساتھ تعمیری

① مروج الذہب مسعودی جلد ۲

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کاموں کا موقعہ ملا۔‘‘

امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے دور میں بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جن کو بنیاد بنا کر فلسفہ وفہمِ تاریخ سے نابلد حضرات امیر عبدالملک رحمہ اللہ پر طعنہ زن ہوتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے وہ اُس دور کے سیاسی حالات اور تناظر کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلا واقعہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے مابین تنازعۂ حکومت تھا۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ جناب عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کو خلافت اپنے والدِ محترم کے بعد ولی عہدی کی صورت میں تفویض ہوئی تھی۔ ان کے والد سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مابین تنازعۂ خلافت کی کیا صورت تھی، یہ ہم اسی کتاب میں مذکور اپنے مضمون ’’کیا بنو امیہ ابتداءً موروثی خلافت پر مصر تھے؟‘‘ کے عنوان سے رقم کر آئے ہیں۔ الغرض بقول حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد:

’’تین ماہ تک عالم اسلام بغیر کسی امام اور خلیفہ کے رہا‘‘۔ ①

اس لامرکزیت اور افراتفری کے عالم میں اہل حجاز نے سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کر لی اور شام کے لوگوں نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر کے انہیں خلیفہ منتخب کر لیا۔ ایسی صورتحال میں دونوں فریق خود کو خلیفۂ برحق سمجھتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ سوءظن کرنا کہ انہوں نے جاہ واقتدار حاصل کرنے کے لیے جنگ کی سخت غلطی ہے۔ آں محترم رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ وہ اس ورطہ میں مبتلا نہیں ہو سکتے تھے۔ اگر وقتی طور پر ان کے دل میں یہ جذبہ پیدا بھی ہوتا تو اس کی بقا غیر ممکن تھی کیونکہ پوری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک خاص وصفِ جمیل قرآن مجید میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ:

① البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۳۹

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَمۡ يُصِرُّواْ عَلَىٰ مَا فَعَلُواْ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ﴾

''وہ اپنی غلطی پر اصرار نہیں کرتے درآں حالانکہ وہ جانتے ہیں''①

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم نہیں تھے۔ معصیت کا صدور ان سے بھی ممکن تھا، مگر کسی معصیت کا عادی ہو جانا یا اسے بار بار دہرانا، ان کے لیے ناممکن تھا۔ جنگ و جدل کا سلسلہ خاصی مدت تک جاری رہا۔ اگر اس کا محرک جذبہ حب جاہ و اقتدار ہوتا تو اتنے دن اس کی بقا کا شمار ''اصرار علی المعصیۃ'' میں ہوتا۔ جس کا صدور ان سے ازروئے قرآن کریم غیر ممکن اور محال تھا۔ اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ مخلص تھے اور انہوں نے اپنے اجتہاد کے بموجب اتباع شریعت ہی کے لیے جنگ کی۔

ان کے مقابلے میں عبدالملک رحمہ اللہ تھے۔ وہ اگرچہ صحابی نہیں تھے مگر ان کی پوزیشن بھی ازروئے شریعت اور دستورِ اسلامی مستحکم تھی۔ انہوں نے بھی اپنے اجتہاد کے بموجب خلوص کے ساتھ اتباع شریعت ہی کے لیے جنگ کی۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم انہیں حب جاہ و اقتدار کا مریض قرار دیں۔ وہ صحابی نہیں ہیں۔ اس لیے ان سے اس کی قطعی نفی کی تو کوئی دلیل شرعی ہمارے پاس نہیں۔ لیکن ازروئے شریعتِ اسلامیہ و دستورِ اسلامی ان کا موقف بھی مستحکم تھا اور جس طرح سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے لیے حفاظت خلافت اور بغاوت ختم کرنے کے لیے قتال وجدال شرعاً جائز تھا، اسی طرح ان کے لیے بھی جائز تھا۔ دونوں کے اجتہادوں میں سے کس کا اجتہاد صحیح تھا؟ اس کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا اور اب اس کا فیصلہ کرنے کی کوشش کرنا بے سود ہے۔ جب تک کوئی دلیل نہ ہو اس وقت تک ان کی نیت پر بھی شبہ کرنا جائز نہیں۔ انہیں بھی مخلص ہی کہا جائے گا۔ اختلاف اجتہاد کی وجہ سے جدال وقتال ہو جانا کوئی عیب نہیں کہا جا سکتا۔ یہ طاعت ہی تھی معصیت نہیں تھی۔ اپنے اخلاص کی وجہ سے ابن زبیر رضی اللہ عنہما مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ فریق مقابل کے مقابلے میں یہ

① سورۃ آل عمران: ۱۳۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرات (ابن زبیر رضی اللہ عنہما وعبدالملک بن مروان رحمہ اللہ) دلیل شرعی کی بناء پر خود کو حق پر سمجھتے تھے اور فریق مقابل کو اسی دلیل کی بناء پر برسر باطل جانتے تھے۔ حقیقت واقعہ کے لحاظ سے ان کی رائے صحیح تھی یا غلط؟ اس سے بحث نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں معاملہ ان کی نیت کی بناء پر ہوگا۔ اپنی دانست میں انہوں نے حکم شرعی پر عمل کیا اس لیے وہ گنہگار نہیں ہوئے بلکہ ماجور ہوئے۔

اب جہاں تک بات رہی عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے دور میں کعبہ پر سنگباری کی تو اس کا سبب یہ تھا کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حرم میں قلعہ بند تھے۔ یہاں ان کی فوج اور سامانِ رسد تھا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما گو جلیل القدر صحابی تھے اور ہمیں ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں، تاہم ''حکومتِ عبدالملک کے نقطۂ نظر'' سے وہ باغی تھے۔ اس لیے حجاج کو حرم میں بھی ان کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اسی سبب ہم عصر امت نے اس سلسلے میں دونوں فریقین کو قصوروار ٹھہرایا جیسا کہ صحیح بخاری کی ذیل کی روایات سے مترشح ہوتا ہے:

''حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ : قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: وَكَانَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ، فَغَدَوْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ: أَتُرِيدُ أَنْ تُقَاتِلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ فَتُحِلَّ حَرَمَ اللهِ؟ فَقَالَ: مَعَاذَ اللهِ ، إِنَّ اللهَ كَتَبَ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَبَنِي أُمَيَّةَ مُحِلِّينَ ، وَإِنِّي وَاللهِ لَا أُحِلُّهُ أَبَدًا، قَالَ: قَالَ النَّاسُ : بَايِعْ لِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقُلْتُ : وَأَيْنَ بِهَذَا الْأَمْرِ عَنْهُ أَمَّا أَبُوهُ فَحَوَارِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ الزُّبَيْرَ، وَأَمَّا جَدُّهُ فَصَاحِبُ الْغَارِ يُرِيدُ أَبَابَكْرٍ، وَأُمُّهُ فَذَاتُ النِّطَاقِ يُرِيدُ أَسْمَاءَ ، وَأَمَّا خَالَتُهُ فَأُمُّ الْمُؤْمِنِينَ يُرِيدُ عَائِشَةَ، وَأَمَّا عَمَّتُهُ فَزَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خَدِيجَةَ، وَأَمَّا عَمَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَدَّتُهُ يُرِيدُ صَفِيَّةَ، ثُمَّ عَفِيفٌ فِي الْإِسْلَامِ قَارِئٌ لِلْقُرْآنِ، وَاللهِ إِنْ وَصَلُونِي وَصَلُونِي مِنْ قَرِيبٍ ، وَإِنْ رَبُّونِي رَبُّونِي أَكْفَاءٌ كِرَامٌ ، فَآثَرَ التُّوَيْتَاتِ وَالْأُسَامَاتِ وَالْحُمَيْدَاتِ ، يُرِيدُ أَبْطُنًا مِنْ بَنِي أَسَدٍ ، بَنِي تُوَيْتٍ ، وَبَنِي أُسَامَةَ ، وَبَنِي أَسَدٍ ، إِنَّ ابْنَ أَبِي الْعَاصِ بَرَزَ يَمْشِي الْقُدَمِيَّةَ يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ ، وَإِنَّهُ لَوَّى ذَنَبَهُ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ.''

ترجمہ:'' ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم کے درمیان بیعت کا جھگڑا پیدا ہو گیا تھا۔ میں صبح کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کرنا چاہتے ہیں، اس کے باوجود کہ اللہ کے حرم کی بے حرمتی ہوگی؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: معاذ اللہ! یہ تو اللہ تعالیٰ نے ابن زبیر اور بنوامیہ ہی کے مقدر میں لکھ دیا ہے کہ وہ حرم کی بے حرمتی کریں۔ اللہ کی قسم! میں کسی صورت میں بھی اس بے حرمتی کے لیے تیار نہیں ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کر لو۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے ان کی خلافت کو تسلیم کرنے میں کیا تامل ہو سکتا ہے، ان کے والد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری تھے، آپ کی مراد زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے تھی۔ ان کے نانا صاحب غار تھے، اشارہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ ان کی والدہ صاحب نطاقین تھیں یعنی اسماء رضی اللہ عنہا۔ ان کی خالہ ام المؤمنین تھیں، مراد عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ ان کی پھوپھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں، مراد خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد ان باتوں سے یہ تھی کہ وہ بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ان کی دادی ہیں، اشارہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا۔ اس کے علاوہ وہ خود اسلام میں ہمیشہ صاف کردار اور پاک دامن رہے اور قرآن کے عالم ہیں اور اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ سے اچھا برتاؤ کریں تو ان کو کرنا ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہیے کہ وہ میرے بہت قریب کے رشتہ دار ہیں اور اگر وہ مجھ پر حکومت کریں تو خیر حکومت کریں وہ ہمارے برابر کے عزت والے ہیں۔لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے تو تویت، اسامہ اور حمید کے لوگوں کو ہم پر ترجیح دی ہے۔ان کی مراد مختلف قبائل یعنی بنو اسد، بنو تویت، بنو اسامہ اور بنو اسد سے تھی۔ادھر ابن ابی العاص بڑی عمدگی سے چل رہا ہے یعنی عبدالملک بن مروان مسلسل پیش قدمی کر رہا ہے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کے سامنے دم دبالی ہے۔'' ①

درج بالا روایت میں خط کشیدہ الفاظ ''کعبہ کی بے حرمتی'' سے متعلق ہم عصر امت کے موقف کو واضح کر دیتے ہیں۔اسی طرح اگلی روایت میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما واضح طور پر اپنا جھکاؤ عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ طرف بیان کرتے ہیں:

''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: دَخَلْنَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ،فَقَالَ: أَلَا تَعْجَبُونَ لِابْنِ الزُّبَيْرِ، قَامَ فِي أَمْرِهِ هَذَا، فَقُلْتُ: لَأُحَاسِبَنَّ نَفْسِي لَهُ مَا حَاسَبْتُهَا لِأَبِي بَكْرٍ وَلَا لِعُمَرَ، وَلَهُمَا كَانَا أَوْلَى بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْهُ، وَقُلْتُ: ابْنُ عَمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَابْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ أَبِي بَكْرٍ، وَابْنُ أَخِي خَدِيجَةَ، وَابْنُ أُخْتِ عَائِشَةَ، فَإِذَا هُوَ يَتَعَلَّى عَنِّي، وَلَا يُرِيدُ ذَلِكَ، فَقُلْتُ: مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّي أَعْرِضُ هَذَا مِنْ نَفْسِي فَيَدَعُهُ، وَمَا أُرَاهُ يُرِيدُ خَيْرًا، وَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ لَأَنْ يَرُبَّنِي بَنُو عَمِّي، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَرُبَّنِي غَيْرُهُمْ''

ترجمہ:''ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما پر تمہیں حیرت نہیں ہوتی۔وہ اب خلافت کے لیے کھڑے ہو گئے ہیں تو میں نے ارادہ کر لیا کہ ان کے لیے محنت مشقت کروں گا

① صحیح بخاری حدیث نمبر ٤٦٦٥

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ ایسی محنت اور مشقت میں نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے لیے بھی نہیں کی۔ حالانکہ وہ دونوں ان سے ہر حیثیت سے بہتر تھے۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی اولاد میں سے ہیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نواسے، خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کے بیٹے، عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے بیٹے۔ لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کیا کیا وہ مجھ سے غرور کرنے لگے۔ انہوں نے نہیں چاہا کہ میں ان کے خاص مصاحبوں میں رہوں (اپنے دل میں کہا) مجھ کو ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ میں تو ان سے ایسی عاجزی کروں گا اور وہ اس پر بھی مجھ سے راضی نہ ہوں گے۔ خیر اب مجھے امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ بھلائی کریں گے جو ہونا تھا وہ ہوا اب بنی امیہ جو میرے چچا زاد بھائی ہیں اگر مجھ پر حکومت کریں تو یہ مجھ کو اوروں کے حکومت کرنے سے زیادہ پسند ہے۔"①

أصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری کی یہ دونوں روایتیں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے مابین تنازعۂ خلافت سے متعلق ہم عصر امت کے موقف کو نہایت واضح کر کے پیش کر دیتی ہیں اور اس نظریے کی قطعیت سے نفی کر دیتی ہیں کہ اس پورے تنازعہ میں امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ سراسر غلطی پر تھے۔ یہ سیاسی معاملات تھے اور ہم عصر امت میں دونوں فریقین کے ہم رکاب وطرفداران میں جلیل القدر شخصیات شامل تھیں۔ پس ایسے میں کسی ایک فریق کو سراسر غلط ٹھہرانا فلسفۂ تاریخ سے ناواقفیت اور ہم عصر امت کے موقف کو خاطر میں نہ لانا ہوگا۔ انہیں سیاسی معاملات کی رعایت کرتے ہوئے محقق العصر حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کا دورِ حکومت تاریخِ اسلام کا انتہائی پر آشوب دور تھا، بیک وقت کئی فتنوں نے ملک میں داخلی انتشار برپا کر رکھا تھا، فتنوں اور

① حدیث نمبر ٤٦٦٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شورشوں کوفرو کرنے میں کئی دفعہ ان کو تشدّد آمیز رویہ اختیار کرنا پڑا۔اس کے بغیر ان کا استیصال ناممکن تھا۔حجاج جیسے سخت گیر گورنر کی خدمات بھی انہوں نے اسی نقطۂ نظر سے حاصل کی تھیں۔حجاج کے ظلم آمیز رویے کی اگرچہ تعریف نہیں کی جاسکتی لیکن اس وقت کے حالات کو بالکلیہ نظرانداز کردینا بھی ایک مؤرخ کے لیے مناسب نہیں۔حالات پُرامن ہوتے تو حجاج اپنی فطری افتادِ طبع کے باوجود وہ کچھ نہ کرسکتا تھا جو اس کے متعلق مشہور ہے،اس کے رویے میں خودبخود تبدیلی آجاتی۔ حالات اور اہل عراق کی گستاخانہ حرکات نے اس کے سخت مزاج کو سخت تر کردیا، گویا اس کے تشدد کا مبنیٰ حکومت کا استحکام تھا نہ کہ اس کا فسق وضلال۔'' ①

المختصر خلیفہ عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ سے متعلق اپنے اس مضمون کو ہم مؤرخِ اسلام مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی کے اس ''خلاصۂ کلام'' پر ختم کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی مشہور کتاب ''تاریخِ اسلام'' جلد دوم صفحہ ۱۴۹ میں عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے دور پر مفصل تبصرہ کرنے کے بعد ان کے فضل اور کارناموں کا اعتراف کرتے ہوئے رقم کیا ہے۔ علامہ نجیب آبادی لکھتے ہیں:

''عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ خلفائے بنوامیہ میں ایک مشہور اور بااقبال خلیفہ تھا۔ اس نے تمام عالمِ اسلام کو ایک مرکز سے وابستہ کرنے میں کامیابی حاصل کی اور شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جو افتراق پیدا ہوگیا تھا، اس کو دور کرکے عالمگیر اسلامی حکومت دوبارہ قائم کی۔اس کام میں اس نے سختی وتشدد سے زیادہ کام لیا لیکن وہ اس کی معذرت میں خود کہا کرتا تھا کہ اگر ایسے جاہل وسرکش لوگوں سے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو واسطہ پڑتا تو وہ بھی یہی کرتے جو میں نے کیا۔ عبدالملک رحمہ اللہ نے بنوامیہ کی حکومت کی جڑ جمادی جو اس سے پہلے مشتبہ حالت میں

① خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت صفحہ ۴۶۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی۔عبدالملک کے مزاج میں درشتی وسخت گیری کے ساتھ ہی معقول پسندی اور حق شناسی بھی تھی۔ہم کواس کی مستقل مزاجی اور بلند ہمتی کی بھی تعریف کرنی پڑتی ہے۔عبدالملک کی غلطیوں اور خطاؤں میں سے بڑی خطا یہ سمجھی جاتی ہے کہ اس نے حجاج کواس کے استحقاق سے زیادہ اختیار واقتدار دیا اور حجاج نے اپنے اختیار کے ظالمانہ استعمال میں کمی نہیں کی ① لیکن اس قسم کی غلطیاں ہر اس حکمران سے سرزد ہوسکتی ہیں جو اپنی سلطنت کے قیام و استحکام کا خواہاں ہو۔عبدالملک کی کامیابیوں میں عبیداللہ بن زیاد، حجاج بن یوسف ثقفی اور مہلب بن ابی صفرہ کو

---

① حجاج رحمہ اللہ کے اقدامات کے اس غیر درست تجزیہ یعنی ان کوظلم قرار دینے کی بابت محترمہ نگار سجاد ظہیر صاحبہ حفظہا اللہ اپنی کتاب ''عرب اور موالی'' میں لکھتی ہیں:

''تاریخ کا یہ کوئی صحیح جائزہ اور حجاج بن یوسف کی ذات اور حکمت عملیوں کا یہ کوئی درست تجزیہ نہیں ہے۔اس بات کو اگر یوں کہا جائے تو تاریخی طور پر زیادہ مناسب ہوگا کہ حجاج بن یوسف اموی حکومت کا وفادار ساتھی اور ان کا انتہائی قابل اعتماد دست راست تھا۔اپنے بیس سالہ دورِ ولایت میں اس نے ہر اس مخالفت کا گلا دبا دیا جس نے امویوں کے خلاف صف آرائی کی کوشش کی۔۔۔ حجاج بن یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اصل معیار حکومت سے وفاداری تھا۔اصل بات یہ ہے کہ رعایا کے تمام طبقوں کی غیر مشروط اطاعت، صرف حکومتِ بنوامیہ کی ہی بنیادی ضرورت نہیں تھی، بلکہ ہر دور میں ہر حکومت کی ضرورت رہی ہے۔ ماضی قریب میں موالی، خصوصاً عراق میں آباد ایرانی موالی ایک جارح عنصر کے طور پر ابھرے تھے، چنانچہ وہ بھی حجاج کی حکمت عملی کے تحت کچلے گئے، جس پر یہ کہا گیا کہ حجاج نے موالی کو ذلیل وکمتر سمجھا، انہیں حقیر جانا اور ان کے خلاف اقدامات کیے، حالانکہ اصل واقعہ یہ تھا کہ اس نے مملکت کے باغیوں کے خلاف اقدامات کیے، خواہ وہ عرب ہوں یا موالی۔ یہ بات اب بخوبی واضح ہوچکی ہے کہ مؤرخین میں ایک گروہ ایسا موجود تھا جس نے نہایت منظّم طریقے سے بنوامیہ، خصوصاً ان کے ممتاز ترین متکلمین و مدبّرین کے تمام کارناموں کو بُری طرح مسخ کیا ہے۔ یہ دبستانِ عراق تھا جس کا سب سے بڑا نمائندہ سیف بن عمر ہے۔تعصب کو نظرانداز کرکے اگر تاریخی تحقیق سے کام لیا جائے تو حجاج کی خوبیاں بھی منظرِ عام پر آئیں گی۔

(بحوالہ ''عرب اور موالی''، باب ششم: موالی۔۔حکومتی ردعمل کی زد میں للمولف نگار سجاد ظہیر صاحبہ صفحہ ۲۰۰، ۲۰۴، ۲۰۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاص طور پر دخل ہے۔ عبدالملک کے زمانے میں مسلمانوں کو فتوحاتِ ملکی بھی حاصل ہوئی اور اندرونی خدشے بھی ایک ایک کر کے سب مٹ گئے۔ عبدالملک نے اپنی سیزدہ خلافت میں جو جو کام انجام دیے ان کے اعتبار سے اس کا شمار نامور اور کامیاب خلفاء میں ہوتا ہے۔ ساتھ ہی وہ باعظمت و باجبروت خلیفہ بھی تھا۔ علم و فضل کے اعتبار سے بھی اس کا مرتبہ بہت بلند تھا اور شجاعت و سپہ گری کے اعتبار سے بھی وہ بہادروں اور نامور سپہ سالاروں کی فہرست میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ عبدالملک کی وفات کے وقت ہم عالمِ اسلام کے ایک پُر آشوب زمانہ سے نکل کر پُر امن و پُر سکون زمانے میں پہنچ گئے ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امیر ولید بن عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ

امیر ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ کو اپنے والد عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ۸٦ ہجری میں برسرِ اقتدار آنے کا موقع ملا۔ انہوں نے ۸٦ ہجری سے ۹٦ ہجری تک پورے نو سال اور آٹھ ماہ حکومت کی۔ اِس سے بڑی اسلامی مملکت اور شاندار حکومت اس کے بعد مسلمانوں کو کبھی دیکھنے کو نہ ملی۔ امیر ولید رحمہ اللہ کی حکومت کی بابت علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب ''المامون، الغزالی'' میں لکھتے ہیں:

> ''اس عظیم خاندان (بنو امیہ و بنو مروان) میں عبدالملک و ولید و سلیمان و ہشام رحمۃ اللہ علیہم نہایت عظمت و اقتدار کے بادشاہ گزرے ہیں۔ صرف ولید کی فتوحات پر اگر لحاظ کیا جاوے تو دولت عباسیہ اپنی چھ سو برس کی زندگی میں اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس عہد میں حدود اسلامی کا دائرہ اس قدر وسیع ہو گیا تھا کہ سندھ کابل و ایران و ترکستان و عرب و شام و ایشائے کوچک و اسپین اور تمام افریقہ اس میں داخل تھا۔'' ①

امیر ولید رحمہ اللہ نے اسلامی فوجی نظام کو بے انتہا ترقی دی جس کی وجہ سے ایک ہی وقت میں اسلامی فوجیں ہندوستان سے لے کر چین تک اور افریقہ سے لے کر ہسپانیہ تک بلا کسی رکاوٹ کے برسرِ پیکار تھیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جہاز سازی کی جس صنعت کا اجراء کیا تھا، ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ نے اپنے دور میں اس کو چار چاند لگا دیے۔ ولید رحمہ اللہ کی معاونت و سرپرستی کے زیرِ اثر امیر موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ نے تونس میں جہاز سازی کا جو کارخانہ قائم کیا تھا، اس میں صرف ولید رحمہ اللہ کے زمانے میں ہی ۱۰۰ جہاز

① المامون، الغزالی صفحہ ١٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیار کر دیے گئے تھے۔ طبری ولید بن عبد الملک رحمہ اللہ کے دور میں صراحت سے لکھتے ہیں کہ ۸۸ ہجری میں ولید نے تمام ممالک محروسہ میں سڑکیں درست کروائیں اور ان پر سنگِ میل نصب کروائے۔ تمام راستوں پر کنویں بنوائے اور مختلف بلاد و امصار میں نہریں جاری کروائیں۔ پورے ملک میں جا بجا مسافروں کی سہولت کے لیے مہمان خانے قائم کیے۔ ولید بن عبد الملک رحمہ اللہ وہ پہلے مسلم حکمران تھے جنہوں نے مسلم بلاد میں شفا خانے بنوائے۔ اس سے پہلے اسلامی حکومت میں سرکاری شفا خانوں کا رواج نہ تھا۔① طبری لکھتے ہیں کہ ولید بن عبد الملک رحمہ اللہ کا یہ کارنامہ قابلِ فخر ہے کہ اس نے تمام ممالک اسلامیہ میں معذور، ناکارہ اور اپاہج لوگوں کے روزینے مقرر کر کے انہیں بھیک مانگنے کی ممانعت کر دی اور ساتھ ہی اندھوں کی رہنمائی اور معذوروں کی خدمت کے لیے آدمی مقرر کیے۔ ولید رحمہ اللہ بازار کے نرخ بھی قابو میں رکھتا تھا اور خود بازاروں میں جا کر چیزوں کی قیمت دریافت کر کے ان کے نرخ کم کرواتا تھا۔② اسی ذیل میں طبری لکھتے ہیں کہ ولید بن عبد الملک قرآن کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دیتا تھا۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو حفظِ قرآن کی ترغیب دیتا تھا اور جو لوگ حفظ کرتے تھے، ان کو عطیات سے نوازتا تھا اور جو لوگ تعلیمِ قرآن سے غفلت برتتے تھے، انہیں سزا دیتا تھا۔ حجاج بن یوسف رحمہ اللہ نے اسی کے زمانے میں اہل عجم کے لیے قرآن پر نقطے اور اعراب لگوانے کا کام کیا تھا۔③ امیر ولید کے دور میں ہی مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس دور کی سب سے بڑی توسیع ہوئی۔ امیر ولید رحمہ اللہ کے حکم سے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فقہاء و علماء مدینہ قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبد اللہ، ابوبکر بن عبد الرحمٰن، عبید اللہ بن عبد اللہ، خارجہ بن زید اور عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہم کی موجودگی میں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پرانی عمارت گروا کر ان بزرگوں

① یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸

② طبری ۸/۱۷،۱۲، تاریخ الخلفاء السیوطی صفحہ ۲۲۵

③ البدایہ والنہایہ جلد ۹ تحت الترجمۃ حجاج بن یوسف ثقفی رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہاتھوں سے نئی عمارت کی داغ بیل ڈلوائی۔① امیر ولید رحمہ اللہ نے بڑے اہتمام اور ذوق وشوق سے مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر کا کام شروع کروایا، ایک ایک نقش پر کاریگروں کو مزدوری کے علاوہ ۳۰ درہم انعام دیا جاتا تھا۔② صرف قبلہ رخ دیوار اور اس کے طلائی کام پر ۴۵۰۰۰ اشرفی خرچ آیا۔③ تمام عمارت کو پتھر کی بنایا گیا جبکہ درو دیوار اور چھت پر اعلیٰ درجہ کی مینا کاری کی گئی، مسجد کے ساتھ ہی ایک فوارہ بھی تعمیر کیا گیا۔ اس پوری توسیع میں تقریباً ۳ سال کا وقت لگا یہاں تک ۹۱ ہجری میں مسجدِ نبوی ﷺ کی توسیع کا کام مکمل ہوا اور ولید دمشق سے مدینہ خود اس کے ملاحظہ کے لیے آیا۔ یہاں آ کر کام سے مطمئن ہو کر مسجد کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے خُدّام مقرر کیے۔④ اور اس تعمیر وتوسیع کی خوشی میں اہل مدینہ میں نقد روپیہ اور طلائی ونقرئی ظروف تقسیم کیے۔⑤ یہ تمام کام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور فقہائے مدینہ کی زیرِ نگرانی کروائے گئے تاکہ کسی بھی خلافِ شرع چیز پر ان کی طرف سے ٹوک وتنبیہ آ سکے۔ ساتھ ہی قبر نبوی ﷺ اور حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرمت کا بھی حکم دیا جس پر امیر ولید رحمہ اللہ کے حکم سے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حجرے کے چاروں طرف دوہری دیوار تعمیر کروا دی تاکہ اگر ایک کمزور پڑے تو دوسری اس کو سہارا دے سکے۔⑥

بقول ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر صاحبہ حفظہا اللہ ''ایک بات جو ولید کے دورِ خلافت کے بارے میں کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ اس کی ریاست فلاحی ریاست تھی، human development کا جو کام اس نے کیا، اس سے قبل نہیں ہوا تھا۔ ہر نابینا اور معذور کو ایک ملازم حکومت کی طرف سے ملتا تھا۔ جو صبح قبل از نماز فجر تا بعد از نماز عشا اس معذور شخص کی

---

① طبری ۸ / ۶۴ / ۱۲۷ ② خلاصۃ الوفا صفحہ ۱۳۹
③ خلاصۃ الوفا صفحہ ۱۴۰ ④ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۰۴
⑤ کتاب العیون والحدائق صفحہ ۱۱ ⑥ کتاب العیون والحدائق صفحہ ۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت پر مامور ہوتا تھا۔اس ملازم کو تنخواہ سرکاری خزانے سے ملتی تھی۔مسافروں کے لیے اس نے جو سرائیں تعمیر کرائیں وہاں ایک مقررہ مدت تک بلا معاوضہ ٹھہر سکتے تھے۔ جن لوگوں کو حکومت کی طرف سے وظائف ملتے تھے، ان کی وصولی کے لیے انہیں کہیں جانا نہیں پڑتا تھا، نہ قطار میں کھڑا ہونا پڑتا تھا، بلکہ سرکاری اہلکار گھر آکر وظیفے کی رقم ادا کرتا تھا۔ایسی بہت سی باتیں ہیں۔سرکاری ہسپتال میں داخل ہونے والوں کا علاج، دوا اور خوراک حکومت کی ذمہ داری تھی۔ولید کی حکومت اللہ کا انعام تھی۔اس میں کوئی شک نہیں۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد ولید بن عبدالملک کا دور فتوحات کے سلسلے میں تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔خوش قسمتی سے امیر ولید رحمہ اللہ کو حجاج بن یوسف ثقفی رحمہ اللہ جیسا مدبر گورنر نصیب ہوگیا جس کے ماتحت محمد بن قاسم، قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر اور مسلمہ بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے گھوڑوں کے سموں تلے یورپ اور ایشیا کے میدانوں کو روند ڈالا۔ولید کے دور میں ہندوستان، ترکستان اور اندلس کی فتوحات ہوئیں۔ ①

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ 95 ہجری کے واقعات کی سرخی قائم کرکے لکھتے ہیں:

''اسی سال عباس بن ولید نے بلاد روم میں جنگ کرکے بہت سے قلعے فتح کیے، اسی زمانہ میں مسلمہ بن عبدالملک رحمہ اللہ نے بلاد روم کا ایک شہر فتح کیا۔اسی برس محمد بن قاسم رحمہ اللہ نے بلاد ہند کے شہر ملتان کو فتح کیا اور وہاں سے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔سال رواں ہی میں موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ بلاد اندلس میں جہاد کرتے ہوئے افریقہ پہنچ گئے، واپسی میں ان کے ساتھ تیس ہزار قیدی تھے۔اسی زمانے میں قتیبہ بن مسلم رحمہ اللہ نے بلادِ شام میں قتال کیا اور بہت سے شہر اور علاقے فتح کیے۔'' ②

① معجم البلدان جلد ۱ صفحہ ۲۶۲

② البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۱۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن قتیبہ امیر ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ کے متعلق اپنی کتاب ''المعارف'' میں لکھتے ہیں:

''ولید کی کنیت ابوالعباس تھی۔ اپنے والد کے بعد ۸۶ ہجری میں مسند نشین خلافت ہوئے۔ ۸۸ ہجری میں ان کے بھائی مسلمہ کے ہاتھوں روم کا شہر طوانہ فتح ہوا۔ اس سال ولید نے دمشق کی جامع مسجد تعمیر کرائی۔ ولید نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ وہ سات سال پانچ ماہ اس منصب پر فائز رہے۔ ان کی خلافت میں حجاج نے واسط میں رمضان ۹۵ ہجری میں وفات پائی۔ اس کی عمر ۵۳ سال تھی۔ حجاج نے اپنے بعد اپنے بیٹے عبدالملک بن حجاج کو امیر صلوٰۃ اور یزید بن ابی مسلم کو افسرِ خراج بنا دیا تھا۔ مگر جب ولید کو حجاج کی موت کی خبر ملی تو انہوں نے یزید بن ابی کبشہ کو امیرِ صلوٰۃ بنا کر روانہ کیا۔ ولید بن عبدالملک نے ۹۶ ہجری میں دمشق میں اڑتالیس سال کی عمر میں جہانِ فانی کو الوداع کہا۔ وہ نو سال آٹھ ماہ خلیفہ رہے۔ ولید کی اولادِ ذکور کی تعداد چودہ تھی۔ ان میں سے یزید بن ولید کو خلافت ملی۔ ہم ان کا ذکر اپنے مقام پر کریں گے۔ دوسرے بیٹوں میں عمر بن ولید تھے جن کو ''فحل بني مروان'' یعنی آلِ مروان کا سانڈ کہا جاتا تھا۔ ان کی رکاب میں ان کی صلب یعنی نسل کے ستّر مرد چلتے تھے۔ ان کی نسل بکثرت موجود ہے۔ ولید کے ایک اور بیٹے بشر بن ولید تھے جو عالم بنی الولید یعنی ولید کی اولاد کے عالم کہلاتے تھے۔ ابراہیم بن ولید کو ان کے بھائی یزید بن ولید نے اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ مگر جب مروان بن محمد نے ان کے خلاف فوج کشی کی تو وہ خلافت سے دست بردار ہو گئے اور مروان کو حکومت سونپ دی۔ ولید کے بیٹوں میں عباس بن ولید تھے جو فارس بنی مروان یعنی آلِ مروان کے شہسوار کہلاتے تھے۔ ان کی ماں عیسائی تھی۔'' ①

① کتاب المعارف صفحہ ۱۵۷

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

معین الدین شاہ ندوی ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ کے دورِ خلافت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ولید کے پورے دور میں ملک میں کامل امن و امان رہا اور کسی قسم کا اندرونی خلفشار نہیں ہوا۔ ایک آدھ خوارج ضرور اٹھے لیکن معمولی سرزنش کے بعد خاموش ہو گئے۔'' ①

''ولید کا دور فتوحات کی کثرت، دولت کی فراوانی، امن و رفاہیت کی ارزانی اور دوسری ملکی اور تمدنی ترقیوں کے لحاظ سے بنی امیہ کا عہدِ زریں ہے۔'' ②

''حکومت کے شعبوں میں ترقی کے علاوہ رفاہ عام کے اتنے کام ہوئے اور رعایا کی راحت و آسائش کے اتنے سامان مہیا کیے گئے کہ خلفائے راشدین کے زمانے کے علاوہ اس کی نظیر نہیں ملتی، بلکہ ولید کے بعض کارنامے اس دور سے بھی بڑھ گئے۔'' ③

''یہ ولید کا قابلِ فخر کارنامہ ہے کہ اس نے تمام ممالکِ محروسہ کے معذور، ناکارہ اور اپاہج لوگوں کے روزینے مقرر کر کے انہیں بھیک مانگنے کی ممانعت کر دی۔ اندھوں کی رہنمائی اور اپاہجوں کی خدمت کے لیے آدمی مقرر کیے۔ ④ یہ وہ کارنامہ ہے جس سے آج کل کی متمدن حکومتیں بھی عاجز ہیں۔ یتیموں کی کفالت اور ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ ⑤ اشیاء کے نرخ کی نگرانی بھی رعایا کی بڑی خدمت ہے، ولید خود بازاروں میں جا کر چیزوں کی قیمت دریافت کر کے ان کو کم کراتا تھا۔ ⑥ رمضان میں تمام مسجدوں میں روزہ داروں کے لیے کھانے کا انتظام کراتا تھا۔ ⑦'' ⑧

① تاریخِ اسلام جلد دوم صفحہ ۲۶۵ ② تاریخ اسلام جلد دوم صفحہ ۲۶۶
③ تاریخِ اسلام جلد دوم صفحہ ۲۷۱ ④ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۴، طبری جلد ۸ صفحہ ۱۲۷۱
⑤ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲۴ ⑥ طبری جلد ۸ صفحہ ۱۲۷۱
⑦ کتاب العیون والحدائق صفحہ ۱۷ ⑧ تاریخِ اسلام جلد دوم صفحہ ۲۷۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلفائے بنی امیہ کے متعلق عام طور سے یہ غلط شہرت ہے کہ مذہب کی جانب ان کا رجحان کم تھا۔ ولید کی پرائیوٹ زندگی بھی مذہبی تھی۔ دن میں ایک قرآن ختم کرتا تھا۔① دو شنبہ اور پنجشنبہ کو پابندی کے ساتھ روزہ رکھتا تھا۔② رمضان میں روزہ داروں کے لیے کھانا بھجواتا تھا۔③ صلحا اور اخیار میں روپیہ تقسیم کراتا تھا۔④،⑤

امیر ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ پر اپنے اس مضمون کو ہم علامہ اکبر شاہ نجیب آبادی کے اس تبصرے پر ختم کرتے ہیں:

> ''ولید کے عہدِ خلافت میں سندھ، ترکستان، سمرقند و بخارا وغیرہ، اندلس، ایشیائے کوچک کے اکثر شہر و قلعے اور بعض جزیرے حکومتِ اسلامی میں شامل ہوئے۔ ولید کی خلافت مسلمانوں کے لیے ایک طرف راحت و آرام اور خوش حالی کا زمانہ تھا تو دوسری طرف فتوحاتِ ملکی کا خاص زمانہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد اس قدر عظیم فتوحات و اہم فتوحاتِ ملکی اور کسی خلیفہ کے زمانے میں اب تک مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تھیں۔'' ⑥

---

① دول الاسلام ذہبی جلد ا صفحہ ۴۸
② یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸
③ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸
④ دول الاسلام ذہبی جلد ا صفحہ ۴۸
⑤ تاریخِ اسلام جلد دوم صفحہ ۴۷۸
⑥ تاریخِ اسلام از علامہ اکبر شاہ نجیب آبادی جلد دوم صفحہ ۱۵۹۔۱۶۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم الاموی (متوفی ۱۲۵ھ)

ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ کا شمار بنو امیہ کے ان تین ممتاز خلفاء میں ہوتا ہے جنہوں نے تدبر و سیاست کا نقش تاریخ میں ثبت کر دیا۔ ہشام شعبان ۱۰۵ ہجری بروز جمعہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوا اور پورے انیس سال نو ماہ نو دن حکومت کرنے بعد ربیع الآخر ۱۲۵ ہجری بروز بدھ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ کی بابت لکھتے ہیں کہ وہ بڑا مدبر خلیفہ تھا، سلطنت کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات اس کی نگاہوں سے مخفی نہ رہتے تھے، تحمل و بردباری اس کی امتیازی خصوصیات تھیں۔ ہشام نے ایک دفعہ ایک شخص کو بُرا بھلا کہا، اس نے جواباً کہا کہ آپ خلیفہ ہوتے ہوئے نازیبا زبان استعمال کرتے ہیں۔ یہ سن کر ہشام سخت شرمندہ ہوا اور اس شخص سے کہا کہ تم بدلے میں مجھے برا بھلا کہہ لو۔ جس پر وہ شخص بولا کہ کیا میں بھی آپ کی طرح نادان بن جاؤں کہ نازیبا زبان استعمال کروں، اس پر ہشام اس سے ملتجی ہوا کہ للہ مال لے کر مجھے معاف کردو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ مجھے مال کی حاجت نہیں۔ اب ہشام سخت مایوس ہوا اور اس سے ملتمس ہوا کہ اللہ کے واسطے مجھے معاف کر دو۔ پس اس شخص نے کہا کہ میں اللہ کے واسطے تم کو معاف کرتا ہوں۔ اس کے بعد پھر کبھی ہشام نے کسی شخص سے کوئی سخت بات نہ کہی۔ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ ہشام خونریزی کو سخت ناپسند کرتا تھا اور اسی سبب اس کو زید بن علی رحمہ اللہ اور ان کے بیٹے یحییٰ بن زید کا قتل سخت ناگوار گزرا تھا اور وہ ان حکمرانوں میں سے تھا جو تلوار کے بغیر مسائل سلجھانے کی فکر میں رہتے تھے۔ ہشام کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ عقال بن شیبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ہشام کو عہدِ خلافت میں وہی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سبز قبا پہنے دیکھا جو وہ خلیفہ بننے سے قبل پہنا کرتا تھا۔ استفسار پر ہشام نے اقرار کیا کہ اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسری قبا نہیں۔ ①

ہشام بن عبدالملک نے اپنے عہدِ حکومت میں فوج کے شعبہ کو بہت ترقی دی۔ کئی اہم وحساس جگہوں پر مستحکم اور مضبوط قلعے قائم کیے۔ بحری بیڑے کی ترقی کے لیے شمالی افریقہ میں جہاز سازی کے مزید نئے کارخانے بنوائے۔ ② ملکی مصنوعات کی صنعت کو ترقی دی جس میں سرفہرست ریشمی کپڑوں کی صنعت تھی۔ لوگوں کے لیے روزگار کا انتظام کیا اور عوام کا طرزِ زندگی مزید بہتر بنایا۔ ③ ہشام نے اپنے دور میں کئی نئے شہر تعمیر کروائے جس میں سب سے مشہور سندھ کا شہر منصورہ تھا جو کہ اپنے زمانے میں ہندوستان میں اسلامی حکومت کا دارالخلافہ تھا۔ ④ بقول ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر صاحبہ حفظہا اللہ ''ہشام بن عبدالملک نے سندھ میں منصورہ کے ساتھ ساتھ محفوظہ نامی شہر بھی آباد کرایا تھا۔ ان دونوں شہروں کے کھنڈرات میں نے دیکھے ہیں۔ تعمیرِ منصورہ اور محفوظہ کا مقصد یہ تھا کہ عرب فوجیوں اور ان کے خاندانوں کو مقامی ہندو آبادی کے خطرات سے محفوظ رکھا جائے۔ کیونکہ سندھ کے سابق ہندو راجے مہاراجے حکومت وقت کے خلاف شورشیں کرتے رہتے تھے۔''

ہشام کا ایک بڑا کارنامہ حُجاج کے کاروانوں کے لیے مکہ کی سمت میں آنے والے راستوں پر سرائے، حوض اور تالاب بنوانا بھی ہے۔ ⑤ ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ کو دینی علوم و فنون سے بھی خاص شغف تھا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے ۴۰۰ احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کروایا تھا۔ ⑥ عقیدہ وعمل کے لحاظ سے تمام اموی خلفاء بشمول ہشام بن عبدالملک سچے مسلمان اور راسخ

---

① البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۳۵۴
② مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۲۱
③ مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۲۱
④ فتوح البلدان صفحہ ۴۴۸
⑤ مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۲۱
⑥ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۹۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

العقیدہ مومن تھے۔ اسی وجہ سے ہشام بن عبدالملک غلط عقائد رکھنے والوں پر کڑی نگاہ رکھتا تھا۔ اس نے جعد بن درہم اور یونس بن غیلان کو خلق قرآن اور قدری عقائد رکھنے کی بنا پر قتل کروادیا تھا۔①

ہشام بن عبدالملک کے دور میں زید بن علیؒ کا خروج اور امام ابوحنیفہؒ کی حمایت:

امام ابوبکر جصاص الرازی جو اپنے معتزلی اور شیعی نظریات کے لیے معروف ہیں، نے اپنی تفسیر کی جلد اول صفحہ ۸۱ پر دعویٰ کیا ہے کہ زید بن علی بن حسین نے جب ۱۲۱/ ۱۲۲ ہجری میں ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پوری ہمدردی ان کے ساتھ تھی، انہوں نے زید کو مالی مدد بھی دی اور لوگوں کو ان کا ساتھ دینے کی تلقین بھی کی۔②

یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صرف مالی مدد اور تلقین پر ہی کیوں اکتفا کیا، زید بن علی کے ساتھ مل کر حکومتِ وقت کے خلاف بھرپور طریقے سے مسلح جہاد کیوں نہ کیا؟ یہاں تک کہ سید مودودی نے تو ''خلافت وملوکیت صفحہ ۲۶۷'' میں یہاں تک لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے امیر ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ کے خلاف خروج کو جنگِ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج سے تشبیہ دی۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جانب اس خروج کی حمایت کی نسبت ہی سخت غیر معتبر ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے ''سیرۃ النعمان'' میں اس واقعہ کو من گھڑت قرار دیا ہے جبکہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ صاحب بھی ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں اس حکایت کو غیر صحیح اور خلافِ واقعہ قرار دیتے ہیں۔ شبلی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> ''جس قدر تاریخ اور رجال کی کتابیں ہمارے سامنے ہیں، ان میں کہیں اس کا ذکر نہیں حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو ایک قابلِ ذکر واقعہ تھا۔ زید بن علی نے ۱۲۱ ہجری میں

---

① ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۹۶
② احکام القرآن جلد ۱ صفحہ ۸۱

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بغاوت کی تھی، اس وقت ہشام بن عبدالملک تختِ خلافت پر متمکن تھا۔ ہشام اگرچہ کفایت شعار اور بعض امور میں نہایت جزرس تھا لیکن اس کی سلطنت نہایت امن و امان کی سلطنت تھی۔ ملک میں ہر طرف امن وسکون کا سکہ بیٹھا ہوا تھا، رعایا عموماً رضامند تھی۔ بیت المال میں ناجائز آمدنیاں نہیں داخل ہوسکتی تھیں، اس حالت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مخالفت کی کوئی وجہ نہ تھی۔'' ①

ساتھ ہی یہ بات بھی قابلِ غور اور اس روایت کے من گھڑت ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ ائمہ احناف بشمول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بلکہ جمہور ائمہ مجتہدین کا مسلک اس روایت کے خلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک جوتواتر کے ساتھ ان سے منقول ہے اور جو صرف ان کا نہیں بلکہ ائمہ اربعہ اور جملہ مجتہدین فقہاء و محدثین علماء اہلسنت کا مسلک ہے عقیدۃ الطحاویہ میں اس طرح مذکور ہے:

''یعنی اور ہم اپنے ائمہ (سربراہانِ مملکت) اور حکام کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم کریں اور ہم انہیں بددعا دینا (بھی جائز نہیں سمجھتے) اور ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لینا بھی جائز نہیں سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کے تقاضے سے ہم ان کی اطاعت کو اس وقت تک فرض سمجھتے ہیں جب تک وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں اور ہم ان کے لیے صلاح اور معافاۃ کی دعا کرتے ہیں۔'' ②

یہ ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور جمہور اہلسنت کا مسلک جوتواتر کے ساتھ ان سے منقول اور کتبِ فقہ وعقائد میں مسطور ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب ردالمختار المعروف بہ شامی باب البغاۃ میں علامہ ابن عابدین شامی مسلکِ احناف نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''و إذا ولي عدلاً ثم جار و فسق لا ينعزل و لكن يستحق العزل إن لم يستلزم فتنة''

① سیرۃ النعمان صفحہ ۴۰ ② صفحہ ۵۰

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''یعنی اگر کسی عادل کو خلیفہ بنایا گیا پھر وہ ظلم وفسق کا مرتکب ہوا تو معزول نہیں ہوجاتا لیکن عزل کا مستحق ہوجاتا ہے بشرطیکہ اس کا معزول کرنا کسی فتنہ کا سبب نہ بنے۔''

اسی طرح ''الفقه الأكبر'' جو عقائد کی مشہور ومعروف کتاب ہے۔ اس کے بارے میں مشہور تو یہ ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف ہے لیکن بعض اہل علم بشمول علامہ شبلی نعمانی نے اس کا انکار کیا ہے تاہم یہ بات متفق علیہ ہے کہ یہ عقائد اہلسنت خصوصاً ماتریدیہ واحناف کے عقائد کی معتبر ترین کتاب ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ مجتہدین کے مسلمہ عقائد ونظریات بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں مذکور ہے:

''و يجوز الصلوٰة خلف كل بروفاجر''

''صالح اور فاجر دونوں کی اقتداء میں صلوٰۃ جائز ہے۔''

گویا جب فاجر کی اقتداء میں صلوٰۃ جائز ہے تو بدرجہ اولیٰ اس کی امارت بھی جائز ہوگی، وہ الگ بات ہے کہ مومن اس سے کراہت کریں۔

سلطان ابوالمظفر عیسیٰ بن ایوب الملک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس سے متعلق مسلک ومذہب بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لا نرى الخروج علي أئمتنا و وُلاة أمورنا إن جاروا علينا''[1]

''یعنی ہم اپنے ائمہ اور حاکموں کے خلاف خروج وبغاوت کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ہم پر ظلم ہی کیوں نہ کریں۔''

اس کے بعد سلطان ابوالمظفر فرماتے ہیں فمن يكون هٰذا رأيه كيف يري الخروج علي الأئمة یعنی جس شخص کا نظریہ یہ ہوگا وہ خلفاء کے خلاف خروج کو کیسے جائز سمجھے گا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب مواقفِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر مبنی تھا

[1] السهم المصيب في الرد على الخطيب صفحه 47

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کی تعلیم آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور امت کو دی تھی۔ صحیح مسلم کتاب الامارۃ کی روایت ہے:

''سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''اے اللہ کے نبی ﷺ! اگر ہم پر ایسے امیر مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق تو مانگیں لیکن ہمیں ہمارا حق نہ دیں تو ایسی صورت میں ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: ''ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ ان کی ذمہ داری کا وبال ان پر ہے اور تمہاری ذمہ داری (سمع واطاعت) کا تم پر۔''

نیز فرمایا:

''جو شخص اپنے امیر میں ناپسندیدہ فعل دیکھے تو چاہیے کہ صبر کرے کیونکہ جو کوئی جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہوا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' ①

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ کے نبی ﷺ! اگر ہم پر ایسے امیر مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق تو مانگیں لیکن ہمیں ہمارا حق نہ دیں تو ایسی صورت میں ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: ''ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ ان کی ذمہ داری کا وبال ان پر ہے اور تمہاری ذمہ داری (سمع واطاعت) کا تم پر۔'' ②

اسی طرح جنادہ بن ابی امیہ سے روایت ہے، کہا: ہم عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، وہ (اس وقت) بیمار تھے، ہم نے عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے، ہم کو ایسی حدیث سنائیے جس سے ہمیں فائدہ ہوا اور جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو، (سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے) کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بلایا، اور ہم سے بیعت لی۔ آپ ﷺ نے جن امور پر بیعت لی وہ یہ تھے کہ ہم حکام کا حکم سنیں اور

① متفق علیہ، بخاری۔ کتاب الاحکام
② مسلم۔ کتاب الامارۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اطاعت کریں خواہ ہمیں پسند ہو یا نہ ہو، اس سے تنگی ہوتی ہو یا فراخی یا ہمیں ایثار سے کام لینا پڑے اور یہ کہ ہم حاکموں سے نزاع نہ کریں سوائے اس کے کہ تم ایسا کفرِ بواح دیکھو (جس سے خون حلال ہو جاتا ہے) اور اللہ کی طرف سے تمہارے پاس اس بارے میں حجت ہو۔①

ان روایات اور ان جیسی تمام روایات جن کو طوالت کے خوف سے ہم نے یہاں نقل نہیں کیا، کی موجودگی میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لیے یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ ہشام بن عبدالملک کے خلاف زید بن علی کے خروج میں ان کی حمایت کر کے معصیت کبیرہ کے مرتکب ہوتے۔ پھر عجیب تر بات یہ کہ وضعی تواریخ میں بیان کیا جاتا ہے کہ زید بن علی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس قاصد بھیج کر ان کو خروج میں اپنی تائید کرنے کو کہا جب کہ یہ بات معروف ہے کہ زید بن علی کے خروج کے وقت تک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو فقیہ اہل مشرق ہونے کا مرتبہ اور اثر و رسوخ حاصل نہ ہوا تھا اور ۱۲۰ ہجری میں جس وقت زید اپنے خروج کی تیاریاں شروع کر رہے تھے اس وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حیثیت امام حماد رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کی تھی۔ پھر کیا وجہ ہوئی کہ زید بن علی نے امام حماد رحمہ اللہ کو چھوڑ کر ان کے شاگرد کو خروج میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ زید بن علی فقیہ اہل مشرق امام حماد رحمہ اللہ کو قاصد بھیج کر خود کے ساتھ شریک ہونے کی دعوت دیتے۔ لیکن اس روایت کو وضع کرنے والے راویوں کے حاشیۂ خیال میں یہ بات نہ آئی اور انہوں نے امام حماد رحمہ اللہ کی جگہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نام لے لیا وہ بھی ایسے وقت میں جب امام صاحب کو نہ فقیہ اہل مشرق ہونے کا مرتبہ حاصل ہوا تھا اور نہ ان کا کوئی اثر و رسوخ تھا۔ پھر اگر واقعی ایسا ہوا بھی ہوتا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جب کہ ابھی امت میں ان کو وہ مقام حاصل نہ ہوا تھا جو بعد میں ان کو مل سکا تو زید کے خروج کی حمایت میں ان کی رائے کس کام کی ہوتی۔

① صحیح مسلم، کتاب الامارۃ حدیث ۴۸۸۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر مقامِ حیرت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے منہ سے زید بن علی کے خروج کو جنگ بدر کے مماثل قرار دیا جاتا ہے، استغفر اللہ۔ زید بن علی کی اس بغاوت کو جس کو شرعاً کسی طور سے جائز نہیں کہا جا سکتا، جو کہ مسلمانوں کے اس وقت کے متفق علیہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے خلاف برپا کی گئی اور جس کا مقصد صرف حصولِ اقتدار کے سوا اور کچھ نہ تھا، غزوۂ بدر سے تشبیہ دینا جس کا واحد مقصد اعلاء کلمۃ اللہ تھا جو کافروں کے مقابلے میں تھا، جہاد فی سبیل اللہ کی توہین اور شریعت اسلامیہ کی تضحیک ہے۔ اس تشبیہ کا دوسرا مکروہ پہلو یہ ہے کہ جس مبارک جنگ کے شرکاء امت کے افضل ترین افراد اور اللہ تعالیٰ کے وہ عباد مخلصین تھے جن کا عنداللہ مقبول ہونا قطعی و یقینی ہو اور جس جنگ کے سپہ سالار افضل الخلائق سید الانبیاء نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، اس کی برابری کوئی جنگ نہیں کر سکتی، جناب زید بن علی کے خروج کو اس کے برابر و مشابہ قرار دینا سخت بے ادبی اور گستاخی ہے جس کا تصور بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسی ذی علم و متقی شخصیت سے کرنا محال ہے۔ اگر ہم زید بن علی کو ولی کامل بھی تسلیم کر لیں تو بھی ان کے ایسے سینکڑوں مل کر بھی کسی ادنیٰ صحابی کی خاکِ پا کی برابری نہیں کر سکتے چہ جائیکہ ان کے خروج کو اس جنگ سے تشبیہ دی جائے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوں اور امت کی افضل ترین جماعت یعنی جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم شاملِ جہاد ہو۔ یہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں نہیں بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی صریح گستاخی اور توہین ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس شنیع قول سے قطعی بری ہیں اور ان کی جانب اس قول کی نسبت ان پر افترا و بہتان ہے۔ اور اگر یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے درست ثابت ہو تو خود امام صاحب کی وثاقت و مرتبہ کو صفر کرنے کو کافی ہے۔ اگر نعوذ باللہ من ذلك امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے زید بن علی کے خروج کو غزوۂ بدر کا مماثل سمجھا تھا اور وہ انہیں امامِ حق سمجھتے تھے تو دو باتوں میں سے ایک بات انہیں کرنی چاہیے تھی۔ یا تو زید کا ساتھ دے کر بزعم خویش سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سی فضیلت حاصل کر لیتے یا انہیں سمجھاتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اوّل وسائل مہیا کریں، رائے عامہ کی حمایت حاصل کریں اور مناسب وقت کا انتظار کر کے خروج کریں جب کامیابی یقینی نظر آئے۔ ان دونوں باتوں میں سے امام صاحب نے کسی بھی بات پر عمل نہ کیا تو یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ لوگوں کو زید کا ساتھ دینے کی تلقین کرتے تھے اور روپیہ سے زید کی مدد کرتے تھے۔ جن احباب کو اس سے متعلق تفصیلی ادلہ مطلوب ہوں ان کو چاہیے کہ مولانا علی احمد عباسی رحمہ اللہ کی کتاب ''سیرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (اتہام شیعیت کی حقیقت)'' یا مفکرِ اسلام علامہ اسحٰق صدیقی سندیلوی کی کتاب ''اظہار حقیقت جلد سوم'' مطالعہ کریں۔

علامہ ابن قتیبہ ہشام بن عبدالملک کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

''یزید بن عبدالملک کے بعد ہشام بن عبدالملک کی بیعت ہوئی۔ یہ ابوالولید کنیت رکھتے تھے۔ یہ بھینگے تھے اور اولادِ مروان میں سب سے زیادہ دور اندیش تھے۔ انہوں نے عراق سے عمر بن ہبیرہ کو معزول کر کے ان کے بجائے ۱۰۶ ہجری میں خالد بن عبداللہ القسری کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ بعدازاں ۱۲۰ ہجری میں یوسف بن عمر کو عراق کا حاکم مقرر کیا۔ اسی کی گورنری کے زمانے میں زید بن علی رحمہ اللہ ۱۲۱ ہجری میں کوفہ میں قتل ہوئے۔ انہیں یوسف بن عمر کے حکم سے قتل کیا گیا۔ ہشام کے دورِ خلافت میں مسلمہ بن عبدالملک نے بادشاہِ ترک خاقان کو شکست دے کر قتل کر دیا اور باب کی تعمیر کی۔ یہ واقعہ ۱۱۳ ہجری میں پیش آیا۔ ہشام نے قنسرین کے علاقہ رصافہ میں ماہِ ربیع الآخر ۱۲۵ ہجری میں چھپن سال کی عمر میں انتقال کیا۔ مدتِ خلافت چند مہینے کم بیس سال تھی۔ ہشام کے دس بیٹے تھے۔ ان میں معاویہ بن ہشام کے بیٹے عبدالرحمٰن (الداخل) نے اندلس میں اقتدار حاصل کیا۔ اپنی حکومت قائم کی اور وہیں انہوں نے وفات پائی۔ وہاں ان کی نسل بکثرت موجود ہے۔ سلیمان بن ہشام نے ابوالعباس (السفاح) کا زمانہ پایا۔''[1]

① کتاب المعارف صفحہ ۱۶۰

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بعض محققین کے مطابق امیر ہشام بن عبدالملک پر آ کر نبی ﷺ کی بارہ خلفاء کی پیشین گوئی پوری ہوجاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہشام بن عبدالملک کے بعد بنو امیہ کا زوال وانحطاط شروع ہوجاتا ہے اور آنے والا ہر خلیفہ پچھلے خلیفہ کے مقابلے میں کمزور ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ اگلے چھ سالوں میں خلافتِ بنو امیہ کا تختہ الٹ جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنوامیہ پر بنوعباس کے بہیمانہ مظالم

تاریخی کتب میں بکثرت مرقوم ہے کہ بنوعباس سخت رذیل و جابر حکمران تھے کہ انہوں نے اقتدار میں آتے ہی بنوامیہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اوران پر سخت مظالم ڈھائے۔ یہاں تک کہ بنوامیہ کے حکمرانوں کی قبریں تک کھدوا ڈالیں اوران کی لاشوں کوسولی پرٹانگ دیا وغیرہ وغیرہ۔ہمیں نہیں معلوم کہ ان واقعات میں کہاں تک صداقت ہے تاہم ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ اس میں بہت کچھ مورخین کی افترا پردازیاں بھی ہیں۔ ہم ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ بنوعباس کے سیاسی انقلاب میں کوئی کشت وخون شامل نہیں تھا، یقیناً ایک سیاسی انقلاب میں جتنا کشت وخون ہوتا ہے، وہ اس انقلاب میں بھی ہوا، لیکن یار لوگوں نے عجیب وغریب بہیمانہ حرکتیں عباسیوں سے منسوب کردی ہیں کہ چن چن کرایک ایک اموی کوقتل کیا گیا،تڑپتی ہوئی لاشوں پر دسترخوان بچھا کرکھانا کھایا گیا، خلفاء کے مقابر کی بے حرمتی کی گئی وغیرہ۔اس طرح کی بیشتر کہانیاں دروغ گو رواۃ کی اختراع کردہ ہیں۔ہم مانتے ہیں کہ اس انقلاب میں بنوامیہ کے بعض افراد قتل کیے گئے، ان پر مظالم بھی ہوئے لیکن ان سب بہیمانہ حرکات کے اکثر فاعل وہ عباسی داعی تھے جو غیر عرب تھے اور جنہوں نے بنوعباس کے اقتدار پر قابض ہونے کے بعد بلا اجازتِ خلفاء عوام الناس پر یہ مظالم ڈھائے جیسا کہ ابومسلم خراسانی کا واقعہ ملتا ہے کہ اس نے حکم دے دیا تھا کہ جو عرب نظر آئے اس کوقتل کردو۔اس کے اسی جرم اور دوسری نازیبا حرکات کی پاداش میں ہی عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور رحمہ اللہ نے اس کوقتل کروادیا تھا۔ یقیناً عباسی خلفاء کی ایما پر بھی چند امویوں پر سختی کی گئی یا ان کوقتل کیا گیا لیکن ان میں زیادہ تر وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اموی شامل تھے جو اقتدار میں حق رکھ چکے تھے اور جن کی طرف سے بغاوت کا اندیشہ تھا۔ ایسے افراد کی سرکوبی کرنا، گو اسلام کے مزاج کے تحت درست نہیں لیکن عموماً امورِ جہانبانی میں برسراقتدار آنے والے حکمران ایسے کام حکومت کے استحکام کے لیے کر گزرتے ہیں۔

پھر جب ہم تاریخ کا ایک دوسرے زاویہ سے مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں وہاں یہ بھی نظر آتا ہے کہ کئی اموی بزرگوں کو عباسی خلافت میں عہدے تک دیے گئے۔ جیسے کہ جناب عبدالعزیز بن امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز اموی کی بابت علامہ ابن حزم رحمہ اللہ جمہرۃ الانساب کے صفحہ ۹۷ میں لکھتے ہیں کہ و کان فی صحابة أبي جعفر المنصور خاصاً به ممن يلبس السواد و يلازمه حيث كان یعنی یہ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے خاص دوست تھے اور سیاہ سرکاری لباس پہنتے تھے۔ یاد رہے کہ یہ عبدالعزیز اموی، اموی خلیفہ مروان ثانی کے دور میں والی مدینہ رہ چکے تھے۔ اسی طرح یاقوت حموی نے فتوح البلدان جلد ا صفحہ ۲۷ میں تصریح کی ہے کہ مذکورہ عبدالعزیز کے بھتیجے عبداللہ بن عاصم بن امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز اموی کو عباسی خلیفہ محمد المہدی نے مسجد نبوی کی توسیع کا متولی بنایا تھا جبکہ اس وقت والی مدینہ بھی ایک عباسی یعنی امیر جعفر بن سلیمان تھے۔

ابن جریر طبری اپنی تاریخ کی جلد ۳ صفحہ ۲۵۳ میں ایک واقعہ لائے ہیں جس کو علامہ ابن خلدون نے بھی اپنی تاریخ میں جگہ دی ہے کہ ۱۴۵ ہجری میں جب حبشیوں نے مدینہ طیبہ میں لوٹ مار کی اور فساد برپا کیا تو اس وقت مسجد نبوی میں صلوٰۃ پڑھانے کے لیے ایک اموی نوجوان بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے امامت کے لیے آگے بڑھے: ''میں الاصبغ بن سفیان بن عبدالعزیز بن مروان ہوں اور امیر المومنین ابوجعفر المنصور کی اطاعت کے ساتھ تم کو صلوٰۃ پڑھاتا ہوں۔ اسی طرح علامہ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ نے اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب جمہرۃ الانساب میں تصریح کی ہے کہ عباسی خلیفہ جعفر المتوکل علی اللہ کے عہد سے لے کر ان (ابن حزم) کے عہد یعنی ڈھائی سو برس تک بغداد کی عدلیہ پر اموی سادات یعنی ابوعثمان بن عبداللہ بن خالد بن اسید بن ابی العیص بن امیہ کے خاندان کا تقرر ہوتا رہا۔ یہ لوگ بنوابی الشوارب کہلاتے ہیں۔①

اسی کتاب کے صفحہ ۸۷ پر ابن حزم مزید تصریح کرتے ہیں کہ ابومروان محمد بن عثمان اموی، عباسی خلیفہ المعتصم باللہ اور ان کے فرزند الواثق باللہ کے زمانے میں مکہ معظّمہ کے قاضی رہے۔ اسی طرح سے مجھے یاد پڑتا ہے کہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی البدایہ والنہایہ میں ۴۱۰ ہجری کے واقعات کے ضمن میں بنوابی الشوارب کے ایک صاحب جناب ابوالحسن احمد بن محمد اموی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ بنوعباس کی خلافت میں بغداد کے قاضی القضاۃ تھے اور اس عہدے پر بارہ برس تک رہے، بہت عابد وزاہد انسان تھے۔

المختصر تاریخ میں ایسے کئی امویوں کے نام ملتے ہیں جو بنوعباس کے دور میں نہ صرف آزادانہ عباسی حکومت کے زیرنگیں رہتے تھے، بلکہ ان کو حکومت کی طرف سے عہدے بھی دیے جاتے تھے۔ اب اگر بنوعباس کو بنوامیہ کے افراد سے اسی قدر نفرت ہوتی جیسا کہ ان کی لاشوں پر دسترخوان بچھانے کے قصے اور اس جیسے دوسرے واقعات سے بعض مورخین باور کروانا چاہتے ہیں تو پھر مذکورہ بالا تاریخی تصریحات کی کیا توجیہ کی جائے گی۔ پھر مزید حیرت تو اس بات پر ہے کہ یہ باتیں ان مؤرخین نے لکھی جو کہ خود بنوعباس کے دور میں پھلے پھولے۔ گویا اس طرح کی انسان سوز حرکتیں بنوعباس کرتے تھے اور وہ مؤرخین ان کو لکھتے جاتے تھے، جبکہ وہ سارے کے سارے مؤرخین خود عباسی خلفاء کے وظیفہ خوار تھے۔ ساتھ ہی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اموی شہزادے امیر عبدالرحمٰن الداخل جن کی آنکھوں کے سامنے یہ سارا انقلاب آیا، انہوں نے ہسپانیہ جا کر ایسے کسی مظالم کا چرچا نہیں کیا اور نہ

① صفحہ ۱۰۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی ہسپانیہ کے مؤرخین نے اس طرح کی باتوں کو اپنی کتابوں میں جگہ دی۔

الغرض جس طور سے بنوعباس کے مظالم کی تشہیر کی جاتی ہے، قرائن کے تحت ان میں کچھ خاص صداقت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ سرے سے کوئی مظالم ہوئے ہی نہ ہوں گے، ضرور ہوئے ہوں گے لیکن اس طور کے نہیں جیسا کہ تاریخ کی بعض ہفوات میں آتا ہے، ورنہ یہ ممکن تھا کہ ہسپانیہ کی اموی رعایا آزادانہ بنوعباس کے زیر نگین علاقوں میں جاتی اور وہاں سے علماء وفقہاء اندلس آتے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد خاص یحییٰ بن یحییٰ جو امام مالک رحمہ اللہ سے موطا روایت کرتے ہیں، عرصہ دراز تک عباسی خلافت میں مدینہ میں مقیم رہے، اور اسی طرح کئی اور علماء کے نام بھی پیش کیے جاسکتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ طوالت کے خوف سے ہم نے یہاں ابھی ان قرابتوں کا ذکر ہی نہیں کیا جو کہ بنوامیہ اور بنوعباس کے مابین عہد عباسی میں ہوتی رہیں، ورنہ اس فرضی دشمنی اور بیشتر وضعی مظالم کی قلعی کھولنے کو وہ قرابتیں ہی کافی تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے خلفاء اور فقہی مذاہب

وضعی روایات کے تحت عموماً یہ باور کروایا جاتا ہے کہ گویا پہلی صدی کے اختتام سے پہلے ہی عمالِ حکومت اور علمائے اسلام میں کافی بُعد پیدا ہو چکا تھا اور دونوں گروہ ایک دوسرے سے دوری بنائے رکھتے تھے۔ جبکہ درست تاریخی حقائق اس بات کی کلیتاً نفی کرتے ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ پر مشتمل پہلی مدون کتاب موطا امام مالک رحمہ اللہ کی بابت صاف تصریح موجود ہے کہ دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور رحمہ اللہ کے کہنے پر امام مالک رحمہ اللہ نے اس کی تدوین کا آغاز کیا تھا۔ ''حیات امام مالک'' صفحہ ۲۳۴ میں علامہ ابوزھرہ مصری لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کا موطا جمع کرنا خلیفہ ابوجعفر المنصور عباسی رحمہ اللہ کے کہنے پر مبنی تھا جس میں انہوں نے امام مالک رحمہ اللہ سے درخواست کی تھی:

> ''حدیث کی ایک ایسی کتاب مدون کیجیے جس میں نہ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شدائد ہوں، نہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شذوذ، اور نہ ہی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی رخصتیں۔ اس میں اوسط امور اور وہ باتیں جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے درج کیجیے۔''

اس مشورے سے متعلق ابن خلدون رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

> ''فواللہ لقد علّمني التصنيفَ يومئذٍ یعنی اللہ کی قسم (ابوجعفر المنصور نے) مجھے اسی وقت تصنیف کتاب کا طریقہ سمجھا دیا۔''

بیان کیا جاتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے موطا کی تدوین مکمل کر کے اپنی کتاب عباسی خلیفہ ہارون الرشید رحمہ اللہ کے سامنے پیش کی جس پر انہوں نے کتاب کی کافی تعریف کی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تجویز سامنے رکھی کہ اس کو کعبہ میں لٹکا دیا جائے تاکہ تمام بلادِ اسلامیہ میں اس مجموعہ حدیث کے تحت فقہ اسلامی پر عمل کروایا جا سکے، جس پر امام مالک رحمہ اللہ نے علمی توسع کے پیش نظر ہارون الرشید رحمہ اللہ کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

پھر یہ بات بھی غور کرنے لائق ہے کہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید رحمہ اللہ اس کتاب کو پوری بلاد اسلامیہ کا فقہی ماخذ بنانے کی بات کرتے ہیں جس میں امام مالک رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اور امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ جیسے اموی اساطین کے فتاویٰ اور تعامل درج کیے ہیں۔ گویا سیاسی اختلاف اپنی جگہ لیکن علمی طور پر بنوامیہ اور بنوعباس میں کوئی باہمی تعصب نہیں تھا کیونکہ دونوں ہی قرآن وسنت کو دین کا ماخذ ماننے کے دعویدار تھے۔ پھر چار عباسی خلفاء نے خود امام مالک رحمہ اللہ سے موطا امام مالک کی سماعت کی یعنی امیر مہدی عباسی، امیر ہارون الرشید عباسی، امیر محمد الامین عباسی اور امیر عبداللہ المامون عباسی۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۹۴ میں لکھتے ہیں:

> ''قاضی فاضل نے ایک رسالے میں کہا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کسی بادشاہ نے طلب علم کے لیے سفر کیا ہو سوائے ہارون الرشید کے۔ وہ اپنے دونوں فرزندوں الامین اور المامون کے ساتھ موطا کی سماعت کے لیے امام مالک رحمہ اللہ کے پاس گئے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے جس نسخے سے سماعت کی وہ مصریوں کے خزانے میں محفوظ تھا، پھر کہتے ہیں کہ اس کی سماعت کے لیے سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسکندریہ کا سفر کیا اور طاہر بن عوف سے اس کی سماعت کی۔ ایسے کسی تیسرے کو میں نہیں جانتا۔''

اسی طرح جب یحییٰ مصمودی رحمہ اللہ موطا امام مالک کو لے کر مغرب گئے تو وہاں اموی حکومت کی سرپرستی میں موطا کو مقبولیت نصیب ہوئی اور یوں مالکی فقہ ان علاقوں کا دستور قرار پایا۔ گویا مشرق کے عباسی ہوں یا مغرب کے اموی، سب سیاسی اختلافات کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

باوجود ایک دین کے پابند تھے۔ جس طرح عباسیوں نے موطا میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اور امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے فتاویٰ کو دین کی بابت حجت باور کیا، اسی طرح مغرب کے اموی امراء نے بھی اس کا خیال نہیں کیا کہ موطا کی تدوین عباسیوں کی زیر پرستی اور تجویز کے تحت ہوئی ہے۔ اسی طرح سے امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الام'' کی جلد ۴ صفحہ ۱۵۸ میں دیوان فاروقی کے سلسلے میں امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ عباسی خلیفہ المہدی عباسی کا تعامل بھی بطور نظیر شرعی درج فرمایا ہے۔ یہی نہیں بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد کبیر جناب امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو خلافت عباسیہ میں جو مقام و مرتبہ حاصل تھا وہ کس سے مخفی ہے کہ دولت اسلامیہ کے پہلے قاضی القضاۃ مقرر کیے گئے۔ بقول علامہ ابو زہرہ مصری کہ خلافت عباسیہ کا استحکام بھی ایک سبب تھا فقہ حنفی کی اشاعت اور فروغ میں۔ ①

بعینہٖ اسی طور سے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے مذاہب کو بھی مکمل فروغ اس وقت حاصل ہوا جب کہ عباسی خلفاء نے ان کی سرکاری حیثیت کو تسلیم کر لیا۔ امیر القادر باللہ عباسی رحمہ اللہ فقہ شافعی کے ائمہ میں سے تھے اور ساتھ ہی ایک اور عباسی خلیفہ امیر المسترشد باللہ رحمہ اللہ جو کہ عمدۃ الدنیا والدین کہلاتے تھے وہ بھی فقہ شافعی کے پیرو کار تھے اور ان کے اسی لقب کی مناسبت سے امام ابو بکر الشاشی نے اپنی کتاب ''العمدۃ'' تحریر کی تھی۔ ② امام شافعی رحمہ اللہ اور امیر ہارون الرشید عباسی رحمہ اللہ کے کافی قریبی تعلقات کا مؤرخین و فقہاء نے ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ہارون الرشید امام مالک رحمہ اللہ کے ساتھ ساتھ امام شافعی رحمہ اللہ کے بھی کافی معتقد تھے۔ اسی طرح سے مامون اور مابعد کے معتزلی عباسیوں کے ظلم کے بعد جب متبع سنت عباسی خلیفہ جعفر المتوکل علی اللہ عباسی رحمہ اللہ برسر اقتدار آئے تو نہ صرف انہوں نے امام احمد رحمہ اللہ کو خلق قرآن کے مسئلہ

① حیات ابو حنیفہ للمولف ابو زہرہ مصری ② طبقات الشافعیہ الکبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے سلسلے میں صعوبتوں سے مکمل نجات دلوائی بلکہ ان کے مخلص معتقد رہے۔ یہی وجہ رہی کہ مابعد کے ادوار میں آنے والے عباسی خلیفہ امیر الناصر الدین باللہ اور امیر المستضی باللہ نے حنبلی مذہب اختیار کر کے اپنے عہد حکومت میں اس کی اشاعت کی۔ الغرض ایسا قطعی نہیں تھا کہ خلفائے اسلام اور علمائے اسلام میں کوئی مشرق و مغرب کا بُعد تھا بلکہ ہمارے اکثر خلفاء وعمال امور دین کے ماہر بھی ہوتے تھے۔ محمد بن قاسم رحمہ اللہ جب سندھ فتح کرنے آئے تو اس وقت علوم الاسلامیہ کی کافی شد بد رکھتے تھے اور جس حجاج بن یوسف رحمہ اللہ نے انہیں سندھ فتح کرنے بھیجا تھا اس کی قرآن فہمی اور ذوق قرآنی سے کس کو مجال انکار کہ قرآن کی رکوعوں میں تقسیم اور ان پر حرکات واعراب لگوانے کا کام امیر حجاج رحمہ اللہ نے ہی کروایا تھا۔ اسی طرح الجوھر المضیة فی طبقات الحنفیة میں یہ تصریح ہے کہ سلطان محمود غزنوی فقہ میں کافی درک رکھتے تھے اور کئی فقہی مسائل کی تنقیح ان سے ثابت ہے۔ ایسا ہی کچھ معاملہ سلطان صلاح الدین ایوبی کا تھا جنہوں نے طاہر بن عوف سے موطا کی سماعت کے لیے اسکندریہ کا سفر کیا۔ المختصر اسلامی تاریخ کے بیشتر خلفاء وامراء اور سلاطین عام طور پر اصحاب علم وفضل تھے جن کی زندگی علم سیاست کے ساتھ ساتھ علم دوستی میں بھی صرف ہوئی۔

نوٹ: بعض خلفاء اور علمائے وقت کے مابین اختلافات اور باہمی نزاعات کے واقعات بھی ملتے ہیں جن سے ہمیں مجال انکار نہیں، تاہم ایسے واقعات کافی کم ہیں اور چند علماء تک ہی محدود ہیں۔ جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور معتزلی خلیفہ مامون عباسی کا اختلاف جس کی پاداش میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو سخت صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "